هذا کتابنا ینطق علیکم بالحق

الحمد للہ والمنہ کہ یہ رسالہ مصنفہ جناب مولوی عابد حسین صاحب سلمہ المسمی بہ

افادات المؤمنین

حسب فرمائش جناب منشی سید محمد حنیف صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ چنگی ہواڑے

در مطبع یوسفی دہلی طبع شد

دستخط خاص خدام والامقام جناب مولانا و مقتدانا سید المتکلمین و رأس المتفقهین مجتهد العصر و الزمان سید محمد حسین صاحب دام ظلہ العالی علی رؤس المومنین ما دامت السموات و الارضین

باسمہ سبحانہ و بحمدہ عظم شانہ

الحمد للہ المنعم المتعال باسط الفئ و الظلال و الصلوٰۃ المزریۃ بعقد اللآل علی المسرف بتشریف الافضال محمد الہادی لعبادہ عن ظلم الضلال الی مشارق الکمال و علی آلہ خیر آل ما لمع آل و طلع ہلال +

اما بعد یہ رسالۂ نافعہ و علالۂ رابعہ او عجالۂ باہرہ اور صحیفۂ زاہرہ اور نمیقۂ انیقہ جسکے مؤلف و مصنف جنیب لبیب حسیب نسیب الفائز من قداح العلم و العمل بالمعلی و الرقیب ذو الذہن النقاد و الطبع الوقاد صاحب المجد و العلی و العز و التقی السید الاید و الماہر الجید البری عن المین و الشین جناب المولوی السید عابد حسین رزقہ اللہ ما تقربہ العین ہیں بہ نظر قاصر من اولہا الی آخرہا گذرا واقعی وہ مضامین رشیقہ اور نکات وثیقہ اور مطالب لطیفہ اور مقاصد شریفہ مدلل بدلائل عقلیہ و شواہد قطعیہ اور براہین واضحہ لیہلک من ہلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ تحریر فرمائی ہیں کہ جو باعث ہدایت اور ارشاد او ذریعہ زوال ضعف اعتقاد ہیں شکر اللہ سعیہ و اجزل اجرہ۔ حق تعالی جملہ مومنین موقنین پیروان آئمہ طاہرین سالکان مسلک سنت سنیہ خیر المرسلین کو اسکی توفیق کرامت فرمائے کہ اس کتاب مستطاب کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمائیں اور بالخصوص اُن مواعظ اور نصائح کو جو آخر بیان معاد میں تحریر ہوئی ہیں اور اس سے استفادہ حاصل کریں کہ انشاء اللہ تعالی علاوہ استحکام اساس اعتقادات ثواب جمیل اور اجر جزیل بھی حاصل ہوگا۔ فاقر اللہ بہا عیون المومنین الاخیار الذین اقتبسوا من انوار ائمتہم الاطہار صلوٰۃ اللہ علیہم آناء اللیل و اطراف النہار +

کتبہ بیمناہ الداثرۃ الوازرہ خادم خدام الشریعۃ الطیبۃ الطاہرہ عبدہ المذنب محمد حسین الکھنوی اوتی کتابہ بیمینہ فی الآخرۃ

لا الہ الا اللہ محمد حسین بن علی ۱۳۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہ نستعین واصلّی علی النبی وآلہ الطاہرین - واضح ہو کہ اس رسالہ کے مضامین کتاب حدیقۂ سلطانیہ وتشئید المطاعن وتنزیہہ وقولِ فیصل وسواء السبیل وحق الیقین کتب شیعہ اور روضۃ الاصفیا وتحفہ وروضۃ الصفا وتذکرۃ الخلفا وتاریخ الخلفا اردو وتاریخ جہاں وحدِ تحقیق بمشرب سُنّی ومدارج النبوۃ وہدیۃ الشیعہ کتب اہلِ سنت سے بایں غرض انتخاب کئے تھے کہ اپنے لڑکوں کو تعلیم کروں تاکہ اپنے اصولِ دین سے واقف اور مخالفین کے شبہاتِ ابلہ فریب سے متاثر نہوں لیکن جب اسکے مضامین کو مومنین نے دیکھا اور سُنا تو فرمایا ع چو حق بر تو پاشد تو بر خلق پاش - جو فائدہ اپنے لڑکوں کے واسطے منظور ہوا ور مومنین نے کیا قصور کیا ہے کہ اس سے محروم کئے جائیں لہٰذا اسکو افادات المومنین سے مسمّی کر کے ہدیۂ مومنین کرتا ہوں ابتدا اسکی سنہ ۱۳۱۳ ہجری میں ہوئی تھی اور تاریخی نام وسیلۂ بخشش رکھا تھا لیکن زمانہ نے مہلت ندی کہ اسکو حسبِ منشائے مومنین طبع کرا کر مشتہر کروں ✣

العبد

اقل الکونین بندہ سیّد عابد حسین ساکن قدیم موضع پھندیڑی ضلع مراد آباد وساکن حال کیلاوڈہ ضلع منظفرنگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(س۱) تمہارا کیا مذہب ہے (ج) امامیہ اثنا عشریہ کثرہم اللہ فی البریہ (س۲) سوائے اثنا عشریہ کے اسلام مین کوئی اور مذہب بھی ہے (ج) ہاں بہتر مذہب اور ہیں مگر سب دوزخی ہیں چنانچہ حدیث مین وارد ہے ستفترق امتی علی ثلثۃ وسبعین فرقۃ کلہم فی النار الا واحدۃ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ عنقریب میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہو جائیگی ایک انمیں سے بہشتی ہو اور سب دوزخی ہیں (س۳) اس حدیث سے صرف ایک فرقہ کا ناجی ہونا تو ثابت ہے لیکن یہ کیونکر قابل تسلیم ہو کہ وہ ناجی فرقہ اثنا عشری مذہب ہے اور اس کا مخالف دوزخی ہے (ج۳) صرف اثنا عشریہ مذہب کے ناجی ہونے پر علمائے امامیہ نے بیشمار دلیلین کتب مبسوطہ مین درج فرمائی ہیں سب کے لکھنے کو دفتر طویل درکار ہے لیکن میں ازانجملہ دو حدیثیں پیش کرتا ہوں ایک حدیث ثقلین اور دوسری حدیث سفینہ حدیث ثقلین یہ ہے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ترجمہ یعنی اے گروہ اسلام میں تم میں دو چیزیں بزرگ چھوڑے جاتا ہون ایک انمین سے قرآن ہے اور ایک میری عترت اگر تم لوگ ان دونو کی پیروی کروگے تو میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہوگے اور یہ دونو کبھی آپس سے جدا نہونگے تاآنکہ حوض کوثر پر مجھسے ملاقات کریں اور حدیث سفینہ یہ ہے مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق وھوی یعنی مثال میری اہلبیت کی کشتی نوح کی مثال ہے جو شخص اس کشتی پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور اس سے کنارہ کشی کرنے والا غرق و ہلاک ہوا پس ایسا ہی اہلبیت کیجانب پناہ گیر ہونے والا ورطہ کفر وطغیان میں غرق ہونے سے مصئون اور تلاطم امواج بحر الحاد وعصیان سے مامون رہیگا اور اس کشتی سے کنارہ کشی کرنے والا ضلالت و بےدینی کے دلدل میں پھنسکر غریق آب حمیم اور داخل نار جحیم ہوگا پس الحمد للہ کہ دونو حدیثوں کا مصداق فرقہ اثنا عشری ہی ہے (س۴) ایک حدیث میں لفظ عترت مذکور ہے اور دوسری میں اہلبیت عترت کے معنی لغت میں خویشان و

فرزندان کے لکھتے ہیں اور اہلبیت میں ازواج بھی داخل ہیں پس چونکہ اثنا عشری لوگ بعض خویشان و
ازواج رسول کے معتقد ہیں اور بعض سے بیزار ہیں لہذا ان حدیثوں کے مصداق نہیں ہو سکتے ہاں
اگر اہل جماعت اس کے مدّعی ہوں تو گنجائش ہے کہ اُن کے نزدیک سب اچھے ہیں (رضؓ) ان دونو
حدیثوں سے ایسا استدلال کرنا عدم تدبُّر اور ناانصافی پر دال ہے کیونکہ ایک حدیث میں جناب رحمۃ للعالمین
عترت کو ہمراہ قرآن بیان فرما کر ارشاد کرتے ہیں کہ انکی پیروی کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور دوسری
حدیث میں اہل بیت کی مثال مثالِ کشتیٔ نوحؑ فرما کر غافلین و جاہلین کے گوشگذار فرماتے ہیں کہ میرے
اہلبیت سے انحراف کرنے والا طعمۂ نارِ جہنّم ہوگا اور انکی پیروی کرنے والا وارثِ فردوسِ بریں ہوگا
پس اگر اہل دانش و بینش معیّتِ قرآن و عترت اور امثال کی کیفیت پر غور کریں تو کبھی بھولے سے بھی یہ لفظ
آشنائے زبان نہوگا کہ یہاں عترت میں سوائے معصومین کے اور کوئی قرابت دار رسول شامل اور اہلبیت میں
ازواج بھی داخل ہیں صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی پیروی کا حکم اسواسطے فرمایا ہے کہ اسمیں جملہ ضروریات
مندرج ہیں مگر وہ بلا کسی مُفسّر کے باعثِ رہبری نہیں ہو سکتا چنانچہ جناب بابِ علوم نبویؐ فرماتے ہیں
ہٰذا قرآنٌ صامتٌ و انا قرآنٌ ناطقٌ۔ یعنی یہ قرآن گویا نہیں اور خود نہیں بتا سکتا کہ مجھ میں جواہرات
بھرے ہوئے ہیں اور میں قرآنِ ناطق ہوں لہذا اسکے ساتھ عترت کے ضم کرنے کی ضرورت ہوئی پس
آنحضرت صلعم کی غرض عترت کو قرآن کے ہمراہ فرمانے سے معلوم ہوئی کہ بذریعہ عترت کے احکامِ قرآن
پر اہل اسلام کو اطلاع اور وقوف حاصل ہو سکتا ہے کہ جسکی وجہہ سے گمراہ نہونگے پس لفظ عترت سے اس
حدیث میں کُل خویشان و قرابت دارانِ رسول مراد لینے والے تھوڑی سی دیر کیواسطے انصاف فرمائیں
اور اچھی طرح سے دیکھ بھال کر بتائیں کہ خویشانِ رسول میں ایسا کون ہے کہ جملہ عالمانِ علوم معرفت
الٰہی اور دانندگانِ تفسیر کلامِ معجز نظام اور واقفانِ دیگر علوم ضروریہ جسکو اپنا اُستاد مانتے ہوں اور
اُسکی شاگردی کا طوق زیبِ گلو کرنے کو مایۂ فخر و مباہات جانتے ہوں ایسا شخص تمام اُمّتِ احمدی
میں سوائے جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کے کسی کو نہ پائینگے اور جب ایسا ہے تو اس حدیث
میں عترت نبی سے مراد صرف جناب طہارت مآب مع اپنی اولاد طاہرہ کے ہیں ایک کا دوسرے کو اپنا

جانشین فرمانا دلالت صریحہ ہی کہ کل حضرات معصومین ایک ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں قرآن کی ہمراہ
ہیں اور کبھی کسی کو حسبنا کتاب اللہ کہنا جائز نہوگا اور اگر باوجود لاعلمی یا کم علمی بعض کے کل قرابت
داران کو قرآن کے ساتھ مخدوم و مطاع خلق قرار دیا جائے تو الیسی نا انصافی رسول کی دشمنوں کو نصیب
قرآن میں صاف لکھا ہے هَلْ یَسْتَوِی الَّذِینَ یَعْلَمُونَ وَالَّذِینَ لَا یَعْلَمُونَ یعنی جاننے والے
اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے اب میں اپنے اس دعوے کی مختصر تشریح کرتا ہوں کہ جناب امیر
علیہ السلام سی بہتر کوئی عالم نہیں دیکھو اشرف علوم معاد علم معرفت ہے اسکی یہ صورت ہے کہ معتزلہ جو اس
علم میں اُستاد مشہور ہیں جناب باب علوم کی درگاہ سے تلمذ یافتہ ہیں کیونکہ معتزلہ کا اُستاد واصل بن
عطا ہی اور وہ جناب محمد حنفیہؓ کا شاگرد ہے اور وہ جناب اپنے پدر عالیمقدار اعنی جناب حیدر کرار سے
تلمذ یافتہ ہیں اور دوسرے علم تفسیر ہی اسکے بھی منبع و ماخذ آپ ہی ہیں ابن عباس جو اُستاد مُفسرین
مشہور ہیں آپکے شاگرد ہیں فریقین میں مشہور ہی کہ کسی نے ابن عباس سی پوچھا کہ آپکا علم علیؑ ابن ابیطالب
کے علم سی کیا نسبت رکھتا ہی فرمایا کہ نسبت قطرہ باراں بدریائے بے پایاں۔ اور تیسرے علم طریقت ہی اس
علم کے دانندہ لوگ بھی اُس جناب سی منسوب ہونے کو کمال مایہ فخر و عزت سمجھتے ہیں چنانچہ تمام روئے زمین
پر جتنے فرقے اہل تصوف کے ہیں سب اپنے تئیں آپ کی جانب منسوب کرتے ہیں اور علم صرف و نحو بھی آپ
ہی کی زبان اعجاز بیان سی جاری ہوا ہے لہذا اس حدیث میں سوائے حضرات معصومین کے اور کوئی
مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں غرض تفہیم قرآن ہے اور قرآن دانی میں سب انکی محتاج ہیں اور ایسے
ہی عقلاً و نقلاً حدیث سفینہ میں کوئی ازواج وغیرہ میں سی شامل نہیں جو کچھ میرے دل میں پیدا ہوا
ہے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں بلاتعصب غور فرمائیں اور پھر بتائیں کہ حدیث سفینہ میں ازواج کی شامل
ہونے کی کیا صورت ہی۔ وجہ اوّل۔ واضح ہو کہ جناب باری عزّ اسمہ بضمن دلائل مثبتۂ وجود واجب الوجود
یوں ارشاد فرماتا ہے وَالْفُلْكِ الَّتِی تَجْرِی فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ الخ یعنی اے گروہ غافلین
دیکھو کہ منجملہ آثار وجود پروردگار کے کشتیاں ہیں کہ پانی پر جاری ہو کر باعث نفع رسانی اور دفعیۂ
دقت و پریشانی ہوتی ہیں پس ذوی عقل کشتیوں کو دیکھ کر وجود صانع عالم کا پتہ پا کر مرض مایہلکنا الا الدہر

میں مبتلا نہیں ہوتے یعنی جسوقت غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم اجسام کی جملہ اشیا چار قسم سے زائد نہیں یا آتشی ہیں یا ہوائی یا آبی یا ارضی پس جس چیز میں جس عنصر کے اجزا غالب ہوتے ہیں اُسکو اُسکے مادہ کیطرف کھینچتے ہیں چنانچہ مثل مشہور ہو کُلُّ شَیٍٔ یَرجِعُ اِلیٰ اَصلِہ یعنی ہر چیز اپنی اصل کیطرف رجوع کرتی ہے پس بنابریں جس چیز میں اجزائے ارضی ہونگی تو ضرور وہ چیز جانب پائیں مائل ہو کر اگر کوئی مانع نہوا تو اپنی اصل میں شامل ہوگی اس لئے کہ سب سے نیچے کرۂ ارض ہو اور اُس پر کرہ آب و راس پر کرۂ ہوا اور اُسپر کرۂ آتش ہو دیکھو جسوقت ہم کوئی جسمِ ثقیل جانب بالا رہا کرتے ہیں تو تھوڑے سے عرصہ میں خود بخود جانب پائیں مائل ہو کر زمین پر آکر ٹھہرتی ہے کیونکہ جاذبۂ زمین اُسکو اپنی طرف کھینچ لاتی ہے اور کشتی باوجودیکہ لکڑی اور کیل وغیرہ سے مرکب ہے کہ جن میں اجزائے ارضی غالب ہیں اور پھر اُسپر لاکھوں من اسباب لادا جاتا ہو تو بھی بقدرتِ قادر علی الاطلاق سطح آب اُسکو اُٹھائے رہتا ہے اور جانبِ مرکز جانے نہیں دیتا اور علی الخصوص کشتی نوح علیہ السلام کہ جسکے ثقل و بار کی حد و انتہا نہیں اور نہ اُس میں کوئی بادبان تھا کہ بوقتِ ضرورت اُس سے کام لیا جاوے اور نہ اسکو قطب کی احتیاج تھی کہ اس سے سمتِ مقرر کی پابندی رکھنے سے مقامِ پرخوف میں جا پھنسیں اور راہ سے بے راہ نہوجائیں اور نہ اُسے تلاطمِ امواج کا اندیشہ تھا غرضکہ کسی امر میں کسی کی محتاج نہ تھی محض تعلیم خداوندی ہر جگہہ پھرتی تھی اور بوقتِ مناسب خود ہی ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ٹھہر گئی پس وہ اہلبیت کہ جنکی مثال آنحضرت صلعم نے مثالِ کشتیٔ نوح علیہ السلام فرمائی ہو ایسے ہونے چاہئیں کہ جنکو دیکھ کر شناورانِ بحرِ تحقیق ساحلِ مراد پر پہنچ جائیں اور قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ کے مُقر ہو جائیں اور کسی امرِ اہم کے حل کرنے میں کسی کے محتاج نہوں محض تعلیم خداوندی جمیع علوم کے عالم ہوں اور جملہ دوست و دشمن اور نیک و بد علیٰ قدر مراتب اُنکے فیض عام سے مُستفیض ہوں جیسا کہ کشتیٔ نوح میں سب موذی و مفید جانور پناہ گیر تھے اگرچہ بعض نا عاقبت اندیش اس سے رخنہ اندازی پیش آئیں مگر وہ اپنی پناہ سے علیحدہ نکریں ہاں اگر کوئی مثل زوجہ و پسرِ نوحؑ خود ہی کنارہ کش ہو جائے تو وہ جانے اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ سب اوصاف حضراتِ معصومین ہی میں پائے جاتے ہیں اور کسی میں مجتمع نہیں پس اگر باوجود اسکے

ازواج وغیرہ کو داخل کیا جائے تو مثال ٹھیک نہ ہوگی (وجہہ دوم) کشتیٔ نوح باوجود موجود ہونے مادہ غرق کے غرق نہوئی پس اہلبیت بھی وہ ہونے چاہئیں کہ باوصف صفتِ انسانی سے موصوف ہونے کے مظہر العجائب والغرائب ہوں جیساکہ کشتیٔ نوح مظہر آثار عجیبہ وغریبہ تھی یہ صفت بھی حضرات معصومین کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتی (وجہہ سوم) کشتیٔ نوح سے انحراف کرنے والوں میں سے ایک زوجۂ نوح بھی تھی پس جن اہلبیت کی مثال آنحضرت صلعم نے کشتیٔ نوح کی مثال فرمائی ہے وہ ایسے ہونی چاہئیں کہ جن سے سرکشی کرنے والوں میں ایک آنحضرت کی زوجہ بھی ہو (وجہہ چہارم) کشتیٔ نوح علیہ السلام باعثِ بقائے نام نوح ہوئی کہ بذریعہ کشتی کے آپکی اولاد سام حام یافث زندہ وقائم رہے اور انکی نسل سے تمام روئے زمین آباد ہوئی اور سب کی زبانوں پر نام وذکرِ نوح جاری ہوا اور تاقیامت جاری رہیگا۔ پس اہلبیتِ رسول بھی وہ ہیں کہ جنکے ذریعہ سے نامِ نامی آنحضرت صلعم کا خیر وخوبی کے ساتھ بصیغۂ رسالت تاقیامت دنیا مین باقی رہا یعنی اگر وہ حضرات انکے بعد دنیا میں نہوتے تو نامِ رسالت لینے والا کوئی نہ رہتا ان حضرات نے لذاتِ دنیا سے منہ موڑا عیش وعشرت کو چھوڑا اور باوجود احتمال اُسکے مضا گونا گوں اور حوادثِ بوقلموں حفاظتِ دین میں بدل وجان مصروف رہے جسکے سبب سے دینِ اسلام باقی رہا اور اُسکے باعث سے بانیٔ اسلام کا نامِ نامی واسمِ گرامی آشنائے زبانِ خاص وعام رہا اور اگر یہ حضرات مثل اور ابنائے جنس کے حبِ جاہ اور خواہشِ امارت میں مشغول ہوجاتے تو دشمنانِ دین وہ وہ حملے دینِ اسلام پر کرتے جن کا دفعیہ ممکن نہوتا اور اسلام کا نام ونشان تمام عالم سے گم ہوجاتا اور جب اسلام نرہتا تو اُسکے بانی کا ذکر بھی کسی کی زبان پر نہ آتا اسلئے یہ حضرات ہر وقت میں مصالح وقت کے کاربند رہے اور دین کو خراب و تباہ نہونے دیا چنانچہ اوّل حافظِ دین نبوی نے جسوقت دیکھا کہ خلقت کا رجوع جانب ابی بکر ہوگیا بعض تو بسبب خبثِ طینتی وکینۂ دیرینہ کے حق سے منحرف رہے اور بعض کو طمعِ مال وثروت اور حرصِ جاہ و تمکنت نے جادۂ مستقیم سے بہکا کر سرگشتۂ وادیٔ ضلالت کردیا اور بعض ناقص العقل اہلِ زور کی ابلہ فریبی میں آکر گروہِ ناحق پژوہ کے شریک ہوگئے اور بعض بے دستگاہ بجبر واکراہ بظاہر معین فرقۂ گمراہ قرار پائے

جدال و قتال ہوتے تو چند قباحتیں لازم آتی ہیں ایک یہ کہ تہور بیجا کا الزام جسے ہندی میں اُجڈ پنا کہتے ہیں
آپکی جانب عائد ہوتا اور شجاع کی شان کے خلاف ہے کہ بلا لحاظ پیش و پس بھنی اڑ بیٹھے اور ارشاد الٰہی کے
بھی خلاف ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ یعنی آپ کو دیدہ و دانستہ ہلاکت میں نہ ڈالو دوسرے جو مومنین
کاملین آپکے ہمراہ تھے اپنی حیات میں آپ پر ہرگز آنچ نہ آنے دیتے جبتک کہ ایک ایک بہادر سرخروئی
جاوید نہ حاصل کر لیتا پس اس صورت میں آپ ہی دن استیصال خاندان جناب ختم المرسلین و مومنین خالصین
ہو کر ذریعۂ یادگاری رسول انبیا علیہ نسیاً ہو جاتا تیسرے یہ کہ اشیاع و اتباع خلفائے بیخائتی علانیہ دشمن
اور بدگوئی ہارون امت محمدی نہ تھے لیکن اگر نوبت بجدال و قتال پہنچتی تو وہ لوگ آپکی فضیلت
کا اظہار تو درکنار اپنا الزام مقابلہ و مقاتلہ دور کرنے کی غرض سے ارتداد و خروج سے متہم کرنے لگتے
اور مومنین و لحزین کے قلوب ایکین کو افواہ باطلہ کے تیروں سے مشبک و پارہ پارہ کر دیتے۔ آج
موالیان آل طاہرہ کو یہ دن نصیب ہوتا کہ اُن کا جوتا اور انکا سر کر رہے ہیں یعنی انہیں متخلفین
سفینۂ نجات کی مرویات سے اثبات حق کر کے ناحق کوشوں کو معقول بنا رہے ہیں چوتھے یہ کہ بعض
اشخاص خود تو نامتشخص تھی مگر انکے اصلاب سے عنقریب وہ برگزیدگان خدا ظاہر ہونے والے تھے
جو حامیان دین اور ناصران امیر المومنین کہلائے اگر اُن کنارہ کشان سفینۂ نجات کو تلوار کے گھاٹ
اتار اجاتا تو اُن شناوران بحر انصاف کا ساحل مقصود پر پہنچنا معلوم پانچویں یہ کہ اُسوقت میں آپ
ایسے مجبور و معذور نہ تھے کہ حکام جور کے غلبہ سے مغلوب ہو کر اشاعت و حمایت دین نہ کر سکیں
اور اپنی ضروریات دین بجالانے میں عاجز ہوں اور بصورت وقوع جدال و قتال ترویج دین
حیطۂ امکان سے باہر ہو جاتا کیونکہ متمکنان مسند حکومت و امارت اپنے آپکو حامیان دین و پیروان
شرع مبین ظاہر کرتے تھے اور اپنی عیب پوشی کیواسطے اسباب ترقی و تحفظ دین کی بہم پہنچانے پر
کوشش کرتے تھے پس اگر اُن سے جنگ کیجاتی تو عوام کالانعام انکو پکا مسلمان سمجھکر انکی مخالفت
سے کنارہ کش ہوتے لہذا آپنے اُن سے تعرض نہ کیا اور بغرض اظہار حق و باطل زبانی حجت و تکرار
بہت کچھ کیا کہ جس سے صاحبان عقل و فہم پر ظالموں کا ظلم و جور اور مظلوموں کی مظلومیت کا ظہور پوشیدہ

ہنیں رہ سکتا اور علاوہ حق طلبی کے جسوقت دیکھا کہ مدعیان خلافت خلاف احکام خدا و رسول
کے مرتکب ہوئے فوراً ہدایت فرماکر سب پر ظاہر کر دیا اور زبان حال سے سب کے کان کہولدئے کہ یہ تو
میاں کی لیاقت اور اسپر دعوئی خلافت بقول شخصے کس بہ تے پر تتا پانی چنانچہ بارہا لولا علی لہلک عمر
ہماری تحریر کی تصدیق کر رہا ہے پس اہل انصاف غور فرمائیں کہ اگر جناب امیر علیہ السلام بعد انتقال جناب
رسالتمآب صبر و سکوت اختیار نہ فرماتے تو پنجایتی اماموں کا عدم استحقاق اور لاعلم و بے مایہ ہونا کیونکر
ثابت ہوتا اور درصورت صف کشی وہ لوگ آپ کا کیا لحاظ کرتے جنہوں نے باوجود تاکید شدید جیش
اسامہ سے تخلف کیا اور وقت آخر میں آنحضرت کو آزردہ کیا مقام غور ہے کہ آنحضرت صلعم نے مرض الموت
میں تجہیز جیش اسامہ کا حکم دیا تھا یا نہیں اور سوائے اہلبیت اطہار کے جملہ اکابر مہاجرین و انصار
خصوصاً ثلاثہ نامدار کی گردنوں میں ابن آزاد کردہ کی اطاعت کا طوق سنگین ڈالا گیا تھا یا نہیں
اور اگر حکم دیا تو متخلفین کو کیا کہنا چاہئے رسول صلعم نے تو یوں ارشاد فرمایا تھا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ
جَیْشَ الْاُسَامَةِ اور اگر آپ نے حکم نہیں فرمایا تھا تو ان علمائے کاملین کو کیا سمجھنا چاہئے کہ
جنہوں نے اپنی تصنیفات کو اس ذکر سے مالامال کیا ہے اگر بلا تعصب انصاف کی نگاہ سے اس
مضمون کو ملاحظہ کریں تو اہل خرد بے تامل بول اٹھیں گے کہ ہمراہی اسامہ سے آنحضرت صلعم کی یہ غرض
تھی کہ مفسد اور سرکش لوگ اسوقت میں یہاں سے دور ہو جائیں اسواسطے کہ طاقت نشست و برخاست بالائے
طاق پاس بیٹھنے والوں کا باآواز بلند بولنا بھی شاق جملہ آثار مرگ موجود امید صحت و جاں بری مفقود
اور اسپر تاکید روانگی اور ایسے لوگوں کو امیر لشکر کی اطاعت میں دینا کہ بقول معتقدان ثلاثہ پشت و پناہ
دین جاں نثار رسید المرسلین مروج اسلام مامن خاص و عام تھے چنانچہ ایک صاحب نے کہا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صاحب
کی ذات گرامی درمیان نہوتی تو اسلام دنیا سے جاتا رہتا ایسے وقت میں ایسا کرنا انصاف اور دور اندیشی
کے بالکل خلاف ہے بلکہ اسوقت میں تو اگر ایسے سچے دمساز اور یکتے جانباز کہیں دور بھی ہوتے تو بلا کر پاس
بٹھلاتے یہ بات تو آنحضرت بھی جانتے ہونگے کہ میری وفات کے بعد مفسد لوگ فساد برپا کرینگے اور اسکی
انسداد کی مجال سوائے ابوبکر کے اور کسی میں نہ تھی اور باوجود اس کے ایسا کرنا سخت ناقدری کا الزام

جیش اسامہ کا ذکر

آپ کیجانب عائد ہوتا ہے اسوقت ایک عجیب لطیفہ یاد آیا قصص الانبیا میں لکھا ہو کہ جب حضرت ابوبکر
صاحب نے تسلط پاکر اسامہ کو مع لشکر روانہ کرنا چاہا تو بعض دوراندیش لوگوں نے منع کیا آپنے فرمایا
کہ اگر میں جانوں کہ مدینہ کے درندے ازواج نبیؐ کے پاؤں کھینچیں گی تو بھی رسول کے تیار کیئے ہوئے
لشکر کو واپس نہ کرونگا سبحان اللہ قربان ہو جائیں قدر دان اس محبت و متابعت رسول پر کہ
ایسے پرخوف وقت میں جبکہ ہر طرف بلوائی کفار شور مچا رہے تھے رسول کا درست کیا ہوا علم کھولنا
گوارا نہوا مگر خلیفہ صاحب کے دشمنوں کو دال میں کالا نظر آتا ہی کیونکہ جسوقت رسول نے اپنی زبان
مبارک سے یوں ارشاد فرمایا کہ جاؤ اسامہ کے ہمراہ اور جو نہ جائیگا اسپر خدا کی لعنت اسوقت زبان
فصاحت بنیان یوں گوہر فشاں نہوئی کہ پیچھے میں تو مدینہ کو پھر کے جانا نہیں چاہیے وہاں جاکر
ناک منھ ایک ہو جائے اور کوئی ابن ربیعہ وغیرہ میری ٹانگیں کھینچتا پھرے مگر رسولخداؐ کی رسالت سے
باز نہ آونگا اسوقت میں ایسا ارادہ ظاہر کرنا خلاف دوراندیشی تھا رسول کی حالت اچھی نہ تھی آثار مرگ
صاحبان تجربہ کی پیش نظر تھے اور مقولۂ عام از شب آبستن چہ زاید و نہ معلوم فردا چہ سانحہ رو نماید دل
میں طرح طرح کی خیالات و وسواس پیدا کر رہا تھا اور دختر نیک اختر وقت وقت کی حالات سے خبر دے رہی
تھی اور اسوقت میں نونہال آرزو چمن مراد میں بار بار اور ہم چشموں میں سرخروئی حاصل یعنی مسند حکومت
پر حکمرانی کر رہے تھے اسپر بھی اظہار درد و محبت نہ فرمائیں تو پھر کب۔ اہل خرد ذرا انصاف فرمائیں کہ
یہ کیا بے معنی اور بے جوڑ کلام ہے کہ اسامہ کی امارت تو بجال و رثلاثہ کا ماتحتی میں جانا محال۔ دونو
حکم رسولؐ کے تھے اگر محبت رسولؐ نے اسامہ کو امارت سے معزول کرنا گوارا نہونے دیا تو یہ بھی مقتضائے
محبت تھا کہ جسطرح سے رسول نے حکم دیا تھا اسیطرح سے تعمیل کی ہوتی ع بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش
من انداز قدرت رامے شناسم۔ اور قصص الانبیا میں یہ بھی لکھا ہو کہ جسوقت آیہ الیوم اکملت لکم الخ نازل ہوئی
تو ابوبکر صاحب سنکر بہت روئے غرض یہ تھی کہ ہر کمالے را زوالے جب دین کامل ہو گیا تو اب زوال
ہوگا رسول زندہ نہ رہیں گے میں کہتا ہوں کہ اس رونے سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ آجتک
تو رسول نے دین کی حفاظت کی اور اب انکے بعد بلا استحقاق میں مسند نشین ہو کر باعث زوال

ہوجاوینگا اور دوسری یہ کہ جب ابوبکر صاحب اس امر کو سمجھ گئے تو آنحضرت بھی ضرور جانتے ہونگے
کہ میرا دنیا میں نہونا دین کے زوال کا باعث ہوگا اور حفاظت دین ضروریات سے ہے پس ضرور
اس ہی واسطے آپ نے ایسے نازک وقت میں حکم روانگی لشکر فرمایا تھا اور ثلاثہ وغیرہ کو ماتحتی پر
مامور کیا تھا تاکہ مفسدہ برپا نہ ہونے پائے اور دین کو زوال نہو ورنہ بڑے افسوس کی بات ہے
کہ جو لوگ دفعیۂ فساد اور انتظام دین کی لیاقت رکھتے ہیں انکو ایسے وقت میں علیحدہ کرنا گویا بنیاد
فساد قائم کرنا ہے اور ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ تدبیر دفعیۂ فساد کرنا ہر ذی عقل کو ضرور ہے خصوصاً رسول
کو وہ تو اسکے واسطے مامور ہی ہوئے تھے اگر حضرات ثلاثہ خصوصاً بڑے صاحب سچے دوست رسول کے
تھے تو واجب تھا کہ جس وقت زبان اقدس سے یہ کلمہ جاری ہوا تھا کہ جاؤ اسامہ کے ساتھ فوراً
بلا قیل و قال چلدیتے اور اگر چلدیئے تھے یا ابھی تیاری سفر میں مشغول تھے کہ وفات ہوگئی تو بھی
ہرگز نہ رکتے کیونکہ روانگی پر تو مامور تھے تعمیل واجب تھی اور خیال کرنا چاہیئے تھا کہ آنحضرت نے
بحالت نزع جو حکم دیا ہے تو کچھ سوچ کر ہی فرمایا ہوگا کہ ثلاثہ ماتحتی اسامہ میں جائیں اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ تا صدور حکم ثانی حکم اول بحال رہتا ہے پس اب بتائیں کہ بنابر کس حکم کے روانگی سے باز رہے اور
جس امر میں مصروف ہوگئے یعنی انصرام خلافت یہ اُن پر واجب نہ تھا اسلیئے کہ کوئی اُن کا
متقلد مدعی نہیں کہ آنحضرت نے ابوبکر صاحب کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا بلکہ یوں کہتے ہیں کہ امت
کی رائے پر چھوڑ دیا تھا جس پر اجماع ہو جائے وہی میرا خلیفہ ہے اور بقول حضرت ابوبکر صاحب
کے امت کا اجماع باطل پر تو ہو نہیں سکتا پس انکو تخلف جیش اسامہ کی کیا ضرورت تھی امت
آپ بکھ لیتی اگر کوئی بلوائی سر ابھارتا امت حق پر مجتمع ہوکر اُسکو دفع کر دیتی آپ نے تعمیل ارشاد
سے کیوں منھ موڑا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر حدیث لاتجتمع اُمتی علی الباطل صحیح تھی تو ابوبکر
صاحب کو فرمان رسول پر اطمینان نہ تھا ورنہ ضرور ایجاد بندہ ہے اور وہ بھی گندہ اور اگر یہ سوچ کر
رہ گئے ہوں کہ دفعیۂ بلوہ ہمارے سوا کوئی نہیں کر سکتا تو آنحضرت پر اعتراض وارد ہوگا کہ ایسے
شخصوں کو ایسے وقت میں جدا کرنا چاہا تھا۔ آمدم بر سر مطلب مجھکو یہاں صرف حضرات ثلثہ اور

پیروانِ ثلثہ کی کیفیت و حالت دکھا کر یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ ایسے لوگوں سے اگر جناب امیر علیہ السلام با
وجود قلتِ انصار جدال فرماتے تو کیا نتیجہ پیدا ہوتا جن لوگوں نے فرمانِ رسول کی وقعت نہ کی وہ
نائبِ رسول کی کیا حرمت کرتے بیشک حکمِ ارتداد جاری کر دیتے اور عام لوگ اُنکی پیروی میں جناب امیر کو
معاذ اللہ خارجی سمجھکر بوقتِ عروضِ مشکلات بھی اُن سے رجوع نہ کرتے اور لولا علی لہلک عمر زینتِ تحریر
زمانہ سازی نہوتا بس اسوقت میں متمسکان سفینۂ نجات کو یہ موقع نہ ہاتھ آتا کہ انکا جو تا انکا سر کر رہے
ہیں لہذا راہ بردینِ نبوی نے صبر و سکوت اختیار کر کے سالکان طریقِ تحقیق کو قطاع الطریق کا
نشان بتا دیا کہ ابدالآباد انکے حملات سے محفوظ رہیں اور بعد اس جناب کے حضرت امام حسن علیہ السلام نے
بفحوائے الولد سر لابیہ۔ حفاظتِ دین اور بقائے شرع مبین میں حسب اقتضائے زمانہ کوشش و سعی فرمائی
اول تو تقریباً چھ مہینہ تک کل منتسبان اسلام اور مدعیان اطاعت خیر الانام کو امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر فرماتے رہے مگر جب دیکھا کہ اکثر ناقص الاعتقاد برگشتہ از راہ سداد نظر آتے ہیں یعنی در پردہ معاویہ
سے ساز باز رکھتے ہیں اور آپ کو بھی ترغیب صلح دیتے ہیں باوجودیکہ معاویہ و طرفداران معاویہ کا مکر و
فریب بارہا بچشم خود دیکھ چکے تھے از آنجملہ قصۂ پنچائت اور جناب امیر علیہ السلام کو بر سر منبر ناسزا کہنا اور با
وجود فہمائش مقابلۂ جناب امیر المومنین و مقاتلۂ مومنین سے باز نہ آنا ہے چنانچہ قصص الانبیا میں لکھا ہے کہ
جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمکو خونِ عثمان کا دعویٰ ہے تو اُسکے مستحق انکے بیٹے ہیں اُنکو بھیجو کہ آئیں
اور قاتل کا نام و نشان بتائیں ہوے کا خون ہے کیونکر اور کسکو سزا دوں مگر معاویہ اور انکے ہمراہیوں نے
سے کسی نے نہ سنا اب صاحبان انصاف غور کریں کہ اس تحریر سے معاویہ کا باغی و مفسد ہونا ثابت ہوتا ہے
یا نہیں مقتضائے مومنیت تو یہ تھا کہ امیر المومنین کی حضور میں مقدمہ پیش کرتے اور جو کچھ آپ حکم فرماتے اُس پر راضی
رہتے نہ کہ امیر المومنین خود فرمائیں کہ عثمان کی اولاد جو بوقتِ قتل موقع واردات پر موجود تھی آئے اور
مجرموں کو شناخت کرے اور اسپر بھی اہل ایمان کی خونریزی سے باز نہ آئیں کیا آیۂ اطیعوا اللہ و اطیعوا
الرسول و اولی الامر منکم۔ کے مخاطبین میں بنی امیہ شامل نہیں تھے افسوس کوئی بھلا مانس اتنا انصاف
نہیں کرتا کہ مالک بن نویرہ تو ابوبکر کی اطاعت نہ کرنے سے کافر واجب القتل قرار پائے حالانکہ صرف زکوۃ

دینے میں تامل کیا تھا وہ بھی عذر کے ساتھ کسی مسلمان کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ ارادہ صف لشکی بھی ظاہر
نہیں کیا تھا اور معاویہ نے امیر المومنینؑ کو منبروں پر علانیہ برا کہا اور کہلایا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون
بہایا اور اسپر بھی دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوا بلکہ اپنے منہ میاں مٹھو خود امیر المومنین ہو گیا مصرعہ۔
اندھی نگری چوپٹ راجہ کون کرے نیاؤ۔ الغرض باوجود اسکے کہ معاویہ کا ارتداد و کفر بچشم خود دیکھ چکے
تھے اور اسپر بھی پیغام صلح لاتے تھے اسلئے آپ نے مجبور و ناچار ہو کر صبر و سکوت اختیار فرمایا کیونکہ مثل
اوقات سابقہ اسوقت میں بھی استیصال مومنین کا کھٹکا لگا ہوا تھا اسلئے کہ جو لوگ باوجود مشاہدہ بغاوت
وسرکشی وفریب معاویہ پیغام صلح لاتے تھے اور اتنی شرم نکرتے تھے کہ کس منہ سے یہ پیغام ادا کریں کیونکہ پہلے
اپنے منہ سے اسکو باغی قرار دے چکے تھے اگر نوبت بجنگ آتی تو اُن نا انصافوں سے کیا امید کی جا سکتی تھی
اور مومنین کاملین کی جمعیت آپکے پاس کافی نہ تھی کہ دفعیہ اشرار کر کے حفاظت دین کر سکیں لہذا آپ نے
صلح کی اور غائبین وجاہلین کے کان کھولنے کی غرض سے آپ نے اس شرط پر صلح کی کہ میرے باپ کے
دوستوں کو امن و امان سے رکھے اور اس جناب پر تبرا کرنا موقوف کر دے اور روضۃ الاصفیا صفحہ ۱۹۲
میں لکھا ہے کہ آپ نے اس شرط پر پیغام صلح دیا کہ معاویہ بعد اپنے سوائے میرے کسیکو خلیفہ نہ کرے اور
اہل عراق وحجاز سے میرے والد کے معاملات پر کسیطرح کا مواخذہ نہ کرے اور میرا قرضہ ادا کر دے
ان شروط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسے مجبور و ناچار تھے کہ بزور شمشیر کچھ انسداد نکر سکتے تھے اور درصورت
جدال مومنین کی کشت حیات کو پائمال کرنے کے سوا کوئی نتیجہ نہ تھا اور جب ایسا ہوتا تو باغیوں کی
بغاوت کیونکر ظاہر ہوتی اور بلا شرط صلح کرنے میں یہ اندیشہ تھا کہ کور باطن لوگ بڑی طمطراق کے
ساتھ معاویہ کی مومنیت وعدالت بلکہ امارت ثابت کرنے لگیں گے اس لئے آپ نے یہ شروط لگائیں آپ
جانتے تھے کہ معاویہ ان شرطوں کی پابندی نہ کریگا پس جسوقت طرفداران معاویہ اس صلح کو حقیقت
خلافت کا ذریعہ قرار دیں گے تو اہل حق الزام عہد شکنی سے معاویہ کی ناہنجاری کا اثبات کر دیں گے
الغرض آپ نے مومنین کی حفاظت کیغرض سے صلح کی اور معاویہ کے ایمان کی کیفیت ظاہر رکھنے کی
غرض سے یہ شرطیں لگائیں معاویہ نے ان شرطوں کی ایسی پابندی کی کہ جو کوئی اظہار رفاقت جناب

امیر علیہ السلام کرتا تھا فوراً قتل کیا جاتا تھا عوام کا تو کیا ذکر ہے خاص اصحاب رسول میں سے پانچ
شخص اس جرم میں قتل کیے گئے چنانچہ سیرۃ المحمدیہ کا صفحہ ۵۰ قابل ملاحظہ ہے اور یزید کیواسطے بیعت
لینے میں ایسی کوشش کی کہ لوگوں کو ڈرا ڈرا کر آمادہ کیا اور مطلق خیال نکیا کہ صلحنامہ میں یزید کے خلیفہ نکرنے
کی اوّل شرط ہے اور امیر المومنین پر سنہ ۹۹ھ تک برابر خطبوں میں سبّ و لعن کرتا رہا عمر ابن عبد العزیز کے
زمانہ میں موقوف ہوا دیکھو تاریخ ابو الفدا جلد اوّل صفحہ ۲۱۲ اور باعث موقوفی یہ ہوا کہ ایک وز اس کی
اجلاس میں ایک رئیس یہود نے عرض کیا کہ ای خلیفہ زماں اپنی دختر سے میرے لڑکے کا عقد کردے
یہ سنکر خلیفہ اور مریدان خلیفہ برافروختہ ہوکر بولے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تو کافر ہے اور خلیفہ امیر المومنین
اُس نے کہا کیا مضائقہ ہے تمہارے رسول نے بھی تو علیؑ سے اپنی دختر کا عقد کردیا تھا خلیفہ بولا تیری
منھ میں خاک کیا تو علیؑ کو کافر بتاتا ہے اُسنے کہا میں تو نہیں جانتا مگر تم لوگ جو خطبوں میں اس جناب پر تبرّا
کرتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی سمجھتے ہوگے کیونکہ مومن پر تو لعن کسی مذہب میں درست نہیں
یہ سُننا تھا کہ اہل دربار کے سر جھک گئے اور بجز اسکے کچھ نہ بن پڑا کہ معاویہ کی سُنّت کو ترک کریں ع
قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ امام حسن علیہ السلام کی صلح مومنین و منافقین کے امتحان کی کسوٹی
تھی جن لوگوں کے دل نور ایمان سے منوّر تھے دائرہ ایمان سے خارج نہوئے اور حامی دین نبوی قاعدہ
قائم رہے یعنی جناب امام حسن علیہ السلام کی رفاقت و اطاعت سے دست بردار نہوئے اور جنکے سینوں میں
جہل و نفاق کی آگ دبی ہوئی تھی اُن کی زبانوں سے زبانہائے فسق و فجور نے ظہور کیا یعنی بڑے
شوق کیساتھ معاویہ کی غاشیہ برداری میں مصروف ہوگئے اور مطلق العناں ہوکر تکیہ زمیدان وغا
و شہسوار عرصہ لافتی کی شان میں منھ زوریاں کرنے لگے اور منکرین امامت امیر شام کے مقابلہ میں
صلح امام کو دلیل حقیت قرار دینے لگے جیسا کہ اب بھی قاصران ثبوت فضیلت معاویہ بے سوچے سمجھے
بول اٹھتے ہیں چنانچہ مولوی مسیح الدین صاحب کاکوری نے اپنی تاریخ الخلفا میں لکھا ہے الغرض
قائلان خلافت معاویہ کو حسب سُنّت ابن ابی قحافہ یزید پلید دشمن رب مجید کا حلقہ بگوش ہونا پڑا یعنی
استخلاف خلافت یزیدیہ کے قائل ہوئے جیسا کہ اکثر الجماعت نے اپنی اپنی تصانیف میں اعتراف و

اقرار کیا ہے کہ یزید امام برحق تھا چنانچہ بعض معتمدین کے اسمائے گرامی ذیل میں مندرج ہیں یہ سب حضرات
یزید کو خلیفۂ رسول جانتے ہیں ابو شکور سلمی بر حاشیۂ عقائد نسفی صفحہ ۱۰۲ ملا علی قاری بشرح فقہ اکبر صفحہ ۸۴
اور ۸۷ ابو الفتح عبد الکریم شہرستانی در ملل و نحل صفحہ اور ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اور امام غزالی احیاء العلوم
میں اور سوائے انکے اور علمائے اعلام نے بھی مثل ان صاحبوں کے تحریر کیا ہے دیکھو قول فیصل پس غور کرنا چاہئے
کہ یزید پلید نے خاندان رسالت کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اسپر بھی اُسکو
بعض محتاط لوگ امام برحق ہی کہے جاتے ہیں اگر نعوذ باللہ جناب امام حسین علیہ السلام اس لعین سے بیعت کر
لیتے تو یہ حضرات کیا کیا آفتیں برپا کرتے صرف امیر المومنین ہی کہنے پر اکتفا نکرتے بلکہ سُنت ہائے یزیدیہ کو
کھُلم کھُلا ترویج دیتے اور جملہ منہیات شرعیہ مثل شراب خواری و زناکاری و عقد محرمات ابدیہ وغیرہ کو عمل میں
لاتے اور منحرف کو کلام ربانی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اُولی الامر منکم سُنا کر مثل اپنے بنانے میں کوشش
کرتے اور اگر کوئی امامت یزید میں کلام کرتا تو بے دھڑک اس نامعقول قول سے معقول کرتے کہ سبط رسول
نے اس سے بیعت کی ہے پس اُسکی فضیلت کیواسطے اتنا ہی کافی ہے چنانچہ باوجود نہ پائے جانے کسی فضیلت کے
امیر المومنین رضی اللہ عنہ کہے جاتے ہیں مدارج النبوۃ جلد دوم میں لکھا ہے۔ محدثین اتفاق کردہ اند کہ ہیچ حدیثے
ثابت نشدہ در فضیلت معاویہ۔ اور علاوہ اسکے یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ حضرت سبط اکبر نے جو اس سے
صلح کی تھی وہ مشروط تھی کہ جناب امیر علیہ السلام پر تبرا کرنا کرانا موقوف کردے اور اُس جناب کے دوستونکو
آزار نہ پہنچائے اور اپنے بعد یزید کو خلیفہ نکرے اور معاویہ نے اُسپر کچھ عمل نہیں کیا بلکہ برعکس کیا جیسا
کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اسپر بھی وہی کہے جاتے ہیں کہ سبط اکبر نے معاویہ سے بیعت کر لی وہ امیر المومنین ہو گیا
حالانکہ خوب جانتے ہیں اذا فات الشرط فات المشروط۔ بلکہ اگر معاویہ ان شروط پر عمل کرتا تو بھی عقلاً یہ
استدلال درست نہ تھا کہ صلح سے وہ امیر المومنین ہو گیا کیونکہ صلح اختیاری نہ تھی بلکہ مجبور ہو کر ان فسادات کا
دفعیہ صلح سے ہی دیکھا گیا تھا جو کہ معاویہ کی ذات سے واقع ہوئی تھی پس اگر جناب امام حسین علیہ السلام یزید
سے بیعت کر لیتے تو اُسکے امام برحق کہنے میں کسکو تامل ہوتا اور جب ایسا ہوتا تو دین کا نام بھی دنیا میں
نرہتا کیونکہ معاویہ وغیرہ تو بظاہر دیانت داری اور تقوی شعاری سے بھی بمصلحت وقت کام لیتے تھے اور

علانیہ بلا تدبیر مرتکب مناہی ہونے کو پسند نہ کرتے تھے اگرچہ باطن میں استیصال خاندان رسالت کی بنیاد قائم کرتے تھے مگر ظاہر میں قال اللہ قال الرسول کا بھی تکرار تھا لہذا صبر و سکوت بہا فطانت دین کارگر ہوگیا یعنی پیروان دین خدا اور مطیعان شاہ ہر دو سرا حریصان حکومت و امارت کے دست تطاول سے محفوظ رہے اور ظالمان و غاصبان حق کی بد اطواریاں بھی نقش قلوب مومنین ہو کر تا قیامت جاری ہیں اور زمانہ یزید میں صبر و سکوت کا فائدہ رساں ہونا تو کیا معنی بلکہ مضرت رساں ہوتا کیونکہ وہ ملعون علانیہ مرتکب مناہی تھا اور خدا و رسول سے مطلق نہ شرماتا تھا چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب بھی اسکی بیدینی کے سر الشہادتین میں قائل ہوئے ہیں اور تاریخ الخلفائے اردو کے صفحہ ۸۹ میں لکھا ہے کہ جب یزید مسند نشین ہوا تو تجدید بیعت چاہی اسوقت بعض محتاط لوگوں نے کہا کہ اگر تو پابندی حکم خدا و رسول مدنظر رکھے تو ہم تجھ سے بیعت کرتے ہیں اسکے جواب میں بولا کہ ہر امر میں میری طاعت کرو خواہ موافق خدا و رسول ہو یا ناموافق پس ایسے ملعون سے بیعت کرنے والے کب پابندی دین کر سکتے تھے بلکہ اسکی بدعات کے مرتکب ہو کر رفتہ رفتہ سب بد کردار اور غافل از دین رسول مختار ہو جاتے اور اہلبیت رسول کا منصب حفاظت دین تھا اور حفاظت اور طریق سے ہو نہیں سکتی تھی لہذا جناب خامس آل عبا نے سر کٹوانا گھر بار لٹوانا منظور فرمایا اور اپنے جد امجد کے دین برگزیدہ کو یزید ناخدا ترس کے پنجوں سے چھڑایا اور معنی الحسین منی و انا من الحسین کے گوشگذار خاص و عام فرمائے معنی اس حدیث کے یہ ہیں حضرت فرماتے ہیں کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں حسینؑ کا رسول سے ہونا تو محتاج بیان نہیں مگر رسولؐ کا حسینؑ سے ہونا حل طلب ہے فقیر کے نزدیک اس میں اشارہ ہے اس امر کیطرف کہ حسینؑ اپنا سر دیکر میرے دین کو بچائیگا اور بقائے دین میری یادگاری کا ذریعہ ہے پس حسینؑ کے ذریعہ سے نام رسول دنیا میں باقی رہیگا بیشک آپ کی شہادت کے سبب سے ہی بندگان خدا کو یہ سوچنے کی نوبت آئی کہ اگر بیعت یزید موجب خسر الدنیا والآخرہ نہوتی تو فرزند رسول یہ مصیبت گوارا نفرماتے پس مومنین نے امام کے مخالف اجماع کرنے والوں کے قول و فعل کو اختیار نہ کیا اور طریقہ رسولؐ بذریعہ اہلبیت رسولؐ حاصل کیا اور پابندی دین ذریعہ نجات ہے

پس شہادت امام علیہ السلام کو ذریعۂ نجات کہنا کچھ بیجا نہیں پس جنکے ذریعہ سے دین اسلام جاری اور نام رسول باقی رہا لاریب یہی حضرات اہلبیت رسول ہیں اور علاوہ ان دلائل عقلی کے اہلبیت رسول وہ ہیں کہ جنکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی اور حسب تحقیق جناب مولانا عمار علی صاحب اعلے اللہ مقامہ بخاری اور جمع بین الصحیحین وسنن ابی داؤد وموطا ابن مالک ومسند احمد بن حنبل وتفسیر ثعلبی مین لکھا ہے اور سوائے انکے اور علمائے ثقات نے بھی اقرار کیا ہے سب کے اقوال کا ذکر کرنا توموجب طوالت ہے صرف ایک روایت مشتے نمونہ از خروارے تحریر کرتا ہوں مسند عطار بن ریاح میں مرقوم ہے حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایکروز جناب مخدومۂ کائنات فاطمہ علیہا السلام نے مٹی کی ہانڈی میں کھانا پکایا اور جناب رسولخدا کیخدمت میں حاضر کیا آپنے فرمایا کہ اے پارۂ جگر علیؑ وحسنینؑ کو بلاؤ جب یہ حضرات حاضر ہوئے تو آپنے سبکو شریک طعام فرمایا ناگاہ جبرئیل امین آیۂ تطہیر لائے حضرت نے اپنی چادر مطہر علیؑ وحسنینؑ وفاطمہ پر ڈالدی اور درگاہ احدیت میں عرض کیا بار خدایا یہ میرے اہلبیت ہیں پس ان سے تو گناہوں کی ناپاکی کو لیجا ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں بھی تم میں سے ہوں فرمایا کہ انجام تیرا بھی بخیر ہے پس اگر ازواج داخل اہلبیت ہوتیں تو ام سلمہ کو بھی شامل فرما کر دعا مانگتے اور اسی طرح سے آپنے بروز مباہلہ بھی انہی حضرات کو طلب فرما کر کہا تھا۔ اللّٰھم ھٰؤلاء اھلبیتی۔ اور قطع نظر اس روایت کے آیۂ تطہیر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جنکی شان میں یہ آیہ آیا ہے وہ جمیع قبائح ومعاصی سے پاک ہوں اور بعض ازواج کے حق میں۔ لقد صغت قلوبکما۔ قرآن میں موجود ہے یعنی بیشک تم دونو کے دل کج ہوگئے ہیں اور ایک زوجہ آپکی ایسی بھی ہیں کہ جنکو حکم ہوا تھا وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ یعنی اے ازواج نبی تم اپنے اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور زمانۂ جاہلیت کا سا بناؤ اختیار نہ کرو۔ باوجود اس تاکید کے انہوں نے اونٹ پر سوار ہو کر امیر المومنین کا جا مقابلہ کیا اور مقام حواب میں کتوں کے بھونکنے پر بھی باوجود اطلاع کلی باز نہ آئیں۔ توضیح مجید میں کمال الدین کی تمام النعمہ سے نقل فرمایا ہے کہ جاہلیت اولی خروج زوجہ موسیٰ ہے بمقابلہ انکے وصی یوشع کے اور جاہلیت اخریٰ بی حمیرا کا خروج ہے کہ بمقابلہ وصی جناب رسالتمآب واقع ہوا اور اسی

کتاب میں حمیرا کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلعم بعلم خداداد عالم تھے کہ یہ بھاگوان میری وفات
کے بعد میری نائب خاص سے جنگ کریگی اسلئے آپنے حمیرا عائشہ کا لقب قرار دیا تھا کیونکہ حمیرا احمر کی تصغیر ہے
اور احمر کے معنی لغت میں بے ہتھیار سپاہی کے ہیں پس اس واسطے حضرت عائشہ کا نام حمیرا بہت ہی موزوں
نام کیا ہے یہ تو پیشین گوئی ہے چونکہ عورت تھیں اسواسطے خود تو بدن پر ہتیار لگا کر مبارز طلب نہیں ہوئیں مگر
اونٹ کی اونچی سواری پر بیٹھ کر تابعین کو آمادۂ قتال فرما رہی تھیں کسی شاعر نے آپکے حسب حال
کیا خوب شعر کہا ہے تَبَغَّلْتِ تَجَمَّلْتِ وَلَوْ عِشْتِ تَفَیَّلْتِ + لَکِ الثُّمْنُ مِنَ التُّسْعِ وَبِالْکُلِّ تَمَلَّکْتِ
یعنی اے مادر نامہربان آپ خچر پر بھی سوار ہوئیں اور اونٹ پر بھی سوار ہوئیں اور اگر کچھ روزوں
اور زندہ رہتیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہوتیں اور کیا اقبال ہے آپ کا کہ حصہ تو آپکا آٹھویں حصہ کا
نواں ہے اور در و بست گھر کی مالک بن بیٹھیں پس اہل خرد غور کریں کہ آیۂ تطہیر کا یہی منشا ہے
کہ رسول تو گھر میں بیٹھنے کا حکم فرماویں اور آپ صف کارزار میں جا ڈٹیں اور اللہ تو فرمائے کہ ایک مومن
کے قتل کی سزا جہنم ہے اور آپ ہزاروں بیگناہوں کا خون بہائیں اور اللہ تو اولی الامر کی اطاعت
واجب فرمائے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور آپ اولی الامر
کے خون کی پیاسی ہرگز عقل اجازت نہیں دیتی کہ آیۂ تطہیر ان کی شان میں ہو اور جب مصداق
آیۂ مذکورہ سے ازواج خارج ہیں تو داخل اہلبیت ہرگز نہیں تدبروا یا اولی الابصار اور نجات منحصر ہے
اہلبیت کی پیروی پر پس جو شخص ازواج کو داخل اہلبیت سمجھے تو وہ ہرگز پیرو اہلبیت نہیں بلکہ
غاصب حق اہلبیت ہے لہذا مصداق ہر دو حدیث سوائے اثنا عشریہ کے اور کوئی مذہب نہیں ہوسکتا
(س) ان حدیثوں سے یہ تو معلوم ہوا کہ جن اہلبیت و عترت کی پیروی میں نجات کا منحصر ہونا
بتایا گیا ہے انمیں ازواج اور دیگر اقربا شامل نہیں مگر بارہ کی تعداد کیونکر ثابت ہوئی کہ جس سے
پیرو اہلبیت پر اثنا عشری کا اطلاق درست ہو اور خلاف اثنا عشری کو پیرو اہلبیت کہنا بیجا ہو
(ج) یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے۔ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔ یعنی آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ
میں شہر علم ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے مطلب یہ ہے کہ احکام شرع نبوی بلا وساطت جناب

ولایتمآب معلوم نہیں ہو سکتے جیسے کہ گھر میں بلا دروازہ کے نہیں جا سکتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام حافظ و عالم شرع ہیں اور اس جناب سے سینہ بسینہ یکے بعد دیگرے جناب قائم آل محمد تک علم رسول پہنچا اور وہ حضرات تعداد میں بارہ ہیں دوسری حدیث یکون من بعدی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میرے بعد میرے بارہ نائب ہونگے اور وہ سب قریش میں سے ہونگے اور توریت کی پہلی کتاب میں لکھا ہے کہ خداوند نے حضرت ابراہیمؑ سے جناب اسمعیلؑ کے باب میں اسطرح وعدہ فرمایا میں نے دعا تیری قبول کی ہاں میں نے اسکو بارور کیا اور برکت دی اس سے بارہ امام پیدا ہونگے اور اُس کو بڑی اُمت کر دونگا۔ حدیث مذکور اور پیشین گوئی توریت سے یہ بخوبی ثابت ہوا کہ امام بارہ ہیں اور سب اولاد اسمٰعیل سے ہیں (س ق) یہ تو معلوم ہوا کہ نائبان رسول جنکی پیروی و اطاعت کا حکم ہے وہ بارہ ہیں مگر یہ نہیں ثابت ہوا کہ جنکے پیرو اثنا عشری کہلاتے ہیں وہی حضرات احادیثِ مذکورہ کے مصداق ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ بارہ یہ ہوں۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ۔ علیؑ۔ معاویہ۔ یزید۔ ساتویں مروان اور اُسکے چاروں بیٹے اور بارھویں عمر ابن عبدالعزیز یہ سب کے سب قریش بھی ہیں اور اولادِ اسمٰعیلؑ بھی ہیں (ج) ان اشخاص کو احادیثِ مذکورہ کا مصداق سمجھنا دن کو رات کہدینا ہے اسپر عقلاً و نقلاً کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی انشاء اللہ اسی کتاب میں عنقریب یہ ثابت کیا جاویگا کہ عقلاً و نقلاً کسی دوسرے کو خلافتِ نبوی کا استحقاق حاصل نہیں بلکہ اسکے واسطے جناب امیر علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات مخصوص تھی یہاں حسبِ مقام صرف اتنا ہی کافی ہو کہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا عربی میں صفحہ ۱۹۲ پر لکھا ہے کہ جناب امام حسنؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ ہمارے پدر بزرگوار خلافتِ رسولِ مختار کے واسطے افضل تھے مگر ابوبکر و عمر و عثمان نے دست اندازی کی اور جب خلافت بظاہر آپ کو دستیاب ہوئی تو طماع لوگوں نے فتنہ و فساد شروع کر دیا انتہے الملخصہ۔ اور بقول عمر ابن خطاب مصرحہ صحیح مسلم صفحہ ۹۰ جناب امیر علیہ السلام شیخین کو کاذب و غادر و خائن و آثم سمجھتے تھے اور ایسی صفات والے کو منافق کہتے ہیں پس منافق کو خلافتِ رسول سے کیا سروکار ہے اب رہے معاویہ امیر شام انکا کافر ... سواد قلب ... زیادہ مشہور ہے

دیکھو شرح ابن حدید جلد دوم صفحہ ۲۲۳ میں لکھا ہے کہ معاویہ غیر شریعت پر مرا اور ایک صندوق آتشین کے اندر طبقہ نار میں پڑا ہوا یا حنان یا منان کا شور مچا رہا ہے اور اسپر یہ جواب پاتا ہے کہ تو مفسد و نابکار تھا اسی سزا کا سزاوار ہے اور سیرۃ المحمدیہ کے صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے کہ معاویہ نے پانچ اصحاب رسول کو بجرم رفاقت جناب امیر ہو جہہ قتل کرایا اور مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ فرمایا ہے جناب رسولخدا صلعم نے جس نے علیؑ کو برا کہا اسنے مجھ کو برا کہا اور ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کو برا کہنے والا کافر ہے اور معاویہ کا جناب امیرؑ پر خطبوں میں منبروں پر تبرا کرنا اور کرانا مقبولہ فریقین ہی سنہ ۴۱ھ سے ابتدا ہوئی اور سنہ ۹۹ھ میں عمر ابن عبد العزیز نے یہ سُنت معاویہ موقوف کی دیکھو تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۲۱۲ اور مدارج النبوۃ جلد دوم میں لکھا ہے کہ محدثین اتفاق کردہ اند کہ ہیچ حدیثے در فضیلت معاویہ ثابت نشدہ اور شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۸ پر یوں رقمطراز ہیں کہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت غیر مستحقین میں منتقل ہوگئی اور ان خلفا نے بسبب اپنی لاعلمی کے فقہا سے استمداد کی اور فقہا نے انکی رضامندی کے واسطے قیاس کو شرع میں دخل دیا مقام غور ہے کہ ایسے ناہنجار کب لائق خلافت رسول ہو سکتے ہیں اور منجملہ خلفائے مذکور کے ایک مروان ہے کہ جسپر جناب سرور کائنات صلعم نے لعنت کی ہے دیکھو تاریخ الخلفا عربی صفحہ ۲۰۳ اور جناب سرور کونین صلعم نے اس ملعون کو شہر بدر کر دیا تھا اور شیخین کے زمانہ میں بھی رائے رسول بحال رہی مگر ثالث بالخیر صاحب نے اپنے زمانہ خود مختاری میں داخل ولتخانہ فرما کر اپنی دختر سے عقد بھی کر دیا وائے برین مسلمانی اور تف برین جوش ایمانی کہ رسول جسپر لعنت فرمائیں اس کو خلیفہ رسول قرار دیں اور جب بعض کو ان میں سے خارج کیا تو بارہ کی تعداد کیونکر پوری ہوگی اور علاوہ از یں یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ جن قواعد اور اصول کی رو سے ثلاثہ وغیرہ خلفائے رسول قرار پائے خلفائے بنی عباس بھی اسی طریق سے مسند آرائے حکومت و امارت ہوئے جنکی حکومت سنہ ۶۹۰ھ تک رہی پس کل کی تعداد تو سو سے بھی بڑھ جائیگی اور حدیث میں کل بارہ کی خبر ہے اور اگر ان لوگوں کو اس دورہ

یا قہر و غلبہ سے مانی گئی ہے کسی نے جناب رسالتمآب صلعم سے سارٹیفکٹ حاصل کر کے خلافت حاصل
نہیں کی پس اسکی کیا وجہ ہو کہ ثلاثہ و بنی امیہ تو قواعد مذکورہ کی وجہ سے خلفائے رسول ہو جائیں
اور بنی عباس اس شرف سے محروم کیے جائیں پس بنا بریں لازم آتا ہے کہ یا تو ان اصول خلافت کو ناجائز
و بے اصل قرار دیں یا جن جس میں یہ شروط پائی جائیں سبکو خلفائے موعود کہیں صورت اول
میں تو سارے خلیفہ مصنوعی ثابت ہوتے ہیں اور بصورت ثانی صحیح تکذیب ارشاد رسول ہے
اور یہ دلیل بے ایمانی ہے پس مقتضائے عقل تو یہی ہو کہ صورت اول اختیار کریں اور منصب الٰہی کو بندوں
کے سپرد نہ کریں یعنی جن لوگوں نے یہ اصول بنائے ہیں انکی کوئی خاص غرض ہو گی اب لاحقین پرائے
شگون کے واسطے کیوں اپنی ناک پر آفت نازل کریں ورنہ بقول شخصے آگے آگے گرو اور پیچھے پیچھے چیلا ۔
الحمد للہ کہ اس جرح و قدح سے مدعیان خلافت غیر مستحقین کا دعویٰ باطل ہوا تو ہمارا دعویٰ بحال ہے
لاریب حدیث مذکورہ سے وہی حضرات معصومین مراد ہیں کہ جنکے پیرو اثنا عشری کہلاتے ہیں اور سواطع التنزیل
میں مرقوم ہے کہ حمونی نے جو معتبرین علمائے اہلسنت سے ہے باسناد خود ابن عباس سے روایت کی ہے
کہ جناب سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے انا سید النبیین و علی سید الوصیین وان اوصیائی
بعدی اثنا عشر اولھم علی ابن ابیطالب و آخرھم المہدی یعنی میں سید انبیا ہوں اور علی سید اوصیا ہے اور میرے
بعد میرے بارہ وصی ہیں کہ پہلے انمیں سے علی ابن ابیطالب ہیں اور آخر سب کے قائم آل محمد مہدی
آخر الزمان ہیں اور صاحب نزہتہ نے مسلم اور محی الدین عربی سے چند حدیثیں نقل کی ہیں کہ جن میں
آنحضرت نے اپنے اہلبیت میں سے بارہ امام ہونے کی خبر دی ہے اور شاہ تراب علی صاحب کاکوروی
اپنی کتاب مطالب رشیدی کے صفحہ ۲۵۷ میں نقلاً عن سیف المسلول مصنفہ قاضی ثناء اللہ
پانی پتی یوں رقمطراز ہیں کہ جو شخص جمیع اولیائے خدا کا حصول مرتبہ ولایت میں محتاج الیہ ہو
وہ امام ہے اور یہ رتبہ جلیل اور منصب نبیل یعنی رتبہ ولایت جس کسی کو امم سابقہ میں سے حاصل ہوا
جناب ولایتمآب کی روح پر فتوح کے وسیلہ سے ملا اور بعد جناب رسالتمآب صلعم جملہ اصحاب رسول
و تابعین مقبول اس رتبہ پر آپ ہی کے وسیلہ سے فائز ہوئے اور بعد انتقال جناب ولایتمآب آپکے

قائم مقام جناب سبطِ اکبر یعنی حسن مجتبیٰؑ ہوئے اور بعد انکے شہید راہِ خدا جناب امام حسینؑ اور بعدہ
جناب سید الساجدینؑ اور بعدہ جناب امام محمد باقرؑ اور بعدہ جناب جعفر الصادقؑ اور بعدہ موسیٰ کاظمؑ
اور بعدہ موسیٰ الرضاؑ اور بعدہ محمد تقیؑ اور بعدہ علی نقیؑ اور بعدہ حسن عسکریؑ اور امامؑ دوازدہم چونکہ
ابھی ظاہر نہیں ہوئے اسلئے اُنکا نام نہیں لکھا اور سوائے سُنیاں جناب شیخ عبد الرحمن المعروف
بہ ملا جامی شواہد النبوۃ میں نام بنام یازدہ آئمہ معصومین کے یکے بعد دیگرے متمکن مسند امامت ہوچکنے
کا اقرار فرماتے ہیں اور امام دوازدہم کے انتظار کا مقلدین کو راستہ بتلاتے ہیں اور کمال الدین بن طلحہ
جو کہ علمائے ثقات اہلسنت میں سے ہے اپنی کتاب خطبہ اثنا عشریہ میں امام دوازدہم کے بیان میں ارقام
فرماتے ہیں مولد ان کا سُر من رائے ہے اور بتاریخ بست و سوم ماہِ رمضان سنہ ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے
اور نسب انکا از طرف پدر و مادر اسطرح پر ہے کہ باپ اُنکے ابو محمد الحسن الخالص ہیں اور اُن کے باپ
علی نقیؑ اور اُن کے باپ محمد تقیؑ اور اُنکے باپ موسیٰ الرضاؑ اور اُنکے باپ موسیٰ کاظمؑ اور اُنکے باپ
جعفر صادقؑ اور اُن کے باپ محمد باقرؑ اور اُن کے باپ زین العابدین اور اُنکے باپ حسینؑ ابن علی ہیں
علیہم السلام۔ اور مادرِ گرامی کا نام نامی بعضوں نے نصقیل اور بعض نے حکیمہ اور بعض نے
اور اور نام بھی لکھے ہیں اور آپ کا نامِ مبارک محمدؐ ہے اور کُنیت ابو القاسم اور لقب حُجّت اور
خلفِ صالح اور بعض نے منتظر لکھا ہے پس اس سے زیادہ آئمہ مقبولہ شیعہ کے موعودِ حدیث ہونے کا
اور کیا ثبوت ہوگا کہ عقلاً و نقلاً فریقین کے یہاں سے ثابت کر دکھایا لہذا جو ان کا پیرو ہے وہی
نجات پائیگا اور جو ان کے ہوتے غیروں کو پیشوا بنائیگا وہ انکے ساتھ جہنم میں جائیگا (س) ان
بارہ اماموں کو تو سب اہلِ اسلام اپنا پیشوا جانتے ہیں اور اُنکے اطاعت کو ذریعہ حصول جنت مانتے
ہیں اور اُنکا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے (ج) سوائے مذہب اثنا عشریہ کے کسی کو پیروی
آئمہ اثنا عشریہ نصیب نہیں خدا کے فضل سے یہ شرف و کرامت محبان شاہِ ولایت ہی کا حصہ ہے
عیاں راچہ بیاں لفظ اثنا عشری پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ سچے دل سے پیرو آئمہ اثنا عشر ہیں
اور اُن کے مخالفین سے بیزار ہیں دیکھو یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو جس کو اچھا جانتا ہے وہ اُنکے

قول و فعل کو ضرور مستحسن سمجھتا ہے اور اسکے خلاف کہنے والے کو سراسر لغو جانتا ہے اب اہلِ خلاف
کی خلاف ورزی آئمہ اثنا عشر سے قابلِ ملاحظہ ہے کہ اصول مین تو ابو الحسن اشعری اور ابو المنصور ماتریدی
کے اقوال سے استدلال ہے اور فقہ ابو حنیفہ و شافعی و مالک و حنبل کے قیاسات سے مالا مال ہے کہیں
آئمہ اثنا عشر کا ذکر نہیں بھلا امام مفترض الطاعت کو کیا سمجھیں گے ان کو تو زمرۂ علما میں بھی
شمار نہیں کرتے دیکھو سیرۃ النعمان مصنفۂ مولوی شبلی صاحب صفحہ ۳۰ امام زہری کا قول کہ دنیا میں
چار عالم ہیں ابن المسیب مدینہ میں اور حسن بصرہ میں اور مکحول شام میں اور شعبی کوفہ میں حالانکہ امام
زین العابدین اور امام محمد باقر اسکے زمانہ میں موجود تھے انکو علما میں بھی شمار نہیں کیا اور صحیح بخاری
میں غیروں سے ہزار ہا حدیث لکھی ہیں اور حضرت امام جعفر صادق سے کوئی نقل نہیں کی حالانکہ
چار ہزار راویوں نے آپ سے اخذ احادیث کیا ہے اور شمس الدین ذہبی نے اپنی کتاب مغنی میں نہایت
بے پروائی سے بے سرا لایا ہے یعنی امام جعفر صادق کو ضعفا اور مجاہیل میں شمار کیا ہے اس
جہالت سبق آموزِ ابو جہل کا کہیں ٹھکانا ہے اور کتاب میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ لم یحتج بہ
البخاری الخ یعنی اسماعیل بخاری نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کی ہوئی حدیث
کو قابلِ احتجاج نہیں سمجھا بلکہ کہا ہے کہ میں اپنے نفس میں اُنکی طرف سے کھٹکا پاتا ہوں۔ شاید اس
امر کا خوف ہوگا کہ اگر ان سے روایت کی تو کہیں طبیعت منقبض ہو کر بخار نہ آجائے بس طبیعت
کا رجوع دوسری جانب والی معلوم ہوا کہ اس حال میں سرِ دست تو جان بچ جائیگی اور امام مالک
نے بھی مرویاتِ امام کو بمقتضائے احتیاط و دور اندیشی ملکِ غیر سمجھکر دست اندازی نہیں کی تاوقتیکہ
کسی دوسرے راوی کو شریکِ روایت نہیں پایا یعنی فقط آلِ رسول کی روایت کو قابلِ اعتبار نہیں جانا
اور امام رضا علیہ السلام کے ترجمہ میں لکھا ہے قال ابو طاہر یاتی عن ابیہ العجائب یعنی ابو طاہر کہتا ہے
کہ وہ جناب اپنے باپ سے عجیب و غریب باتیں نقل کرتے ہیں اور پھر کہا ہے کہ ابو الحسن دار قطنی نے مجھے
خبر دی ہے کہ علی ابن موسیٰ اپنے باپ سے عجائب نقل کرتے تھے اور وہم کیا کرتے تھے اور خطا کیا کرتے
تھے اور علی بن محمد عراقی مدنی نے اپنی کتاب تنزیہ الشریعہ میں جناب امام یازدہم کے باب میں

لکھا ہے لیس بشی یعنی وہ کسی شمار میں نہیں ہے یہ خیالات علمائے مخالفین کے آئمہ معصومین کی نسبت
ہیں بھلا اس صورت میں پیرو اور مطیع معصومین ہونا کیا معنی دعوائے بے دلیل قبول خرد نہیں۔ اب شیعوں کا
پیرو آئمہ معصومین ہونا ملاحظہ ہو کہ انکی جملہ کتب اصول و فروع و تواریخ و اخلاق ان ہی حضرات کے اقوال
سے مملو ہیں اور کسی غیر کی روایت درصورت مخالفت کبھی قابل اعتبار نہیں جانتے۔ شیعوں کا پیرو
آئمہ اثنا عشر ہونا ایسا طشت از بام افتادہ ہو کہ انکے مخالف بھی شاہد ہیں چنانچہ علامہ دہلی جناب
مرزا محمد صاحب مرحوم نے نزہہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جامع الاصول میں اسطرح مرقوم ہے اب ہم ان
مذاہب کا ذکر کرتے ہیں کہ جن پر اسلام کا مدار ہے وہ مذہب شافعی اور ابو حنیفہ اور مالک اور حنبل اور مذہب
امامیہ ہے اور جناب امام محمد باقر کو مجدد مذہب امامیہ لکھا ہے اور دوسری صدی کے مقدمہ میں یوں
لکھا ہے کہ دوسری صدی کے شروع میں اولی الامر یعنی بادشاہ تو مامون رشید تھا اور فقہا میں سے
شافعی اور حسن بن زیاد لولوء جو کہ ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے تھا مگر احمد اس زمانہ میں مشہور نہ تھا یہ ۲۴۱ سنہ
میں فوت ہوا ہے اور مذہب امامیہ میں علی ابن موسیٰ الرضا تھے اور جلال الدین دوانی نے شرح عقائد میں
لکھا ہے کہ اہلسنت اپنے عقائد میں صحابہ سے متمسک ہوتے ہیں اور شیعہ ان روایات کا اتباع کرتے ہیں
جو انکے بارہ اماموں سے منقول ہیں اور شرح مواقف میں لکھا ہے کہ شیعہ وہ فرقہ ہے کہ جس نے بعد جناب
سرور کائنات کے حضرت علی کی فرمانبرداری کی اور آپ کی امامت کے بالنص قائل ہوئے سراً و جہراً اور
اس امر کے معتقد ہوئے کہ امامت اور خلافت علیؑ اور اولاد علیؑ سے مخصوص ہے دیکھو صفحہ ۶۲۴ اور اسی کتاب کے
صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے کہ شیعہ لوگ پہلے اپنے آئمہ کے مذہب پر تھے اور پھر بامتداد زمانہ مختلف ہو گئے
کما صرح بہ فی قول فیصل۔ اور مولوی جہانگیر خانصاحب شکوہ آبادی نے اپنی کتاب تذکرۃ الخلفا کی صفحہ ۲۲۷
پر تحریر فرمایا ہے کہ شیعہ حضرت عثمان کے تین روز بگور و کفن پڑے رہنے پر طعنہ زن ہوتے ہیں اگر
یہ الزام مان بھی لیا جاوے تو معاملات شہداء کربلا اس سے زیادہ تر قابل افسوس ہے ذرا شیعہ اپنے
گریبانوں میں منہ ڈالیں اور ہماری مظلومیت کی داد دیں۔ مولانا صاحب ممدوح کی اس تحریر سے
صاف ظاہر ہے کہ شیعہ پیرو آئمہ معصومین ہیں اور سنی انکے مخالف اسواسطے کہ حضرت عثمان کی بیکفنی

کے ذکر سے ایسے جامہ سے باہر ہوئے کہ فوراً شہدائے کربلا کا طعنہ دیکر شیعوں کو گریبان میں منھ ڈالنے کا
حکم فرمایا اور یہ خیال نرہا کہ مورث کی نالائقی کا طعنہ وارث کو اور مقتدا کی ذلّت کا الزام مقتدیوں کو دیا
کرتے ہیں یہ کہیں نہیں سنا کہ دشمن کو دشمن کی تحقیر سے شرمندہ کرنے کا خیال کسی باوے ٹری سودائی
نے بھی کیا ہو عمی طراو ور زدہن آنچہ در آوند دل است مولویصاحب چونکہ راست گفتار ہیں اور دل و
زبان میں سرِ مو فرق نہیں اسواسطے صاف بول اٹھے کہ شیعہ اپنے گریبانوں میں منھ ڈالیں انکے بزرگ ایسے
تھے کہ مدتوں بگور و کفن پڑے رہے الحمد للہ اب ہم کو اس بات کے اثبات کی ضرورت نہیں رہی کہ پیرو
اثنا عشر سُنی نہیں اور شیعہ ہیں ہمارے محسن سادہ لوح جناب مولویصاحب موصوف الذکر خود تسلیم فرما
سے ہیں الفضل ما شہدت بہ الاعداء اور علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ حضرات
اہلجماعت اگر حضرات معصومین کے مقلد اور پیرو ہوتے تو ایسی بداعتقادیوں کے بیابان میں حیران
و سرگردان نہوتے کہ جن پر یہود و نصاریٰ وغیرہ ضعیف المذہب بھی خندہ زن ہیں از آنجملہ کچھ مختصر
کیفیت اصول دین کی معرضِ بیاں میں لاتا ہوں اور متخلفین سفینۂ نجات کے ایمان کی تصویر کھینچکر
ناظرینِ باانصاف کو دکھاتا ہوں پہلی اصل دین کی توحید ہے یعنی خداوندِ عالم وحدہ لاشریک لہ ہے
اور کسی مکان و سمت میں محدود نہیں اور جسم و صورت و زوال و تغیّر سے مبرا ہے اور حلول و رویت کا
گمان اُسکی جانب کرنا دلیل خفّتِ عقل ہے اسواسطے کہ یہ سب اوصاف لوازم حدوث سے ہیں اور ہر حادث اپنی
ہستی و نیستی میں غیر کا محتاج ہے اور محتاج لائقِ خدائی نہیں ہو سکتا شعر مراورا سزد کبریا و منی -
کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی + مگر اہلجماعت کے مقولات قابلِ غور ہیں حدیقہ سلطانیہ میں مرقوم ہے
کہ بعض کہتے ہیں کہ اللہ کے جسم و صورت ہے اور وہ عرش پر بیٹھا ہے اور اپنے بالشت سے بقدر چہ بالشت
کے اُسکا جسم عرش سے اونچا ہے جیسا کہ ملل و نحل اور شرح مواقف میں مذکور ہے اور بعض کا قول ہے کہ خدا ہر
شب جمعہ کو ایک گدھے پر سوار ہو کر آتا ہے اور مسجد کی چھت پر بیٹھکر پکارتا ہے کہ میرے بندوں میں سے
کوئی ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور میں بخشدوں موطا امام مالک ملاحظہ ہو اور بعض معتقد ہیں کہ
بروز قیامت جناب خاتونِ قیامت اپنے فرزند جناب امام حسینؑ کا کفن خون آلودہ ہاتھ میں لیکر

تصویر ایمان

زیرِ عرش فریاد مچا ئینگی اُسوقت جنابِ باری اپنی پنڈلی زخمی دکھا کر فرمائیگا کہ اے میرے حبیب کی
لختِ جگر تو بھی اپنے فرزند کی مصیبت میں صبر کر جیسا کہ نمرود کے تیر مارنے پر میں نے صبر کیا چنانچہ
مُسندِ احمد حنبل میں اسکا تذکرہ موجود ہی اور دیدار کے اشتیاق میں تو سب کے سب زندہ در گور ہو رہے
ہیں بلکہ بعض عاشق جانباز تو از خود رفتہ ہو کر اپنی محرومی دیدار پر دستِ حسرت ملتے ہیں اور کوچہ و
بازار میں باوازِ بلند کو کہتے پھرتے ہیں شعر جو عاشق ہو کسی پردہ نشین پر وہ جائے یوں سرِ بازار مارا مارا +
چنانچہ بارہا عرفانِ بحرِ طریقت کو بچشم خود دیکھا ہی اور کتابوں میں تو جو کچھ لکھا ہی اُسکے بیان سے شرم
آتی ہے (ش) خیر اہلِ تصوف کے مقولات و خیالات کا تو ذکر نہیں کہ وہ کس خیال میں ہیں اور کیا اُنکی مراد
ہی مگر بروزِ قیامت دیدار کا ہونا تو قرآن سے ثابت ہی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی وجوہٌ یومئذٍ ناضرۃٌ الی
ربّہا ناظرۃ یعنی خوش و خرم صورتیں قیامت کے روز اپنے پروردگار کو دیکھتی ہونگی (ج) اس آیہ میں
خدا کو آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہو سکتا کہ ادلّہ قطعیہ کے صریح خلاف ہی بلکہ بنا بر مذہب اہلبیت کے
جنکی پیروی کا حکم قرآن کے ساتھ دیا گیا ہی یہ مراد ہی کہ مومنین اپنے پروردگار کی رحمت کے منتظر ہونگے
ورنہ باصرہ کی کیا بساط ہی کہ اپنے خالق کو دیکھ سکے چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار
یعنی بینائیاں اُسکو ادراک نہیں کر سکتیں اور جسوقت حضرت موسیٰ نے اُمّت کے اصرار سے دیدار کی
تمنا کی تو ارشاد ہوا لن ترانی یعنی مجھکو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا پس جو لوگ دیدار پر ادھار کھائے
بیٹھے ہیں دل کی آنکھوں کو کھولیں اور حقیقتِ حال پر غور کریں کہ اگر دیدارِ خدا ممکن ہوتا تو ہرگز وہ محروم نہ کئے
جاتے خداوندِ عالم کو اپنے معشوق پر خیال کر کے متہم نہوں شعر رفتم بہ مسجدے کہ نظارۂ رخش + دستے
بہ رو کشید و عار ابہانہ ساخت + اور اگر یہ خیال باعثِ بقائے آرزو ہو کہ ہماری قیامت تک کی واویلا
و واثبوراہ کی صدائیں اور واغوثاہ کی ندائیں موثر ہونگی یعنی قیامت کو ضرور دیدار نصیب ہوگا تو بھی
کمالِ نادانی ہے اسواسطے کہ لن فعل مضارع پر استقبال کی نفی تاکید کے واسطے آتا ہی اور استقبال
کی حد و انتہا نہیں ہی قیامت بھی استقبال ہی میں ہی پس یہ فرمانا کہ ہرگز نہیں دیکھ سکے گا تو صاف
دلالت کرتا ہی کہ کبھی دیدارِ خدا ممکن نہیں خداوندِ عالم مختلف الاحوال والاقوال نہیں ہے۔ لطیفہ

اگر بقول اُنکے قیامت کو دیدار ممکن مانا جاوے تو بڑی قیامت کی بات ہے قائلان دیدار کو یہ موقع ہاتھ آویگا
کہ جامہ سے باہر ہوکر اچھلتے کودتے پھریں اور اپنے محبوب کو سنا سنا کر محبوب کریں شعر دیکھو عشاق کی
دل سوز دعاؤں کا اثر + لن ترانی کی رہی یار کو مطلق نہ خبر + دیدار کے اشتیاق میں مرنے والوں کو
مناسب ہے کہ ذرا سی دیر کیواسطے مدہوشی سے باہر ہوکر غور کریں کہ کسی شی کی رویت بلا شروط ذیل کے
ہوسکتی ہے یا نہیں اوّل مقابلہ دیکھنے والے کا دوسرے چیز دیدنی کا آنکھ سے متصل نہونا بلکہ کسیقدر فاصلہ
پر ہونا تیسرے ایسا بعید الفاصلہ نہونا کہ باصرہ کی حد رسائی سے بیروں ہو چوتھے درمیان میں کوئی شے
حائل نہونا پانچویں چیز دیدنی کا نہایت لطیف اور شفاف نہونا کہ نظر اُسکے پار ہو جاوے جیسا کہ ہوا
چھٹے اُسپر روشنی کا محیط ہونا کیونکہ تاریکی محض میں باصرہ کام نہیں دیسکتی پس ایسی حالت میں خدا
کا دیدار اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند عالم محتاج سمت و مکان ہے اور جسم رکھتا ہے اور جسم بھی
کثیف اور جب جسم مانا گیا تو ہر جسم مرکّب ہوتا ہے اجزا سے اور جب اجزا اسمین شریک ہوئے تو لاشریک لہ
کہاں رہا سو ہمارا خدا تو لاشریک لہ ہے اور عیب و نقص سے بری ہے ایسا خدا دیدار بازوں کو ہی مبارک
ہو خدا کے جسم ثابت کرنے والی روایات انہیں حضرات کے ہاں مروی ہیں چنانچہ حدیقۂ سلطانیہ
میں حضرت ابوہریرہ کی روایت کی ہوئی یہ حدیث مرقوم ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالی عرصۂ محشر
میں آئیگا اور اہل محشر سے فرمائیگا تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو وہ عرض کرینگے خدا کے دیکھنے کو
فرمائیگا میں ہی تمہارا خدا ہوں جواب دینگے خدا تیرے شر سے بچائے تو ہمارا خدا کیوں ہونے لگا پھر دوسری
صورت بدل کر آئیگا اور باواز بلند کہیگا میں ہوں تمہارا خدا بس اسوقت سب اُسکی تصدیق کریں گے
قربان جائیے اس خوش اعتقادی اور جانبازی کے معاذ اللہ خدا کو بہروپیا بنادیا۔ یہ تو توحید کی
کیفیت تھی اب رہی عدالت جو دین کی دوسری اصل ہے عقل تو یہ کہتی ہے کہ خداوند عادل ہے اور
ہرگز ظالم نہیں کیونکہ ظلم کرنا بہت بڑا عیب اور قبیح ہے اور مرتکب فعل قبیح یا تو جاہل ہوتا ہے یعنی یہ نہیں
جانتا کہ یہ کام بُرا ہے اور یا مجبور ہوکر مرتکب ہوتا ہے مثلاً حاکم جابر کا قیدی کہ باوجود علم کے ترک فعل
کی قدرت نہیں رکھتا حکم حاکم مرگ مفاجات جانکر ہر نیک و بد کو اختیار کرتا ہے اور یا احتیاج مندی

باعث ہو جاتی ہو مثلاً ہو کا بہکاری اور یا بلا احتیاج و بلا مجبوری عمداً فعل بد کرتا ہی تو ایسا شخص
کل عقلا کے نزدیک لکمال ناوان کہلاتا ہی پس جناب باری ان سب عیبوں سے بری ہی نہ اُسکو جہل کی
طرف منسوب کرسکتے ہیں اور نہ مجبور قرار دیسکتے ہیں اور نہ کسی چیز کا احتیاج مند کہہ سکتے ہیں اور نہ حرف
نادانی زبان پر لاسکتے ہیں پس جس بات سے جناب باری کی جانب عیب کا الزام عائد ہوتا ہو اُس کا
زبان پر لانا عقل کے خلاف ہی (س) خداوند کریم کو تو سب عادل جانتے ہیں اور کوئی بھی ظالم نہیں کہتا
اور الجماعت تو مسلمان ہیں وہ تو کیونکر ایسی بات زبان سے نکال سکتے ہیں روزمرہ قرآن میں پڑھتے
ہیں انّه لیس بظلاّمٍ للعبید یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا (ج) ہمیں نے یہ تو نہیں کہا کہ
الجماعت خدائے یگانہ کو عدل سے بیگانہ کہتے ہیں اور ظالم بتلاتے ہیں بلکہ اپنے اعتقادات ایسے مقرر
کئے ہیں کہ عقل کے نزدیک اُن سے جناب باری کی جانب عیب ونقص عائد ہوتا ہے اور عیب عدل
کے خلاف ہی اور خلافِ عدل کو ظلم کہتے ہیں اور علیٰ ہذالقیاس قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اُسکے
مطالب پر دھیان نہیں کرتے دلیل اس پر یہ ہی کہ قرآن شریف میں وارد ہی ان تکفروا فانّ اللہ
غنیٌّ عنکم ولا یرضیٰ لعبادہِ الکفر یعنی اگر تم کافر ہو جاؤ گے پس تحقیق اللہ تم سے
بے پرواہ اور وہ خوش نہیں ہوتا ہے اپنے بندوں کیواسطے کفر سے دیکھو اس آیت سے ظاہر ہے
اللہ کفر کا خالق نہیں کیونکہ اپنے فعل سے آپ ناراض ہونا دلیل نادانی ہی اگر کوئی کاریگر ایک دہوکا
دینے والی گھڑی بنا کر کسی ناواقف کے بکس میں رکھدے اور پھر کہے کہ ہم ایسی گھڑی سے خوش
نہیں کہ نہ حرکت کرتی ہی اور نہ وقت بتاتی ہی یا کوئی حاکم ایک مہمل قانون بنا کر رعایا کے حوالے کردے
اور وہ جب اُنکی زبانوں سے نکل کر شائع ہو تو غضبناک ہو کر کہے کہ ہم ایسے قانون سے بیزار ہیں پس
دیکھنے سُننے والے اُس کاریگر کو اور مقنن کو کیا کہیں گے۔ اب چار یاریوں کے اعتقادات ملاحظہ
ہوں کہ خدائے یگانہ کی عدالت پر چاروں طرف سے حملہ کر کے جھوٹا کرنا چاہتے ہیں چنانچہ شاہ
عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ جو امر بندوں سے سرزد ہوتا ہے خواہ طاعت ہو یا معصیت سب کا
خالق خدا ہے بندوں کو ان کے پیدا کرنے کی طاقت نہیں اور عقل یہ کہتی ہی کہ اللہ تعالیٰ خالق بشر ہے

اور بشر موجد خیر و شر ہے پس یہ کہنا کہ جس نے بشر کو پیدا کیا وہی اُسکے افعال کا بھی خالق ہے
محض غلط ہے اہلسنت کو ایسی بات منھ سے نکالنا مقام شرم ہے اس واسطے کہ امام فخر رازی نے
لکھا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہوتا یعنی رویت جناب باری اہلجماعت کا مذہب ہے اور رویت
کو جسم لازم ہے مگر جسمانیت خدا کا معتقد ہونا مذہب نہیں ہے پس یہاں بھی یوں کہنا چاہئے کہ اللہ
انسان کا خالق ہے اور انسان سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں اُنکا خالق خود انسان ہے اللہ اُن کا
خالق نہیں اہلسنت صرف خالق خیر و شر ہونے پر ہی کفایت نہیں کرتے بلکہ فاعل خیر و شر بھی
کہتے ہیں اس لئے کہ انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور قوت باعثہ و فاعلہ جسکے ذریعہ سے خیر و شر ظہور
میں آئے اُسکا خالق بھی اللہ ہی ہے پس جس نے قوت فعل پیدا کی وہی فاعل بھی ہوا ہاں
آدمی کے ہاتھوں سے افعال جاری کر دیتا ہے چنانچہ شیخ سعدی نے اس مضمون کو نظم کیا ہے شعر
از خدا داں خلاف دشمن و دوست * کہ دل ہر دو در تصرف اوست * گرچہ تیر از کماں ہمے گذرد *
از کماندار بیند اہل خرد * مقام غور ہے کہ اگر تیر خطا کرے تو تیر انداز صاحب تو بقول شخصے دھوبی
بٹیا چاند سا سیٹی اور ٹھاٹ مزے سے بیٹھے ہوئے موچھیں مروڑے اور سزائے خطا کاری بیچاری
کمان پر نازل ہو اگرچہ وہ چلا چلا کر شور مچائے کہ میں کس قصور میں ماری جاتی ہوں میں تو
ہمیشہ سر تسلیم خم کئے ہوئے حاضر خدمت رہی ہوں مگر کسی گوشہ سے آواز الامان نہ پائے قربان
جائیے اس عدل و انصاف کے انسان افعال کے پیدا کرنے اور ظاہر کرنے میں تو دوسرے کا محتاج
اور اس پر ابدالآباد تیر عذاب کا آماج ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا * دوسرا حملہ اعتقادی
اہلسنت کا یہ ہے کہ حسن و قبح اشیا عقلی ہے یعنی کسی چیز میں نہ برائی ہے نہ بھلائی ہے بلکہ جسکو خدا نے برا کر دیا
بری ہو گئی اور جسکو بھلا کہدیا بھلی ہو گئی بعینہٖ اس میں شیعوں کو کیا کلام ہے اسلئے کہ خداوند عالم سب کا
مالک ہے اور ہر شے پر قادر ہے جسکو چاہا برا کر دیا اور جسکو چاہا بھلا بنا دیا اس میں کیا قباحت لازم آتی ہے
اجی اور تو کچھ قباحت نہیں مگر خدا کی عدالت پر دھبہ لگتا ہے دلیل اس پر یہ ہے کہ ترجیح بلا مرجح لازم آتی
ہے اگر کسی شے پر بلا کسی وجہہ کے حکم بہتری اور افضلیت کا لگا دیا جائے تو یہ جائز نہیں

حسن و قبح اشیا کا بیان

اور اگر بھلا وجہہ برا کر دیا جائے اُس چیز کو کہ بری نہ تھی تو یہ ظلم کی بات ہے پس عقلاً ہر بری چیز
میں کچھ نہ کچھ برائی اور بھلی چیز میں کچھ نہ کچھ بھلائی کا ہونا ضروری ہے تاکہ بھلائی و برائی کا حکم انصاف
کے خلاف نہو اگرچہ بعض چیزوں کی بھلائی برائی پر ہماری عقل نہ پہنچ سکے مگر فی الحقیقت اُن
میں برائی اور بھلائی کا ہونا ضروری ہے اگر بقول اہلسنّت کے ہر شے کی بھلائی برائی خدا کے
حکم سے ہوتی تو چاہیئے تھا کہ جو لوگ خدا کو نہیں مانتے جیسا کہ دہریے کسی چیز کو بھلا اور برا نہ
جانتے اور دیکھو کہ جسوقت بادشاہ چند ملازموں کو رکھنا چاہتا ہے تو حسب مراتب عقول
انکو عہدے دیتا ہے ورنہ کوئی ذیعقل اُسکو عادل نہیں کہتا بلکہ نا قدرداں بتلاتے ہیں رضیہ بیگم
نے یاقوت غلام کو امیر الامرا مقرر کرنے کی وجہہ سے ذلیل ہو کر راہی ملکِ عدم ہوئی محمد شاہ کے
عہد میں ڈوم ڈھاڑیوں اور زنانِ بازاری کی قدر افزائی باعثِ خرابی ملک ہوئی نادر شاہ کا حکم
دوست و دشمن اور خیر خواہ و بدخواہ اور حامی و باغی سب پر بلا لحاظِ حقوق جاری ہونا اُسکے
ظالم مشہور ہونے اور آخر کو فراش کے ہاتھ سے فرشِ زمین ہونے کا باعث ہوا پس عقلاً و نقلاً
یہ دونوں اعتقاد قابلِ آزادی ہیں بلکہ اعتقادِ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور ہر عیب
و نقص سے بری ہے اُس نے انسان کو پیدا کیا اور اپنے لطف و احسان سے اُسکو عقل عطا
فرما کر مختار کر دیا پس اگر اُس نے اس عطیۂ پروردگار کو معطّل نہ رکھا تو مستحقِ انعام ہوا اور اگر
اُس نے اُس جوہرِ بہا کی قدردانی نہ کی تو تمام مخلوق میں بے آبرو ہو کر مستوجبِ عذاب ہوا
اگر بناہ بجا خداوندِ عالم انسان کے دل میں خود ہی ایمان پیدا کرتا اور خود ہی کفر پیدا کرتا تو اس
میں انسان کس وجہہ سے معذّب و مثاب ہوگا اسکی کارگزاری کیا تھی جو کچھ اللہ نے اسکے ہاتھ
سے جاری کرایا وہ ہوا اور مقتضائے عدالت یہ ہے کہ جو جیسا کرے اُسکی موافق ثمرہ اور اجر پائے
اور دیکھو قرآن شریف میں جابجا نیکو کاروں کی مدح اور بدکاروں کی مذمّت وارد ہے پس
اگر بندے مجبور ہوتے تو انکی ثنا و مذمّت فی الحقیقت خدا کی ثنا و مذمّت ہوتی اور تیسرا حملہ

ورنہ کچھ شکایت نہیں عقل کے نزدیک یہ بھی ظلم ہے (س") ارسالِ انبیا خدا پر واجب ہونے کا کیا ثبوت ہے (ج") خداوندِ عالم کا عادل ہونا۔ اور حاکمِ عادل کی شان سے بعید ہے کہ اپنی رعایا کو ایسے مقام میں بھیجے کہ جہاں کے عجائب و غرائب دیکھکر اُنکی خفتِ عقل اور احتیاج مندی اُنکو ایسا غافل کردے کہ اپنے حاکم کی عظمت و شان اور قدر دانی کا مطلق خیال نہ رہے اور اس پر بھی کسی اپنی معتمد کے ذریعہ سے اپنی رضامندی اور ناراضی کے اسباب اور اُن چیزون کے ناپایدار ہونے سے مطلع نہ کرے اور میعادِ قیام ختم ہونے کے بعد پھر اُن سے عدول حکمی کا مواخذہ کرے ایسے شخص کو ظالم چھوڑ ظلم کہنا چاہیئے اور خدا کی جانب ظلم کا گمان کرنا عقل کے خلاف ہے پس اُسکا عدل اس پر واجب کر رہا ہے کہ دنیا کے عجائبات میں پھنسے ہوؤں کی رہنمائی کیواسطے انبیا کو بھیجے تاکہ میعادِ معین کے بعد جب اُسکی طرف جائیں تو درصورتِ مخالفت اپنی معذوری درمیان نہ لائیں اور سزائے عدول حکمی کو ظلم نہ بتائیں (س") اللہ تعالیٰ قادر ہے اور جب اُس پر کچھ واجب ہوا تو ہماری طرح سے مجبور ہو گا (ج") ایسا خیال کرنا محض خام خیالی ہے کیونکہ مجبور اُسکو کہتے ہیں کہ کسی اپنی غیر کے حکم کی چار و ناچار تعمیل کرے اور ارسال انبیا کو کسی اور نے اُس پر واجب نہیں کیا ہے بلکہ اُسکا عدل مقتضی ہے کہ اپنے بندوں کی ہدایت کے واسطے انبیا کو ضرور بھیجے اسلئے کہ اگر بروزِ قیامت بلالحاظ کارگزاری سب کو یکساں انعام دے تو ناقدر دانی کا الزام عائد ہو گا اور اگر مقصرین کو محروم و مقہور کرے تو وہ فوراً بول اٹھیں گے کہ تو نے ہمکو کب جتلایا تھا کہ یہ تقصیر ہے پس ہم نے جو کچھ کیا برا نہیں کیا یہ سزا کس بات کی ہے لہذا اتمام الحجۃ ضرور ہوا کہ اپنی عدل پر حرف نہ آنے دے اور انبیا کے ذریعہ سے سب کو متنبہ کر دے کہ یہ کام ذریعۂ انعام ہے اور یہ شغل باعث ناکامی ہے اور چوتھا حملہ اہلسنت کا اللہ کی عدالت پر یہ ہے کہ انبیا پر خطا تجویز کرتے ہیں چنانچہ کتاب تخطیۃ الانبیا موجود ہے کسی نبی کو صاف نہیں چھوڑا حتے کہ جناب رسولخدا صلعم کے ذمہ بھی بہت سے اتہامات لگا رکھے ہیں ازانجملہ ایک یہ ہے کنز المعرفت میں تحفہ عزیزیہ اور دیگر علمائے ثقات کی تحریروں سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے مقامِ بدر میں اسیروں کے باب میں مشورہ

کیا پس حضرت عمر نے سب کے قتل کی رائے دی اور آپ نے اسکے خلاف عمل کیا تو جناب احدیت سے
یہ آیہ عتاب آمیز آیا تُرِیدُونَ عَرَضَ الدُّنیَا الخ یعنی تم دنیا کا مال و متاع چاہتے ہو اور خدا آخرت کا
چاہتا ہے اور اللہ عزیز و حکیم ہے اگر پہلے سے خدا کا نوشتہ نہوتا تو تم سب پر بڑا عذاب نازل ہوتا +
شاہ صاحب نے تحفہ میں اپنی بے برگی یوں ظاہر فرمائی ہے کہ جناب سرور کونین صلعم اس عتاب میں
شامل بلکہ معاتبین کے فرد کامل ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الاعتقاد۔ تعجب ہے کہ اہلسنت نے اثبات
تخطیۃ الانبیا میں اسقدر اہتمام کیوں کیا غور کرنے سے یہ مصلحت معلوم ہوتی ہو کہ جب انبیا کا خاطی
ہونا خاص و عام کی زبان پر جاری ہوگا تو حضرات ثلثہ کی خلاف ورزیوں پر نگاہ نہ جائیگی مگر اس
سے کیا ہوتا ہے ع کہ نتوان شست از زنگی سیاہی + ان حضرات کی خوش اطواریاں ایسی نہیں کہ
کسی حیلہ سے پوشیدہ ہو سکیں جسقدر ہوا خواہ ثلثہ کی عیب پوشی میں کوشش کرتے ہیں اسیقدر وہ
حضرات بام فضیحت پر چڑھکر انگشت نمائے خاص و عام ہوتے ہیں شعر چلا تقدیر سے ہرگز نہ کچھ بس
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی + (س ۳۱) انبیا کے معصوم ہونے کا کیا ثبوت ہو۔ (ج ۳۱) انبیا کے

عصمت انبیا

معصوم ہونے پر ہمارے علما نے بہت دلیلیں بیان کی ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انبیا
کو مبعوث فرمایا ہے تو ضرور کسی غرض کے واسطے ہو پس اگر انبیا سے خطا و گناہ سرزد ہو تو کیا عجب ہے
کہ اسکی عیب پوشی کے واسطے کذب دروغ بھی ان سے واقع ہو اور جھوٹے کے قول پر کبھی اعتماد
نہیں ہوتا اگرچہ بالکل سچ بولے پس انبیا کا بھیجنا فعل عبث ہو جاتا اور خدا سے فعل عبث کا صادر
ہونا محال ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ انبیا سے گناہ صادر ہونے میں اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور یہ
ہو نہیں سکتا کیونکہ انبیا کی اطاعت عقلاً و نقلاً ہر طرح سے واجب ہو اور عاصیوں کی متابعت و
صحبت سے تنفر لازم ہے چنانچہ جناب باری فرماتا ہے لَا تَرکَنُوا اِلَی الَّذِینَ ظَلَمُوا یعنی شرع
کی نافرمانی کرنے والے کی طرف رغبت نہ کرو پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جسکی اطاعت کرنا واجب
ہو اس سے تنفر بھی ضروری ہو لہذا انبیا کا معصوم ہونا ضروری ہوا (س ۳۲) یہ تو معلوم ہوا کہ نبوت
ضروریات سے ہو مگر جناب

کا عادل ہونا۔ اسلئے کہ خلاف عقل ہو کہ بادشاہ عدل گستر کے ملک محروسہ میں کوئی ناعاقبت اندیش
اسکا ملازم بنکر رعیت کو اسکے قانون کے خلاف قانون تعلیم کر کے مستحق سزائے سخت کا کر دے
اور وہ بادشاہ باوجود شان وشوکت چپکا بیٹھا رہے اور اس باغی کی سرکوبی نہ کرے پس اگر بناہ
بخدا آنحضرت صلعم سچے پیغمبر نہوتے تو خدا پر واجب تھا کہ اپنے کسی معتمد علیہ کے ذریعہ سے آپ کا
کذب ظاہر کر دیتا جیسا کہ زردشت و مسیلمہ وغیرہ کا کذب و فریب فوراً سب کو جتلا دیا اور دیکھو قانونی
بات ہو کہ کسی شخص کا قبضہ بصورت علم واختیار مالک قابض کے استحقاق کی دلیل ہو پس آپ کا تئیس[۲۳]
برس کا قبضہ کس دلیل سے اٹھایا جا سکتا ہے اور یہ قبضہ صرف آپ ہی کی ذات تک محدود نہ تھا
اپنے بعد بارہ خلیفہ مقرر کر گئے کہ اسی ضابطہ کی پابندی کریں اور کبھی اسکی مخالفت نہ کریں اور کسی
کو مخالف نہ ہونے دیں لہذا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہو اور ایک آدمی مدتوں ایسی مصنوعی
کارروائی کرتا رہے اور اسکو خبر نہ ہو اور بفرض محال اگر اس پر بھی کوئی آپ پر مداخلت بیجا کا دعویٰ
دائر کرے تو آپ کے ہوا خواہ ایسی نظیر پیش کر سکتے ہیں جو حاکم علی الاطلاق کی عدالت سے صادر ہوئی
ہے وہ یہ ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی معتمد علیہ کو اپنی رعایا کی حفاظت کے واسطے بھیجا
ہے تو اسکے ساتھ ضرور ایسی علامت بھی مقرر کی ہے کہ جسکے ذریعہ سے اس زمانے والے اس فرستادہ
کو اللہ کا سچا فرستادہ ماننے میں تامل نہ کریں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو معجزۂ عصا کرامت ہوا کہ جسکو
دیکھ کر سحر کی حقیقت جاننے والوں کو اسکے منجانب اللہ ہونے کا یقین ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو
علاج امراض واحیائے موت عنایت ہوا کہ جسکے مقابلہ میں بڑے بڑے کامل حکیموں اور ڈاکٹروں کو
عاجز ہو کر علامت نبوت کہنا پڑا پس اسی طرح سے آنحضرت صلعم نے اپنا فرستادۂ خدا ہونا حسب رواج
زمانہ فصاحت کلام سے سب کو باور کرایا کتنی بڑی جرأت کی بات ہو کہ ہزاروں شناوران بحر فصاحت
و بلاغت کہ جنکے عدیم النظیر ہونے میں کسی کو کلام نہو موجود ہوں بڑے شد و مد کے ساتھ ایک بے
پڑھا شخص دعوے کرے کہ اگر کسی کو اس میں کچھ شبہہ ہو تو سب اکٹھے ہو کر ایک چھوٹی سی سورۃ کی
مثل تصنیف کر دکھاؤ اور یہ دعویٰ صرف اپنے زمانہ کی کے لوگوں کے مقابلہ میں نہیں بلکہ قیامت

تک کا دعویٰ ہی پس یہی وجہہ تھی کہ قدردانان فصاحت کلام بے اختیار بول اُٹھے ان ھذا لیس
کلام البشر یعنی یہ بشر کا کلام نہیں ہے بلکہ خالقِ بشر کا ہے جیسا کہ صاحب کلام بے نظیر
ہے ایسا ہی اُسکا کلام لاتمثیل ہے پس قانونِ عقل کے بالکل خلاف ہی کہ انبیائے سابقین کی
پیش کردہ سندوں کے جعلی ہونے کا ثبوت نہ دے سکنے سے تو وہ سچے نبی مانے جائیں حالانکہ کسی
دفتر سے اب اُنکی نقل بھی نہیں مل سکتی اور آنحضرت صلعم نے جو سند اپنے دعوے کی تصدیق میں
پیش کی ہی وہ بلا رد کیئے جانے کے قابلِ تسلیم نہ ہو اگرچہ ہر زمانہ میں ہر منصف مزاج کی روبرو موجود
ہے پس جبتک کہ اس دستاویز عدیم النظیر کا جعلی ہونا ثابت نہ کیا جاوے ہر مدعی کذب کاذب ہی اور
جرم افترا اور فریب ہی میں سزائے سخت کا مستحق ہے اور اسکے سوا آپ کی نبوت پر وہ واقعات
بھی دلیل قاطع ہیں جو بسبب اصرار منکرین کے وقوع مین آئے از آنجملہ غیب کی خبروں کا بیان کرنا
اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینا وغیرہ ہیں - (س۱۵) شق القمر مین یہ احتمال ممکن ہی کہ جس طرح سے گرہن
کچھ مدت بعد واقع ہوا کرتا ہے اسی طرح سے بہت مدت بعد شق القمر بھی ہوا کرتا ہو اور کسی
جن طویل العمر نے آپ کو خبر دے دی ہو کہ فلان وقت ایسا ہو گا اور آپنے اُسکو اپنے دعوے کا مصدق
سمجھکر دعوے اکر کے بوقتِ معلوم اشارہ کر دیا ہو (ج۱۵) اس کا جواب جوابِ سابق سے حاصل ہے
یعنی عدالتِ خداوندی سے بعید ہے کہ فریبندہ کا فریب ظاہر نہ کرے اور پھر فریب خوردہ لوگوں
پر عتاب فرمائے خداوندِ عالم عالم الغیب والشہادہ ہی اور ہر شی موجودہ و آئندہ کے جز و کل سے واقف و آگاہ
ہے پس لاریب فیہ کہ وہ ضروری اس بات کو بھی ضرور جانتا ہو گا کہ اس شخص کے جھوٹا دعویٰ کرنے
سے میری خلقت اسکی تابع ہو کر گمراہ ہو جائیگی اور میں اپنے اُس قانون میں جو شائع ہو چکا ہی صاف
طور سے جتلا چکا ہوں کہ ہر باغی و گمراہ کو حبس دوام کی سزا دیجائیگی اور اس حالت مین بیچاری رعایا
کے گمراہ کرنے والے کا باغی ہونا کسی پر ظاہر نہ کرے تو اُسکو ظالم کہنے میں کس کو تامل ہو گا (س۱۶)
شق القمر کا ہونا ایک خبر ہے اور خبر میں کذب بھی ممکن ہے (ج۱۶) خبر میں احتمال اُسوقت تک ہو
سکتا ہی جبتک خبر دہندہ کا صادق ہونا محتمل ہو اور جس خبر کے بکثرت خبر دہندہ متفق اللفظ و المعانی

شق القمر

ہوں تو وہ خبر عقل کے نزدیک ضرور قابل اعتبار ہے اگر ایسا نہو تو نہایت دقت واقع ہو گی یعنی
ہر وہ چیز کہ جسکو بچشم خود نہ دیکہا ہو لائق اعتبار نہ قرار پائیگی آجکل ہمارے ہندوستانی بھائی جو
ملکہ معظمہ کے اقبال کی قسمیں کھا رہے ہیں اور خلد اللہ ملکہا کی صدائیں بلند کر رہے ہیں اور اُسکے
عدل وانصاف کے مقر ہو کر مادر مہربان کا خطاب دے رہے ہیں اس کا باعث وثوق خبر ہی
تو ہے جو اُسکے دیکھنے والوں سے معلوم ہوئی ہے اور چین وختن اور روم وچین اور یورپ وتوران
اور عرب وایران وغیرہ کو جن لوگوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا مثل دیکھنے والوں کے انکے
وجود کے قائل ہیں اس کا سبب خبر ہی ہے پایا گیا اور زمانہ سابق میں یہاں یورپین کا وجود مثل
عنقا پر منقوش تھا وثوق خبر نے ہی یہ دن دکھایا کہ آج تمام ہندوستان میں بلکہ اسکے اطراف
وجوانب میں اس اجنبی قوم کا طوطی چہک رہا ہے بائیس مرتبہ جہاز بقصد ملک ہند یورپ سے چھوڑا گیا
مگر تلاطم امواج نے ساحل مراد پر نہ پہنچنے دیا بلکہ بہت سے جہاز غرق بھی ہو گئے اور ہزاروں جانیں
تلف ہو گئیں تیئیسویں مرتبہ کامیابی ہوئی اور رفتہ رفتہ فرخ سیر کے عہد میں ہماری سرکار کے
آفتاب اقبال نے اپنی شعاعوں کا جلوہ دکھایا اور تجارت کے ذریعہ سے بقول شخصے ہلدی
لگی نہ پھٹکری چٹاخ بہو آپڑی مفت میں سارے ملک پر قبضہ ہو گیا اور اخبار قدیمہ کے وثوق نے
ہی نئی دنیا کا راستہ بتا دیا پس معجزہ شق القمر اور دیگر معجزات آنحضرت صلعم کے معتبر ہونے کے واسطے
تواتر اخبار کافی ہے اور جبکہ جناب سرور کائنات صلعم کی نبوت بدلائل عقلی ونقلی ثابت ہوئی تو
عقل کے نزدیک خلفائے رسول کا مامور من اللہ ہونا ضروری ہے اور کمیٹی کے انتخاب سے خلیفۂ
رسول مقرر ہونا محض غلط اور بے معنی ہے (س) خلافت کمیٹی کی رائے سے صحیح نہونے کا کیا ثبوت
ہے (ج) غرض خلیفہ کے تقرر سے یہ ہے کہ جو قانون رعایا کو بری باتوں سے روکنے اور اچھی
باتوں کے سکھانے کیواسطے نبی خدا کے دربار سے لایا ہے تاکہ اُسکی حفاظت واشاعت کماحقہ عمل
میں آئے اور کوئی شخص تخمین اور قیاس کی جرأت نہ پائے اور جو لوگ بسبب اپنی لاعلمی یا
اشتغال امور معاش کے اس قانون کے سمجھنے اور اسکی تعمیل سے قاصر وعاجز ہیں انکو مقنن کی

بحث امامت

منشاء سے مطلع کرے پس ایسے شخص کی تشخیص خدا ہی کا کام ہے کہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے ایسے
موقع پر انسان کا انتخاب قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ جس امر کیواسطے کامل انتخاب کی ضرورت ہے
اُس سے انتخاب کنندہ لوگ خود بے بہرہ ہیں پس کیونکر بتا سکتے ہیں کہ فلاں شخص اس قابل ہے
بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بسبب نقص عقل کے قابل کو ناقابل اور ناقابل کو قابل سمجھتے ہیں
چنانچہ جس وقت حضرت اسموئیل علیہ السلام نے طالوت کو اپنی خلافت کے واسطے انتخاب فرمایا
تو یہودیوں نے بہت کچھ شور و غل مچایا اور اپنا قابل خلافت اور طالوت کا ناقابل ہونا تجویز کیا
اُسوقت جناب باری سے فرمان صادر ہوا قال ان اللہ اصطفہ علیکم بسطۃ فی العلم والجسم
یعنی اللہ تعالیٰ نے طالوت کو علم و شجاعت میں کامل اور نیابت پیغمبر کی قابل دیکھ کر انتخاب کیا ہے
پس اب غور کرنا چاہیئے کہ جناب رسولخداؐ خدا کے حکم سے بندوں کی ہدایت کے واسطے دُنیا میں
آئے اور سب کی بہبودی کو احکام سے بھرا ہوا ایک قانون خداوند عالم کے دربار سے لائے اور وہ
قانون قرآن شریف ہے جسمیں جمیع علوم اوّلین و آخرین کا ذکر ہے مگر وہ ایسا صامت یعنی
چپ ہے کہ کچھ نہیں بولتا تاوقتیکہ کوئی اسکے مطالب سمجھائے اور منظور یہ ہے کہ کل مخلوق حال و
استقبال اُسکی پابند رہے پس کیونکر عقل اجازت دیسکتی ہے کہ رسولخداصلعم ایسے مجمل قانون
کو بلا کسی قانون داں کے مہمل چھوڑ جائیں یا قانون داں کی تجویز اُن لوگوں کی رائے پر منحصر
فرمائیں کہ جن سے اُس قانون کی تعمیل کرانا مطلوب ہے اور وہ اس سے بے بہرہ ہیں (س) آں
آپنے تجویز خلیفہ کو ایسے شخصوں کی رائے پر چھوڑا تھا کہ جو قانون الٰہی کو خوب جانتے تھے اور
اہل حل و عقد کہلاتے تھے (ج) یہ بالکل جھوٹ ہے اگر اہل اسلام میں اور کوئی قانون الٰہی کی سمجھنے
کی لیاقت سے بہرہ یاب ہوتا تو جناب عالم اوّلین و آخرین یعنی جناب سید المرسلینؐ یوں ارشاد
نہ فرماتے اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی الخ یعنی اے گروہ اسلام میں
اپنے بعد تم میں دو چیزیں بزرگ چھوڑے جاتا ہوں ایک اُن میں سے کتاب خدا ہے اور دوسرے
میرے اہلبیت اگر ان دونو کی پیروی کروگے تو ہرگز گمراہ نہوگے + اگر باوجود بہت سے قانون

واں موجود ہونے کے صرف عترت کی تخصیص قرار دی جاوے تو آپ کے ذمہ بہت بڑا الزام عائد
ہوگا کیونکہ بلا کسی وجہہ کے ایک شے کو دوسری شے پر ترجیح دینا عقلاً ناجائز ہے اسے ترجیح بلا
مرجح کہتے ہیں پس ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ رسولخدا صلعم ایسی کھلی ناانصافی اختیار فرمائیں بلکہ
لاریب فیہ کہ سوائے عترت رسول کے کلام الٰہی کے کماحقہ سمجھنے سے کل اہل اسلام عاجز و قاصر
تھے اور ہرگز اس قابل نہ تھے کہ تجویز خلیفہ اُنکی رائے پر چھوڑی جائے کیونکہ بعض اُن میں سے منافق
بالفعل تھے اور بعض منافق بالقوۃ اور باوجود اسکے اصحاب رسول میں شمار ہوتے تھے چنانچہ امام
نووی نے منافقین کے حال میں لکھا ہے اِنَّھُمْ کَانُوا مَعْدُوْدِیْنَ فِیْ اَصْحَابِہٖ الخ یعنی
وہ لوگ اصحاب رسول میں شمار ہوتے تھے اور شریک جہاد رہتے تھے اور صحیحین میں مرقوم ہے
سیعود الدین کما بدء غریبًا یعنی دین اسلام جیسا کہ پہلے بسبب قلت اہل ایمان کے
مثل ایک غریب بیکس کے تھا ویسا ہی عنقریب ہو جائیگا لَا یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ
مُنْذُ فَارَقْتُھُمْ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میری وفات کے بعد وہ لوگ مرتد ہو جائیں گے
یعنی وقت وفات ابتداء ارتداد ہے اور اسکا سلسلہ تا قیامت جاری رہیگا اور بعض اصحاب
اُسوقت میں ایسے بھی تھے کہ جن سے یوں خطاب فرمایا گیا ستحرصون علی الامارۃ ویکون
الندامۃ یوم القیمۃ یعنی اے گروہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم لوگ حریص امارت
ہوگے اور اس سبب سے بروز قیامت ندامت تم پر طاری ہوگی کما صرح بہ فی سورۃ الحجرات
کوئی ذیعقل کہہ سکتا ہے کہ ایسے ایسے نامعقولوں کی رائے پر تجویز خلیفہ چھوڑنا رسول کو بلکہ کسی
ذیعقل کو جائز ہے اسکو بھی جانے دو مگر بعض تازہ مسلمان تھے اور بعض بسبب طلب معاش
کے پریشان اور بعض بسبب بعد مسافت کے ہروقت یا اکثر اوقات حاضری خدمت سے معذور
تھے پس اس سبب سے انکو پوری پوری واقفیت کلام الٰہی سے نہوی تھی اور بعض ایسے عالی دماغ
بھی تھے کہ انکو مسلمان ہوئے ایک عرصہ گزر چکا تھا اور ہمیشہ صحبت رسول میں بھی رہتے تھے
مگر اس پر بھی انکو معلومات دین سے کماحقہ بہرہ یابی حاصل نہوئی تھی وہ ذات بابرکات

حضرت ابوبکر صاحب ہیں کہ حسب تصریح قول فیصل عمر بھر میں جن سے کل ایکسو بیالیس حدیثیں
گوشگذار اہل اسلام ہوئی ہیں از انجملہ ایک حدیث لانرث الخ اور ایک لاتجتمع امتی الخ ہیں کہ جن کی
موضوعیت اور لااصلیت ہم آئندہ چند مقاموں میں انشاء اللہ ثابت کرینگے یہ صورت تو آپکی
نقل احادیث کی تھی اب قانون الہٰی کے عبور کا حال سنئے کہ ایکدفعہ ایک عورت آپکے اجلاس
خاص میں آئی اور اپنے پوتے کے ترکہ میں سے اپنا حصہ دریافت کیا سنکر کچھ تامل کرکے فرمایا کہ کلام
خدا میں تو تیرا کچھ حصہ نہیں معلوم ہوتا اب تو جہاں سے آئی ہے چلی جا میں پھر کسی سے پوچھ کو
تجھے جواب دونگا دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲۵ اور حضرت عمر صاحب کے نقص علم پر لولا علیؑ لہلک
عمر دلیل کافی ہے مقام غور ہے کہ جو لوگ بگمان مریدان افضل ترین امت تھے اُن کا
سرمایہ علم تو اسدرجہ تھا اب وہ کون کون حضرات تھے کہ جن کی کامل رائے پر تجویز خلیفہ کو
منحصر فرمادیا تھا اور اُن کا ساختہ و پرداختہ بدل وجان منظور کرلیا تھا پس عقل کے نزدیک
کمیٹی کا انتخاب خلافت کے باب میں ہرگز قابل اعتبار نہیں اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں
اور جناب باری فرماتا ہے قَلِیلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُورُ یعنی شکرگذار بندے کم ہیں
پس بنابر اسکے بھی تجویز خلیفہ کو اُمت کی رائے پر چھوڑنا گویا فتنہ وفساد کی بنیاد قائم کرنا ہے
کیونکہ یہ آیہ شریفہ صاف دلالت کررہی ہے کہ اچھوں کی قلت اور بُروں کی کثرت ہے اور
بُروں کا اجماع ممکن ہے کہ تا امکان بُرے پر ہی ہو بقول شخصے کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔
اور چونکہ کمیٹی کا منشاء یہ ہے کہ کثرت رائے پر عمل کیا جاوے پس اچھونکی قلت رائے کالعدم ہوگی
اور بدوں کا انتخاب کردہ کب اس قابل ہوسکتا ہے کہ قانون الہٰی کی حفاظت کرکے کما حقہ ماتحتوں
سے تعمیل کرائے انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے کہ چوروں کا انتخاب کیا ہوا تھانہ دار اور ہیجڑوں کا
پسندیدہ سپہ سالار کب لائق اعتبار ہوسکتا ہے اور جناب باری فرماتا ہے الیوم اکملت لکم
دینکم الخ یعنی آجکے دن میں نے تمہارا دین کامل کردیا پس جبکہ دین کامل کرنے والا خدا
ہے تو خلیفہ رسول مقرر کرنا بھی اُسی کا کام ہے کیونکہ خلافت دین کا جزو اعظم ہے دین

کی حفاظت واشاعت تاقیامت خلیفہ کی بدولت ممکن ہی اور اگر خلیفہ کا تقرر دوسروں کی
رائے پر چھوڑ دیا تو کمال دین کی خبر بیکار اور مقام غور ہے کہ اگر منصب امامت امت کے اختیار
میں ہوتا تو از آدمؑ تا عیسیٰؑ کبھی تو ایسا وقوع میں آتا بلکہ ہر نبی اپنے عالمِ حیات میں جانشین مقرر کرکے
راہی ملکِ بقا ہوا لہذا عقلاً ونقلاً مدعی تجویزِ خلافت کاذب بدانجام ہے اور خلیفۂ رسول کا تقرر
خدا کا کام ہے اور جبکہ امام کا تقرر من جانب اللہ ثابت ہوا تو عقلاً امام کا معصوم ہونا بھی ضروری
ہے ورنہ غرضِ تقرر حاصل نہوگی (س ۱۹) خلفائے رسول کے معصوم ہونے پر کیا دلیل ہے

عصمتِ امام

(ج ۱۹) امام کی اطاعت سب پر واجب ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم یعنی اطاعت کرو تم خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی
اور ظالم ونافرمان بردارِ الٰہی سے احتراز واجب ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے لاترکنوا الی الذین
ظلموا یعنی خدا کی نافرمانی کرنے والوں کی طرف رغبت نہ کرو پس اگر امام معصوم نہو تو اجتماع
ضدین لازم آئیگا یعنی جسکی اطاعت واجب ہی اُس سے نفرت بھی واجب ہوگی اور یہ ہو
نہیں سکتا اور جب رعیت کو امام سے نفرت ہوگی تو جس غرض کے واسطے امام کو مقرر کیا گیا ہی
وہ حاصل نہوگی اور تقرر امام فعلِ عبث قرار دیا جائیگا اور یہ شایانِ ذاتِ الٰہی نہیں پس ضرور
ہے کہ امام معصوم ہو مگر سخت تعجب آتا ہے کہ اہل سنت نے اپنی کثرت کے گھمنڈ سے پر خدائے یگانہ
کی نافرمانی کا مطلق خیال نہ کیا اور بیدھڑک کہہ بیٹھے کہ امت کو اختیار ہے جسے چاہے امام بنالے
اور اس پر بھی صبر نہ آیا ایسے ایسے شخصوں کو رسول کا قائم مقام بنا دیا کہ جن کی کوئی فضیلت
قابلِ تسلیم نہیں (س ۲۰) حضرات ثلاثہ کے تو بہت سے فضائل کتب میں مذکور و مسطور ہیں از انجملہ ایک

آیۂ غار کا بیان

آیۂ غار ہے جو حضرت ابوبکر صاحب کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور ابوبکر صاحب راس الخلفاء
ہیں آیۂ غار یہ ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ
اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ترجمہ ظاہر ہی اس آیہ کا یہ ہی

کہ اے جہاد سے کاہلی اور پہلوتہی کرنے والو اس وقت میں اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو کچھ پروا نہیں
اللہ اسکی مدد کریگا جیسا کہ پہلے اس سے اُسکی مدد کی ہے اب ان اوقات کا ذکر فرماتا ہی کہ جن میں
اللہ نے اپنے رسول کی مدد کی ہے۔ تحقیق مدد کی ہے اللہ نے اپنے رسول کی جبکہ کفار نے اُسکو مجبور
کرکے شہر مکہ سے نکال دیا تھا جبکہ ثانی اثنین تھا اور اُسوقت مدد کی جبکہ وہ دونو غار میں تھے اور
اُسوقت مدد کی جبکہ رسول نے اپنے ساتھی سے کہا تھا کہ تو رنج مت کر اللہ ہمارے ساتھ ہے پس
اللہ نے اُس پر اپنی سکینہ یعنی رحمت نازل کی اور ایسے لشکر سے اُسکی مدد کی کہ جسکو کسی نے نہ دیکھا
اس آیت میں ابو بکر صاحب کی کم از کم چھ فضیلتیں مذکور ہیں (۱) اللہ نے انکو اثنین فرمایا ہی (۲) رسول
کا صاحب کہا ہی (۳) اللہ اُنکے ساتھ ہے بدلیل ان اللہ معنا (۴) آنحضرت کا غار میں کلمہ لاتحزن فرمانا
دلالت کرتا ہے کہ آپ کو ابو بکر سے بڑی محبت تھی (۵) اللہ نے اُن پر اپنی سکینہ یعنی رحمت نازل
کی (۶) بڑی جانبازی کی بات ہی کہ ایسے نازک وقت میں بھی حضرت کا ساتھ نچھوڑا ع چہ دلاور
است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ یہ آیت اور ابو بکر صاحب کی فضیلت کا اثبات۔ وہی مثل ہے
کہ حُبُّ الشَّیٔ یعمی و یصم یعنی جب کسی چیز کی محبت افراط کو پہنچ جاتی ہی تو انسان اندھا
اور بہرا ہو جاتا ہی نہ راہ حق سوجھتی ہی اور نہ کلمہ حق سنائی دیتا ہے واضح ہو کہ ثانی اثنین اس آیہ میں
ابو بکر کو کہنا دن کو رات کہدینا ہے سیاق کلام ملاحظہ ہو کہ اللہ تعالیٰ جہاد سے جی چرانے والے
مسلمانوں سے فرماتا ہے اِلَّا تَنصُرُوہُ اگر تم ہمارے رسول کے مدد نہ کروگے تو کیا پروا کی بات ہی
اللہ اُسکی مدد کریگا جیسا کہ پہلے اس سے اُسکی مدد کرچکا ہے دیکھو اُسوقت میں مدد کی کہ جب کفار
نے اُسکو یکہ و تنہا شہر سے نکال دیا تھا جبکہ ثانی اثنین تھا۔ قرینہ صاف کہہ رہا ہے کہ جسکو کفار نے
نکالا تھا وہی ثانی اثنین ہی اور معنی ثانی اثنین کے اہل لغت و تفسیر نے احد الاثنین کے لکھے ہیں یہی
معنی اس مقام میں مراد ہیں اور دوسرے ثانی بمعنی مشابہ بھی مستعمل ہی لیکن یہاں یہ معنی لینا محض
لغو ہے کیونکہ اس صورت میں ثانی اثنین کے یہ معنی ہوئے۔ مانند دو کے۔ اور اگر ثانی اثنین بمعنی
احد الاثنین نہ مانیں تو بھی یہ کیونکر ثابت ہوا کہ جو نصرت خدا نے اپنے رسول کی فرمائی ہی اس میں

ابوبکر بھی شامل ہیں اسلئے کہ ثانی حال ہو اور حال ذوالحال کی ہیئت پر دلالت کرتا ہو مثلاً اکرمتُ زیداً راکباً یعنی اکرام کیا میں نے زید کا درحالیکہ وہ سوار تھا پس اس سے زید کی وہ حالت ظاہر ہوئی کہ جس میں اکرام کیا گیا یہ کہاں ثابت ہوا کہ زید کی سواری کا بھی اکرام کیا گیا پس ایسا ہی اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے رسول کی مدد کی درحالیکہ وہ ثانی اثنین تھا پس اگر ثانی اثنین سے یہ مراد لیں گے کہ بوقتِ مدد دوسرا بھی آپکے ساتھ تھا تو بھی بیکار ہے ابوبکر کو کچھ فائدہ نہیں مدد رسول ہی کی گئی ہے اور اسوقت مدد کی جبکہ وہ دونو غار میں تھے یعنی ایک آنحضرت اور ایک ابوبکر۔ غار میں مدد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جب آپ نے بحکم مالکِ زمین و فلک غارِ ثور میں پناہ لی تو رفیق بے توفیق نے مضطرب ہو کر رونا شروع کیا پس وہ وقت آپ کے واسطے نہایت خطرناک تھا کہ جنگے خوف سے یہانتک آنے کی ضرورت ہوئی وہ سب کے سب غار کے دروازے پر کھڑے تھے لہذا مدد کی ضرورت ہوئی پس بحکم خدا فوراً مکڑی نے جالا پور دیا اور کبوتری نے انڈے دیدیے اور درخت خاردار جم نکلا جس میں کفار کو آپکا غار میں جانا عقل کے خلاف معلوم ہوا اور آپ اُنکے شر سے ایسے ہی محفوظ رہے جیسا کہ گھر سے نکلتے وقت سب اندھے ہو گئے تھے۔ اور اسوقت مدد کی گئی جبکہ رسول نے اپنے ساتھی سے کہا لَا تَحْزَنْ الخ یعنی اے بزدلے اسبابِ حفاظتِ خداوندی دیکھکر مطمئن نہیں ہوتا کیوں اظہارِ اندوہ کرتا ہے بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے جیسا کہ گھر سے یہاں تک سلامت لایا ہے ایسا ہی یہاں بھی ہماری حفاظت کریگا پس ایسے پُرآشوب وقت میں کہ باہر تو شیر کمین متلاشی اور درپئے قتل اور غار میں یارِ غار وفا شعار کا رونا اور سسکنا باعث خوف تھا خدا نے اپنے رسول پر سکینہ نازل کی کہ اسکو کسی طرح کا خوف و ہراس نہو اور مدد کی خدا نے اسکی ایسے لشکر کے ساتھ کہ کسی کافر نے اسکو نہ دیکھا۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ اس آیہ میں ابوبکر صاحب کی کیا فضیلت مذکور ہے صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے رسول کی امداد سے پہلو تہی کی تھی اُن کو متنبہ فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ اسکی مدد نہ کروگے تو بھی ہمارا رسول کفار سے عاجز و مغلوب نہوگا غرض اس تہدید سے یہ ہے کہ وہ لوگ رسول کے ہمراہ جا کر کفار سے جہاد کریں

پس ابوبکر صاحب کا اس میں کیا تعلق ہے جسکے ہمراہ جانے کو اسوقت میں حکم فرماتا ہے اس سے ہی
پہلے ایسے اوقات بتلاتا ہے کہ جن میں مدد کی گئی ہے ابوبکر صاحب ثانی اثنین کیونکر ہوگئے دوسری
فضیلت کا جواب لفظ صاحب سے جو اس آیہ میں ابوبکر کی فضیلت ثابت کرنا چاہا ہے دعوی بے
دلیل ہے لفظ صاحب تاوقتیکہ قرینہ مشعر فضیلت نہو ہرگز فضیلت کی دلیل نہیں پس آیۂ مذکورہ میں
کوئی قرینہ ماقبل و مابعد ایسا نہیں کہ جس سے لصاحبہ ابوبکر کے واسطے باعث فخر ہو بلکہ قرینہ
برعکس دلالت کر رہا ہے یعنی غار میں داخل ہوتے ہی حافظ حقیقی کے فضل و کرم سے حفاظت کے
پورے پورے اسباب بچشم خود دیکھ رہے تھے اور نیز آنحضرت کی زبان مبارک سے بھی سن چکے
ہونگے کہ آپ کا بال بیکا نہو گا اور آپ کا دین تاقیامت جاری رہیگا اس پر بھی حرکت طفلانہ
سے باز نہ آئے بے اختیار آنسو بہانے لگے اتنا بھی خیال نکیا کہ جوانان باغیرت و پیران ذی
تجربہ میری اس حالت کو دیکھکر کہنے لگیں گے شعر چہل سال عمر عزیزت گذشت * مزاج تو از
حال طفلی نگشت * پس (۲) اس آیہ میں صاحب کا لفظ مضاف ہے اور مضاف الیہ اسکا ضمیر واحد
مذکر غائب ہے جو کہ رسول کیطرف پھرتی ہے پس یہ تھوڑی فضیلت ہے کہ صاحب رسول ہیں ارج
صاحب کا لفظ اچھے اور برے اور مومن و کافر ہر پاس بیٹھنے والے پر بولا جاتا ہے چنانچہ مثل مشہور
ہے بئس الصاحب الحمار یعنی برا صاحب ہے گدھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما صاحبکم بمجنون
یعنی تمہارا صاحب مجنون نہیں ہے اس آیہ میں آنحضرت کو کفار کا صاحب فرمایا ہے پس اگر لصاحبہ
میں صاحب کا مضاف ہونا رسول کیطرف ابوبکر کے واسطے باعث فخر ہے تو پناہ بخدا اس آیہ میں
صاحب کا لفظ کفار کی طرف مضاف ہونے سے آپکی تحقیر کے قائل ہونگے اور حضرت یوسفؑ
کا قول قرآن شریف میں مذکور ہے یا صاحبی السجن یعنی اے میرے دونو صاحب قیدخانہ
میں اور باتفاق مفسرین وہ دونو مسلمان نہ تھے پس چاہئے کہ صاحب کا لفظ ان دونو کے واسطے
باعث فخر ہو جیسا کہ ابوبکر کے واسطے ہوا صرف اتنا فرق ہے کہ وہ دونو حضرت یوسف کے صاحب تھے

لفظ معنا سے بیان کیجاتی ہے یعنی اللہ ابوبکر کے ساتھ ہے واضح ہو کہ غار میں آنحضرت کا یہ فرمانا
ان اللہ معنا یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے ہرگز اس امر کو شامل نہیں کہ ابوبکر بھی داخل معیت
ہیں یا معیت انکو فائدہ رساں ہے اس واسطے کہ یا ان اللہ معنا سے یا تو مراد من حیث النصرت
ہے یعنی اللہ کے ساتھ ہونے سے یہ غرض ہو کہ اللہ ہماری مدد کریگا تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس
آیت میں آنحضرت کی امداد کا بیان کیا ہے کہ فلاں فلاں موقعہ و مقام پر اپنے رسول کی مدد کی
ہے اگر اسوقت میں مسلمان اسکی نصرت سے پہلو تہی کرینگے تو کچھ پروا نہیں ہم اسکے مددگار ہیں پس
آپکے اس فرمانے سے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے یہ مراد ہوئی کہ اللہ میری مدد کریگا جیسا کہ پہلے
کر چکا ہے تو کیوں روتا ہے اور یا معیت من حیث العلم والقدرت مراد ہے یعنی اللہ کا علم اور قدرت
سب پر محیط ہے تو ان اللہ معنا کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالی میرے اور تیرے حال سے بخوبی
واقف ہے اور وہ اس پر قادر ہے کہ مجھکو میرے ارادے اور تجھکو تیری نیت کی جزا دے تو کیوں
گریہ و بکا کرکے میرا باعث آزار ہوتا ہے پس دونوں صورتوں میں ابوبکر صاحب کے واسطے کوئی فضیلت
وسعادت ثابت نہوئی بلکہ قباحت ظاہر ہوئی اور ماہران علم بیان جانتے ہیں کہ انّ تاکید مدخول
پر دلالت کرتا ہے اور تاکید نہیں مناسب ہوتی مگر جبکہ کوئی شخص منکر ہو تو اس پر اظہار تاکید کیا
جاتا ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ ان اللہ معنا یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے اس امر پر دلالت کرتا ہے
کہ ابوبکر صاحب مصدق تائید الہی نہ تھے اس واسطے یہ فرمانے کی ضرورت ہوئی کہ اللہ ہمارے ساتھ
ہے یعنی ہر وقت ہمارا مددگار ہے تو کیوں گھبراتا ہے اور علاوہ ازیں یہ بھی ظاہر ہے کہ کفار قریش
جناب رسولخدا صلعم کے درپے قتل تھے ابوبکر کا کوئی مزاحم نہ تھا چنانچہ اور مسلمان جو اسوقت شہر
میں موجود تھے انکو کسی نے قتل نہ کیا حتی کہ جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام مکہ
و تنہا بستر رسول پر تمام شب پاؤں پھیلائے سویا کئے اور جب کفار بتلاش جناب رسول مختار گھر میں
آئے تو شمشیر آبدار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے اس پر انہوں نے کہا کہ ہم کو تم سے کچھ غرض نہیں
محمد کو بتادو کہاں ہیں آپنے فرمایا کہ جہاں انکا خدا لے گیا

دلالت کرتا ہے کہ آپنے ان اللہ معنا اپنے ہی واسطے فرمایا تھا اور ازالۃ الخفا میں لکھا ہے
کہ جب جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا اے ابوبکر تیکے کیوں روتا ہے تو ابوبکر نے عرض کیا میں اپنے واسطے
نہیں روتا بلکہ آپکے واسطے روتا ہوں پس حضرت صدیق صاحب اپنے اس بیان میں سچے ہیں
تو ان اللہ معنا آنحضرت کا فرمانا ابوبکر صاحب کو معیت سے ضرور خارج کرتا ہے اور اللہ
کا ساتھ ہونا اپنے ہی واسطے بیان فرمایا ہے کیونکہ جس امر کا کسی شخص کو رنج و قلق ہو اُس پر اُسکو
تسکین دینا فعل عبث ہے اور انبیا سے فعل عبث کا ہونا عقلاً مذموم ہے پس حاصل ان اللہ
معنا کا یہ ہوا کہ اے ابوبکر تو اپنے واسطے تو غمگین ہے ہی نہیں صرف میرے واسطے اظہار
اندوہ کرتا ہے سو کچھ پروا کی بات نہیں اللہ میرے ساتھ ہے وہ مدد کریگا اگر ابوبکر صاحب زبان
گوہر بار سے یوں دُر فشان ہوتے کہ میرا دل آپکے اور اپنے واسطے بیچین ہے اس سبب سے ہوش
باختہ ہوں اور اس پر آپ ان اللہ معنا فرماتے تو یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ ابوبکر کے ساتھ بھی خدا ہی
واذلیس فلیس لطیفہ۔ جاننا چاہیئے کہ ان اللہ معنا جملہ اسمیہ ہے اور اسمیت دوامیت
پر دلالت کرتی ہے پس اگر خدا ابوبکر کے ساتھ ہوتا تو ضروری تھا کہ تا بقائے مونیت کبھی اُنکو
نچھوڑتا شعر محال است چوں دوست دارد ترا ✝ کہ در دست دشمن گذارد ترا ✝ تعجب ہے کہ بروز
اُحد و خیبر و حنین وغیرہ جو جناب رحمۃ للعالمین صلعم کو ہزاروں خونخواروں کے نرغہ میں چھوڑ کر
پہاڑوں میں ٹکراتے پھرتے تھے اور میدان فصاحت و بیان اُن پر ایسا تنگ تھا کہ بُز کوہی
کے سوا کوئی لفظ تشبیہ کے واسطے نہ ملتا تھا باوجودیکہ کلام فصیح و بلیغ کے ایسے حافظ تھے کہ بمقابلہ
فرمان رسولخدا صلعم ایتونی بدوات و قرطاس الخ بے اختیار بول اٹھے حسبنا کتاب اللہ یعنی ہمکو
خدا کی کتاب کافی ہے اور نوشتہ کی ضرورت نہیں قرآن فہمی ہمارا حصہ ہے کیا نعوذ باللہ اُس
وقت اللہ انکو چھوڑ کے کہیں چلا گیا تھا چوتھی فضیلت مفروضہ کا جواب جو کہ لفظ لا تحزن
سے بیان کیجاتی ہے یعنی یہ کلمہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو ابوبکر سے بڑی محبت

اصلِ امر وجوب کے واسطے اور معنی اصلی سے عدول کرنے کے لئے قرینہ لازم ہے پس مریدانِ
ابوبکر کو لازم ہے کہ اوّل حزنِ ابی بکر کا مستحسن ہونا ثابت کر لیں تب اس بات کا گمان کریں
کہ آپ نے ازراہِ شفقت فرمایا تھا لاتحزن اور یہاں تو حُزن کا قبیح ہونا آفتاب کی طرح روشن
ہے اگر کسی کو نہ سوجھے تو قصورِ باصرہ ہے تنقیۂ دماغ کرنا چاہئے اور مغلظات کا استعمال مناسب ہے
تاکہ دور کی سوجھنے لگے۔ کیونکہ بارہا جنابِ رسولخدا صلعم کی زبانی سُن چکے تھے کہ آنحضرت کبھی
مغلوب نہوں گے اور پھر مزید اطمینان کے واسطے پرند کا انڈے دینا اور مکڑی کا جالا پورنا اور
درختِ خاردار کا جم نکلنا اور دروازۂ غار پر غارت گروں کا متحیر کھڑا ہونا اور آپ اُنکو دیکھنا وغیرہ
وغیرہ بچشمِ خود دیکھ چکے تھے اس پر بھی مادۂ فرار نے اپنا فعل دکھایا کہ صبر و قرار بالکل جاتا رہا رازِ
دلی اشکوں سے تحلیل ہو کر زیبِ رخسار ہو گیا اور مطلق اس امر کا خیال نہ رہا کہ کل شئ یؤدّی
اِلَی الشّرِ فَھُوَ شَرٌّ یعنی جو چیز برا نتیجہ پیدا کرے وہ خود بد ہے پس اسوقت کے رونے کا
نتیجہ یہ تھا کہ اگر کفّار مطلع ہو جاتے تو آنحضرت کو زندہ نچھوڑتے پس ایسے حُزن کی نہی کو اصلی
معنی میں نہ استعمال کرنا نادانی ہے یا نہیں لہٰذا غار میں لاتحزن فرمانا ابوبکر کی کوئی فضیلت
ثابت نہیں کرتا بلکہ بامِ فضیحت پر چڑھا کر انگشت نمائی خاص و عام کر رہا ہے اگر کسی کو نہ سوجھے
تو ہم کیا کریں اور دیکھو کیسی کم بختی اور بدنصیبی کی بات ہو کہ عام قاعدہ ہو کہ اگر کوئی شخص بذات
خود بزدلا ہوتا ہے اور کسی اپنے سے چھوٹے من چلے بہادر کو کوئی کار نمایاں کرتے دیکھتا ہے تو
یکبارگی اظہارِ رازِ اندرونی کرنے میں شرماتا ہے اور بظاہر بڑے استقلال کے ساتھ اظہار جرأت
کیا کرتا ہے مگر واہ ری حمیت اور بل بے تیری جرأت ابھی تھوڑی سی دیر گذری تھی کہ جنابِ حیدرِ
کرار غیر فرار کو ہزاروں کفار کے نرغہ میں یکہ و تنہا بسترِ رسول مختار پر دیکھ آئے تھے اتنا بھی خیال
نہ آیا کہ دیکھنے سننے والے کیا کہیں گے کہ ایک کمسن لڑکا اکیلا تلواروں کی چھاؤں میں آنکھ نہ جھپکائے
اور ایک مرد کھول صاحب سرد و گرم چشیدہ ایسے محفوظ مقام میں کہ ہر طرف سے بند اور ایک تھوڑا

ہی مگر شاید یہ مقولۂ عوام بوقت ضرورت باعث تسکین قلب ہو جاتا ہو گا کہ جی سکھ تو جہان سکھ کسی کے کہنے سننے سے اپنی عزیز جان کو کیوں مصیبت میں ڈالا الغرض کلمۂ لاتحزن کسی طرح ابوبکر صاحب کے واسطے باعث فخر نہیں اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی غرض لاتحزن فرمانے سے مخاطب کی تسکین و تشفی ہی تھی تو بھی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اسلئے کہ اگر کسی شخص کو اپنے جاہل ہمراہی کی نامناسب حرکت سے افشاء راز ہو کر اپنی جان کے تلف کا خوف یقیناً ہو اور وہ بغرض اپنے تحفظ کے اُسکو ملائم لفظوں سے تسکین دے تو اس میں مخاطب کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی جبکہ فعل مخاطب کی قباحت بدیہی ہو جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہی سوائے اسکے اور حالات غار سے بھی یار غار کی فضیلت تو درکنار اُسکا تو زبان پر لانا بھی یاران صاحب الغار کو موجب عار ہی خصوصاً اغیار کی روبرو بیدھڑک بیان کرنا کیونکہ اس بیان کی تشریح میں قطع نظر دیگر حالات کے ایک قصۂ مار ہے جو آپکے دل میں چھپے ہوئے ایمان کی قلعی کھولتا ہی ظاہر ہی کہ اسوقت میں حیوانات و نباتات سب بدل و جان حفاظت رسول کے سامان بہم پہنچانے میں مصروف تھے سانپ نے مصاحب رسول کو کیوں ایذا پہنچائی اس سے تو معلوم ہوتا ہی کہ یہ حضرت یار عقیدت گزین نہ تھے بلکہ مار آستین تھے ورنہ اسوقت میں سانپ اُنکو ہرگز نہ کاٹتا پانچویں فضیلت خلیفہ صاحب کی یعنی اللہ نے اُن پر سکینہ نازل فرمائی ہی سبحان اللہ کیا کہنا ہے اس خوش فہمی کا کجا صاحب الغار اور کجا تنزل سکینۂ غفار بقول شخصے یہ منھ اور گھی کا ملیدہ ابوبکر صاحب پر نزول سکینہ کی کیا صورت تھی ذرا سیاق کلام تو دیکھو کہ کس موقعہ پر جناب باری نے فرمایا ہی فانزل اللّٰہ سکینتہ علیہ اللہ تعالیٰ جلشانہ اُن لوگوں کو تنبیہہ فرماتا ہی کہ جو رسول کے ساتھ جہاد میں جانے سے پہلوتہی کرتے تھے الا تنصروہ اگر تم لوگ مدد نہ کرو گے اسکی یعنی رسول کی تو کیا پروا ہے ہم اُسکی مدد کرینگے الا تنصروہ کا شرط ہے اور جزا اُس کی فسینصرہ اللہ محذوف ہے اور فقد نصرہ اللہ بجائے دلیل بمقام جزا میں رکھا گیا ہے کما صرح بہ البیضاوی پس بعد تنبیہ کے اُن وقتوں کا پتہ دیتا ہے کہ جن میں رسول کی مدد کی تھی اذ اخرجہ الذین کفروا جبکہ کافروں نے اُسکو گھر سے نکال دیا تھا اذ ھما فی الغار اور اُسوقت

مدد کی جبکہ وہ دونو غار میں تھے اذ یقول لصاحبہ لاتحزن اور جبکہ وہ اپنے ساتھی سے
کہتا تھا لاتحزن اور بعد اسکے فرماتا ہے فانزل اللہ سکینتہ علیہ یعنی پس نازل کی اللہ
نے اپنی سکینہ اوپر اُسکے پس حاصل یہ ہوا کہ ہم نے اپنے رسول کے اوپر بوقت خروج از مکان
اور بوقت قیام غار اور بوقت خطاب لاتحزن اپنی سکینہ نازل کی کہ وہ اس سبب سے کسی
پر خوف وقت میں مضطرب نہیں ہوا دیکھو اس سیاق آیہ سے تو صاف ظاہر ہے کہ نزول سکینہ جناب
رسولخداؐ پر ہوا کہ شروع آیت سے کل ضمیریں آپ ہی کی طرف پھر رہی ہیں اب اگر علیہ کی ضمیر ابوبکر
کی طرف پھیریں تو نظم کلام میں خلل واقع ہوگا کیونکہ اس صورت میں ماحصل آیہ کا یہ ہوگا کہ جن
وقتوں میں ہم نے رسول کی مدد کی ان وقتوں میں ابوبکر پر سکینہ نازل کی بڑے تعجب کا مقام
ہے کہ مضطر و ناچار تو رسول تھے ہزاروں کفار آپ ہی کے درپئے قتل تھے اور نزول تسکین ابوبکر
پر یہ وہی مثل ہو کہ بیمار جنوائی اور دوا پئے سُسرا۔ اے صاحب اوقات مذکورہ میں محتاج نصرت تو
رسول تھے اُن ہی پر انزال سکینہ لازم تھا تاکہ مضطرب نہو جائیں اب ہم بغرض مزید توضیح مضمون
آیہ حسب تحریر رمی الجمرات وہ ترکیب تحریر کرتے ہیں جسکو قاضی بیضاوی بہ بانگ بلند شمار ہے
ہیں وہ فرماتے ہیں اذ ھما فی الغار بدل اوّل ہے اذ اخرجہ سے اور اذ یقول لصاحبہ بدل ثانی
ہے اذ اخرجہ سے پس اس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ تینوں اذ باعتبار بدلیت کے حکم واحد میں ہیں
اب اگر فانزل اللہ سکینتہ علیہ ایک اذ کا جواب ہوگا تو ضرور ہے کہ تینوں اذ کا جواب ہو اور
پہلے اور دوسرے اذ میں لفظ صاحبہ نہیں تو علیہ کی ضمیر صاحب کی طرف پھیرنا کلام الٰہی کو بے
ربط کر دینا ہے کیونکہ تینوں اذ حکم واحد میں ہیں اگر آخر کے اذ کا جواب فانزل اللہ کو سمجھیں تو پہلے
دو اذ کا جواب کیا ہوگا پس ضرور ہے کہ علیہ کی ضمیر بھی اُسی کیطرف راجع ہے جنکی طرف اوّل
و آخر کی ضمیریں پھرتی ہیں دوسری دلیل ابوبکر کے اوپر سکینہ نازل نہونے کی یہ ہے کہ جب کبھی
رسول کے ہمراہ مومنین ہوئے ہیں تو اُن کا ذکر بھی آیہ میں آیا ہے جیسا کہ جنگ حنین میں ارشاد ہوا
ہے فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین یعنی اللہ نے اپنی سکینہ نازل کی اپنے رسول پر اور

مومنین غیر فارین پر پس اگر یہاں ابو بکر پر نزولِ سکینہ ہوا ہوتا تو یہاں ارشاد ہوتا علیہ وعلی
صاحبہ تیسری دلیل ابو بکر صاحب کی محرومی پر یہ ہے کہ انزالِ سکینہ لطف و عنایت ہے خدا
کی جانب سے اور غرض اس سے بچانا ہے محتاجِ لطف کو ابتلائے فعلِ قبیح سے یعنی لطفِ الٰہی
اس واسطے ہوتا ہی کہ جس پر لطف کیا گیا ہے وہ بُرے فعل میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے اور ثبوت
اسکا یہ ہے کہ جناب باری فرماتا ہے لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم یعنی اگر ہم تجھکو توفیقِ
ثباتِ قدمی نہ عطا کرتے تو قریب تھا کہ کفّار کی طرف میل و رغبت کرے اس فرمان سے بخوبی
واضح ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کفّار کی طرف راغب ہونے سے پہلے ثباتِ قدمی عطا
فرمائی تھی نہ اسوقت کہ مرتکبِ میلان و رغبت ہو گئے ہوں تب ثباتِ قدمی عنایت کی ہو لہذا
ہمکو یہ کہنے میں ذرا بھی تامّل نہیں کہ ابو بکر صاحب انزالِ سکینہ سے بالکل محروم ہیں اسواسطے کہ
اگر غار میں آپ کی ذاتِ بابرکات منزلِ عنایاتِ الٰہی ہوتی یعنی انزالِ سکینہ آپ پر ہوا ہوتا تو ضرور
تھا کہ رونے سے باز رہتے جیسا کہ آنحضرت میلانِ کفّار سے باز رہے اور غار میں رونے کا
بُرا ہونا ہم ابھی لاتحزن کے بیان میں ثابت کر چکے ہیں چھٹی فضیلت یعنی بڑی جانبازی کی بات
ہے کہ ایسے پُرخوف مقام میں آنحضرت کا ساتھ نہ چھوڑا اے سبحان اللہ ماشاء اللہ چشمِ بد دور
جانبازی تو آپ کے خمیر میں شامل کی گئی ہے کھیل کھود کے زمانہ سے لیکر وقتِ آخر تک کبھی جانبازی
سے باز نہیں رہے دُور کیوں جاؤ احد و خندق و خیبر و حنین وغیرہ آپ کی جانبازی پر گواہ ہیں
کبھی کوئی نامی گرامی پہلوان آپ کے پنجوں میں پھنسکر مرغِ نیم بسمل کیطرح بھی نہیں تڑپا آپ کا
ناخن نشترِ مرگ تھا جس پر ذرا چھو گیا فوراً ہی تو طائرِ روح بے چین ہو کر قفسِ عنصری سے پرواز
کر گیا کیا عجب ہی کہ مرحب کی روح سے آپ کا نامِ نامی سُنکر مرحبا کی صدائیں اور عمر ابن عبدود سے
عمرت دراز باد کی دعائیں بلند ہونے لگیں یا للعجب مریدانِ ثلاثہ ابو بکر کے غار میں بیٹھے رہنے کو
جانبازی قرار دینے میں شرم نہیں کرتے اتنا نہیں سوجھتا کہ تین طرف سے بلکہ پانچ طرف سے تو

بھی جاتے تو کہاں جاتے اور اس ننگ و عار میں کیا کر دکھاتے اگر کسی طرف سے کھلا ہوا راستہ پاتے تو جانبازی قابل اعتبار تھی ہاں ایک وجہ سے یہ بھی جانبازی ہے اس واسطے کہ روح پر صدمہ پہنچتا ہے تو لخت دل آنکھوں کی راہ سے باہر آکر آنسو کے بہانے سے اپنی حالت سب کو دکھلاتے ہیں جھوٹے سچے اشکوں کے موتیوں کا ہار جو اسوقت آپ کے پاس موجود تھا پیشکش کر دیا تھا وہ تو اور بھی تار باندھ دیتے مگر کیا کیجے قبول کرنا نہ کرنا دوسرے کا کام ہے آنحضرت نے اِن موتیوں کی کچھ قدر نہ کی جلدی سے لاتحزن کہکر گہرباری سے باز رکھدیا پیروانِ ثلثہ کو غور کرنا چاہیئے کہ ابوبکر صاحب کی رورو کر آنکھیں سُجانے کو جانبازی قرار دیا اور اُسکے نتیجہ پر نگاہ نہ گئی اگر مکڑی کا جالا پورنا اور پرند کا انڈے دینا اور درختِ خاردار کا جم نکلنا کفار کو اندر جانے سے باز رکھتا اور ملائکہ اُن کے کانوں پر پردہ نہ ڈالتے تو کس کی جانبازی ظہور میں آتی سخت مشکل کا سامنا ہے کہ اگر چُپ چاپ بیٹھے رہیں اور اپنے مخدوموں کو بخیر و خوبی یاد نہ کریں تو عقیدت مندی کی خلاف ہے اور اگر اُن کے فضائل و محامد میں رطب اللسانی دکھائیں تو ابنائے جنس میں پھبکے ہوں اُحد کی گھاٹیوں میں مارے پھرنے کو بزِ کوہی سے روایت کریں یا خندق میں مُنھ کی کھانے کو زبان پر لاکر حرف گیروں کی سنانِ زبان سے دل و جگر مجروح کرائیں یا خیبر میں جان بچانے کی خبروں کو جتلائیں یا حُنین میں کثرتِ لشکر کو نظر لگانا بیان کر کے اہل نظر کی آنکھوں میں حقیر و نظر انداز ہو جائیں یا قصدِ احراقِ خانۂ فاطمہ اظہار کر کے حاکم و عازم کے نام کو داغ لگائیں یا مالک بن نویرہ کے ذمہ ارتداد کا بہتان بیان کر کے مجوزین و قائلین کو اس جُرم کا مُجرم بنائیں یا سعد بن عبادہ سے جلیل القدر کی سعادتِ صحبت سے دوری گوارا کرنے کو ظاہر کر کے اس شعر کا مصداق بنجائیں

شعر ماری توکہ ہر کرا بینی بزنی * یا بوم کہ ہر کجا نشینی بکنی *

ناچار ڈھونڈ ڈھانڈ کے اور ٹٹول ٹال کے غار کی تاریکی میں مُنھ چھپائے پڑے رہنے کو جانبازی قرار دیکر من سمجھوتا کر لیا بقول شخصے اپنے دل کا سمجھانا کیا۔ دیکھو جانبازی اسکو کہتے ہیں کہ دنیا بھر کے کُل باانصاف جانبازوں کو بے تامل جس کا اقرار ہے اور مالک دوجہان جس کا خریدار ہے [illegible]

یَشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ کا روشن تمغہ عطا ہوا ہے معنی اس آیہ
کے یہ ہیں کہ ہمارے بندوں میں سے ایک وہ شخص ہے کہ اپنی جان کو اللہ کی خوشی کیواسطے
فروخت کرتا ہے باتفاق مفسرین یہ آیہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں آیا ہے جبکہ آپ
یکہ وتنہا بستر رسول پر آپ کے قائم مقام ہو کر سوئے اور خونخواروں کا کچھ خوف وخطر نہ کیا قربان
ہو جائیں جانیں ہماری آپ کی دلاوری وجانبازی پر رسول کے سچا جاننے والے ایسے ہوتے
ہیں اے کاش اگر ابو بکر صاحب بوقت روانگی غار جناب رسول مختار سے یوں عرض کرتے کہ یا
حضرت ابھی علی کم سن لڑکا ہے آجتک اسکو کسی معرکہ میں جانے کا اتفاق نہیں ہوا ایسا
نہو کہ اندھیری رات میں تلواروں کی چمک نیزوں کی لچک کمانوں کی کڑک سے خوف کھا
جاوے اور ناملاقات آپ کا میلان طبیعت بھی اسی جانب رہے گا کیونکہ بچپن سے آپ نے
اُسکو اولاد کی طرح سے پالا ہے آپ اُسکو ہمراہ لیتے جائیں اور میں آپکے بستر پر سو رہوں میرا اور
آپ کا قد بھی قریب قریب ہے کفار مجھکو دیکھکر یہی جانیں گے کہ آپ ہی سو رہے ہیں پس اس پر
اگر مریدان ابو بکر مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے اور خاص وعام کو یوں سناتے نظم
جانباز ایسے ہوتے ہیں بیخوف وبے خطر + پھیلائے پاؤں فرش نبی پر پڑے رہے + جھپکی نہ آنکھ
دیکھو بہادر کی اک ذرا + کفار تاک میں ہی برابر کھڑے رہے + طعنوں سے بھی جھونکی کیا کچھ نہ خوف
وبیم + مُردوں کی طرح تان کے چادر اڑے رہے + تو کم سے کم اپنے ہم مشرب ہوا اور ہم خیالوں
میں کامیابی کی گنجائش بھی مگر یادگاران شہسوار عرصہ لافتیٰ وجاں نثاران موصوف قل
کفےٰ تو اسوقت میں بھی اُنکی ادا ابلہ فریبی پر فریفتہ ہو کر بلائے بیعقلی میں گرفتار نہوتے اور
بقول شخصے بہر رنگیکہ خواہی جامہ میپوش + من انداز قدت رامی شناسم + آپکے اس اظہار
جرأت کی بھی مثل گربۂ غار کے قلعی کھول کر دکھا دیتے اس واسطے کہ ان حضرات کی خوش
اعمالیوں کے انبار کے انبار پیش نظر ہیں ایک رائی برابر بے تکی فضیلت اگر کوئی بیان بھی

کی ذات سے جو امر مرغوب صادر ہوتا ہے وہ قابل اعتبار ہوتا ہے ان حضرات کی کونسی صفت
قابل تسلیم ہے جو یہ اظہار جرأت شمار میں آتا (س ۲۱) حضرات ثلثہ مہاجرین اولین میں سے ہیں
اور مہاجرین اولین کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی ظاہر فرماتا ہے اور بہشت کا وعدہ
کرتا ہے (ج ۲۱) بالکل جھوٹ ثلاثہ اور رضامندی خدا کی۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ کوئی ثبوت
بھی ہے یا اپنے منہ میاں مٹھو (س ۲۲) دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے السابقون الاولون
من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد
لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا یعنی جو لوگ سبقت کرنے والے ہیں مہاجرین والنصار
سے اور جن لوگوں نے اتباع کیا انکا نیکی کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے
راضی ہوئے اور ان کے واسطے ایسے باغ لگا رکھے ہیں کہ جنکے نیچے نہریں جاری ہیں وہ لوگ
ان باغوں میں ابدالآباد رہیں گے یہ بڑی مراد کا ملنا ہے (ج ۲۲) اس آیہ میں حضرات ثلاثہ کی کوئی
فضیلت بیان نہیں کی گئی اس کی توضیح میں اول تو ہم علمائے اہلجماعت کے وہ اقوال ظاہر
کرتے ہیں جو ہمارے علماء اعلام مثل صاحب نزہہ و تشئید و رمی الجمرات نے انکی کتب معتمدہ
سے نقل کئے ہیں از آنجملہ بعض کا قول ہے کہ مصلی قبلتین اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے دو
قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے پہلے بیت المقدس کی طرف اور پھر جب وہ حکم منسوخ ہوا تو کعبہ
کی جانب پس بریں تقدیر مصداق آیہ جناب امیر علیہ السلام ہیں جنہوں نے حسب تصریح صاحب
قول فیصل کے سات برس تک رسول کے ہمراہ نماز پڑھی ہے جبکہ سوائے ام المومنین خدیجہ
کے کوئی اور مسلمان نہوا تھا دیکھو کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۲۲۔ اور اسوقت قبلہ خانہ کعبہ نہوا
تھا اور مولانا حاجی مولوی عمار علی صاحب نے تفسیر ثعلبی سے نقل فرمایا ہے کہ علیؑ نے سات
برس سب سے پہلے ہمراہ رسول نماز پڑھی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں کھلم کھلا
لکھ رہے ہیں۔ وبسیارے از صحابہ وتابعین برآن رفتہ اند کہ علیؑ ابن ابیطالب اول مسلمانان

بنی ہاشم نے شعب ابیطالب کی جانب کی تھی پس اس صورت میں بھی حضرات ثلاثہ شرف
مذکور فی الآیہ سے محروم ہیں کیونکہ اسوقت تک کوئی ان میں سے مسلمانی کا مظہر نہیں ہوا تھا
اور اگر کوئی حمایتی بول اُٹھے کہ اس ہجرت میں تو ہمارے خلیفہ جی بھی شریک تھے تو بھی شرف
آیہ سے بے بہرہ ہیں کیونکہ بقول اہلجماعت کے اس ہجرت میں کئی کافر بھی آنحضرت کے ہمراہ
تھے اور کافر اس انعام کا مستحق نہیں ہوسکتا جو آیت میں وعدہ کیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک
ان میں سے کسی کو ایمانِ حقیقی حاصل نہ تھا اثبات بذمہ مدعی ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ
ہجرتِ سابقہ وہ ہے کہ بہمراہی حضرت جعفر طیار جانب حبشہ واقع ہوئی تھی یہ واقعہ نومبر ۶۱۶ء
میں ہوا ہے پس اس میں بھی ثلاثہ شریک نہ تھے اور بعضے کہتے ہیں کہ اہل بدر مراد ہیں اگر اس
قول میں وہ سچے ہیں تو بھی حضراتِ ثلاثہ کا چہرہ ممدوحینِ آیہ میں نہ لکھا جاویگا کیونکہ ممدوح
وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو معرضِ عتاب میں آکر انگشت نمائے خاص و عام نہوئے ہوں اور
اسکا ثبوت ہم آئندہ پیش کرینگے کہ کن کن پر عتاب ہوا تھا اور بعض ناقل ہیں کہ وہ لوگ اہل
حدیبیہ ہیں پس اگر ایسا ہے تو نبوت میں شک کرنے والے یقیناً اس شرف سے محروم ہیں اور
اسکا ثبوت بھی عنقریب آنے والا ہے کہ کس نے شک کیا تھا یہ حال تو علمائے اہلسنت کی
تحریر کا تھا اب ہماری بھی سنو اس آیہ میں سبقتِ ہجرت مراد نہیں بلکہ سبقت الی الایمان
مراد ہے پس سابقون الاوّلون وہ لوگ ہیں کہ جو سب سے پہلے ایمان لائے پس مہاجرین میں
سے تو علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور انصار میں سے بیعت
عقبہ والے ہیں جو لوگ قبل از ہجرت بہ تقریب حج کعبہ وارد مکہ ہوئے اور آنحضرت کے معجزات
دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے اور آپ کو مجبور و مقہور پاکر وعدۂ نصرت و حمایت کر گئے تھے اور
اسی سبب سے آپ نے مدینہ کیطرف ہجرت فرمائی پس مقتضائے عقل یہی ہے کہ مہاجرین
وانصار جن کی فضیلت اس آیہ میں مذکور ہے وہی لوگ ہیں کہ جو سب سے پہلے ایمان لائے ہیں

حسبِ قرأتِ مشہورہ لفظِ مہاجرین معطوف علیہ ہو اور انصار معطوف ہے اور دونوں مل کر
مجرور ہوئے اور جار و مجرور مل کر بیان ہوا السابقون الاوّلون کا پس محصّل آیہ کا یہ ہوا کہ جو
لوگ مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے ہیں ایمان میں اُنکے واسطے ایسا اور ایسا
ہے الخ۔ اور اگر سبقتِ ہجرت مراد لی جاوے تو انصار بھی داخلِ ہجرت ہونگے کیونکہ معطوف
و معطوف علیہ کا حکم ایک ہی معطوف تابع معطوف علیہ کا ہوتا ہے اور اگر انصار کا عطف
سابقون پر کرکے مرفوع پڑھیں تو انصار کا رتبہ مہاجرین سے بڑھ جاویگا اسواسطے کہ مہاجرین
میں تو سابقیّت کی قید کے ساتھ وعدۂ جنّت ہے اور انصار بلا قید موعود ہیں اور بعض کے
نزدیک اس آیہ میں سبقت الی الموت مراد ہے پس بنابریں جو لوگ مہاجرین و انصار میں سے
اس آیہ کے نازل ہونے سے پہلے باایمان مرگئے وہ اپنے درجوں کو دیکھ کر راضی ہوئے اور
اُن کے ایمان پر مرنے سے اللہ راضی ہوا چنانچہ رضیَ بصیغہ ماضی اسی پر دلالت کرتا ہے
اور بفرضِ محال اگر اس آیہ میں سبقتِ ہجرت مراد لی جاوے تو ہجرتِ حبشہ عقلاً قرین بصواب
ہے اور اگر بپاسِ خاطرِ مریدانِ ثلاثہ سبقتِ ہجرت بھی مان لیں اور ہجرتِ اُولیٰ ہجرتِ مدینہ
ہی قرار دیں تو بھی حضراتِ ثلٰثہ کی خیر نہیں تاوقتیکہ انکا ایمانِ حقیقی نہ ثابت کرلیں فضیلت
کا گمان بھی ان کی جانب ناروا ہے (س ۲۲ ل) ان کا مومن ہونا تو محتاجِ بیان نہیں ساری علامتیں
ایمان کی ان میں موجود تھیں نماز پڑھتے تھے روزہ رکھتے تھے حج کرتے تھے بندگانِ خدا کے
ساتھ سلوک واحسان کرتے تھے اور بیعتِ رضوان ان کے صاحبِ ایمان ہونے پر دلیل
واضح ہے آیہ رضوان لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم
فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما
بیشک خدا اُن مومنین سے راضی ہوا کہ جنہوں نے درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی ہے
پس ظاہر ہو گیا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا لہذا اُن پر تسکین نازل کی اور بدلہ

عزت اور صاحب حکمت ہے دیکھو اس آیہ میں اللہ تعالیٰ کا بیعت کرنے والوں سے راضی ہونا
مذکور ہے اور ان میں حضرات شیخین بھی شامل تھے پس ان سے بھی خدا راضی ہوا اور جب
خدا ان سے راضی ہوا تو ان کے ایمان میں کیا تامل ہو سکتا ہے کیونکہ خدا کا کفار سے راضی
ہونا محال ہے (آج) صرف اعمال خیر ظہور میں آنے سے اگر مومن ہو جایا کرے تو نوشیروان
کی عدالت حاتم طائی کی سخاوت اور جوگیوں کی عبادت بدرجہ اولیٰ اُن کو مومن کردیگی
بعض ہندو جوگی ایسے ریاضت کش ہوتے ہیں کہ راہ خدا میں زمین کے گڑ بنجاتے ہیں اور دُنیا
کے عیش و عشرت کو یک لخت ترک کر دیتے ہیں ہزار ہا ہندو ہندوستان میں موجود ہیں کہ
جن کے ہاں سدا برت جاری ہے اور معتبر طور سے سُنا ہے کہ کنور مبارک سنگھ جو ضلع بجنور میں
ڈپٹی کلکٹر تھے سارے تعلّقات چھوڑ کر فقیر ہو گئے اور ساٹھ ہزار روپیہ جو اُن کے پاس تھا ٹھاکر
دوارے کے نام وقف کر دیا پس اس دلیل سے یہ اشخاص کیا مومن قرار دئے جائینگے حضرت
سلامت فعل خیر کا غیر مومن سے صادر ہونا غیر ممکن نہیں مگر درجۂ قبولیّت کو نہیں پہنچتا جیسا
کہ جناب باری فرماتا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ وَيُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ یعنی جو مرد یا عورت حالت ایمان
میں عمل خیر کریگا وہ داخل بہشت کیا جائیگا اور اُس میں بغیر حساب رزق دیا جائیگا اس
کلام پاک سے صاف ظاہر ہے کہ مومنین اعمال خیر کرنے سے اجر عظیم و ثواب جسیم کے مستحق
ہوتے ہیں اگر ہر شخص سے نیک اعمال قبولیّت کی قابلیت رکھتے تو وَهُوَ مُؤْمِنٌ کی قید نہ
لگائی جاتی اور ان حضرات کو ایمان حقیقی سے بہرہ یابی نہ حاصل ہونے کا ثبوت ہم انشاء اللہ
اسی کتاب میں عنقریب ہدیۂ ناظرین کرینگے اب بیعت رضوان کی کیفیت ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ
نے آیہ مذکورہ میں اپنی رضامندی کو بلا قید بیان نہیں فرمایا بلکہ ایمان و بیعت کی قید لگائی
ہے اور اعطاء فتح قریب کا اُن کے ہاتھوں پر وعدہ کیا ہے پس رضامندی خدا کی اُن لوگوں

وعدۂ فتح قریب ان کے ہاتھوں سے ظاہر فرمائی اور بعد اس بیعت کے کسی معرکہ میں ثابت
قدمی کو ہاتھ سے نہیں دیا پس واضح ہو کہ آیۂ رضوان مقام حدیبیہ میں نازل ہوئی اور صلح
حدیبیہ ۶؁ھ میں واقع ہوئی ہے اسکے بعد ۷؁ھ میں جنگِ خیبر واقع ہوئی کنز العمال میں جو
اہلسنت کی معتبر کتاب ہے اس جنگ کی مفصل کیفیت مرقوم ہے مگر اس مختصر میں اتنی
گنجائش نہیں کہ کل کی نقل کیجاوے بقدرِ ضرورت خلاصہ اُسکا ہدیۂ ناظرین ہے۔ لکھا ہے کہ
جب آنحضرت صلعم واردِ خیبر ہوئے تو اول خلیفۂ ثانی کو یہودیوں کی سرکوبی کے واسطے بھیجا
لیکن خصم سے جب دوچار ہوئے فلم یلبثوا الی ان انھزموا عمر واصحابہ الخ یعنی تھوڑی
دیر نہ گذری تھی کہ معہ جماعت ہمراہیان میدانِ کارزار سے ایک سُو ہو گئے اور سردار نامدار
و لشکر جرار باہم ایک دوسرے کو بُزدلی کا الزام دیتے تھے خدا جانے سچا کون تھا مہر نہج بیعت
رضوان میں دونو تھے جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی جیتے جی دشمن کے مقابلہ سے مُنھ نہ
موڑیں گے میدان کو نچھوڑیں گے الغرض دوسرے دن اول صاحب رونق افروزِ میدانِ
جانسوز ہوئے مگر چار و نطرف خونخواروں کا انبوہ دیکھ کے چھکّے چھوٹ گئے تین پانچ کرنا
مناسب نہ معلوم ہوا تیسرے روز پھر ثانی کو پھُریری آئی مادۂ پیشینہ موجود تھا اور طبیعتِ
نازک اُسکے دفعیہ پر خود قادر نہ تھی دشمنوں کی آتش باری دیکھکر خونریزی کو سودائے خام
سمجھا اور اس حال میں نسخۂ فرار کو جسکے تجربہ پر وثوقِ کامل تھا مفرحِ دلکشائے ہوا خواہان قرار
دیا المختصر جب تیسرے روز بھی نوبتِ روزِ اول ملاحظہ کی تو مالکِ ہر دوسرا یعنی جنابِ رسولخدا
صلعم نہایت مہموم و مغموم ہوئے چنانچہ امام فخر رازی نے اس رازِ پوشیدنی کو اسطرح طشت
ازبام افتادہ کیا ہے انہ علیہ السلام بات تلک اللیلۃ مھموما یعنی اس رات کو آنحضرت
صلعم تمام شب مغموم رہے اور فرمایا لاعطین الرایۃ غدا الخ یعنی کل میں علم فوج خدا ایسے بے ریا
شخص کو دونگا کہ جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں
اور یہ جنگ اُسکے ہاتھوں سے فتح ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ...

میں پہنچکر تھوڑے عرصہ میں کفار کی جماعت کو درہم وبرہم کر کے اُن کے نامی گرامی سردار
مرحب وعنتر کو ایک وار میں راہی دار البوار کر دیا اور جو لوگ بھاگ کر قلعہ میں پناہ گیر ہو گئے تھے
اور غازیانِ اسلام اُن کے قتل وقمع سے عاجز تھے درِ خیبر کو دستِ حق پرست سے اٹھا کر ید اللہ
فوق ایدیہم کے مضمون کا سب کو معترف بنادیا پس اب انصاف کرنا چاہئے کہ اللہ
کی رضامندی کن لوگوں سے متعلق تھی اور کن حضرات کی نسبت یہ ارشاد ہوا تھا فانزل
السکینۃ علیھم یعنی اللہ نے ان لوگوں پر تسکین نازل کی آیا تسکین خدا اسی کا نام ہے
کہ جب ذرا تلوار چمکتی دیکھی آنکھیں بند کر کے منہ پھیر لیا اور جب کسی گوشہ میں کمان کی صورت
نظر آگئی تیرِ قامت تعظیماً یا خوفاً مثل کمان کشیدہ خم ہو گیا اب کوئی لاکھ ڈھارس بندھائے پر تاب
کہاں یکدست ترکِ میدان اختیار کر کے گوشۂ امن وامان پر قبضہ کرنے کی سوجھی اور جب
دشمنوں کی کثرت پیش نظر ہوئی بمقولۂ السلامۃ فی الوحدۃ پر عمل مناسب معلوم ہوا اور بیعت
کرنے والوں سے راضی ہو کر جو اللہ تعالے نے وعدہ فرمایا تھا کیا اُسکے ایفا کے مصداق ایسی
ایسے بہادرانِ نامی اور شجاعانِ گرامی ہوسکتے ہیں جو کئی کئی بار میدان میں جائیں اور بسبب
کمالِ احتیاط کے اپنی پاکیزہ تلواروں کو کفار کے نجس خون سے آلودہ نہونے دیں یا وہ لوگ آیۂ
مذکورہ کا مصداق ہیں کہ جنہوں نے اپنی بیعت کو دنیا کی سلامتی کی عوض میں فروخت نہیں کیا
اور بڑھ بڑھ کر تلواروں اور برچھیوں کے واروں کو سینہ کی سپر پر روکا اور زخموں کے
پھولوں کا گلدستہ زیبِ بدن فرمایا خون کی مہندی لگا کر عروسِ فتح ونصرت سے ہمکنار ہوئے
اور قاضئ ارض وسما یعنی جنابِ رسولخدا کی زبانِ حق ترجمان سے خطبۂ مبارکباد سن کر نہایت
سرخروئی کے ساتھ طرب افزا ہوا خواہان اور خجلت دہ سیاہ کاران بنے ۵ سونا اپنے مول
ہے اور پیتل اپنے بھاؤ ٭ الٹی نگری تلپٹ راجہ کون کرے نیاؤ ٭ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج
نہیں اگر ذرا بھی انصاف کی آنکھیں کھولیں اور برائی بھلائی کو میزانِ عقل میں تولیں تو

تھا کہ فتح قریب اُن کے ہاتھوں سے ہوگی اور اُن پر تسکین نازل فرمائی تھی پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ جن کے دلوں میں اللہ تسکین نازل فرمائے وہ لوگ بار بار بلا تامل میدان کارزار سے فرار کر جائیں اور قطع نظر وبال اُخروی کے ابنائے روزگار سے مطلق نہ شرمائیں اور اگر اس صورت میں بھی یہ خیال دل سے نہ جائے کہ اللہ سب بیعت کرنے والوں سے راضی ہو گیا تھا تو بہت بڑی قباحت لازم آئیگی یعنی جناب باری کی جانب خلفِ وعدہ کا الزام عائد ہوگا کیونکہ سب بیعت کرنے والوں سے راضی ہو کر وعدہ تو یہ کیا تھا کہ اس بیعت کے بدلے میں فتحِ قریب اُن کے ہاتھوں سے ہوگی اور جب وہ وقت آیا اور اُن میں سے بعض من چلے پہلوان وارد میدان ہوئے تو اُن کی بات نہ پوچھی بیچارے اپنا سا منھ لیکر گھر کو چلے گئے اور اس وعدہ کا ظہور ایسے شخص کے ہاتھ سے ہوا کہ جس پر اُس وقت کسی کا گمان بھی نہ تھا باعث اس کا یہ ہے کہ حسبِ تحریر قصص الانبیا جناب شہسوارِ عرصۂ لافتی بسبب آشوب چشم حاضرِ میدان نہ تھے جناب رسولخدا صلعم نے بُلا کر لعاب دہن لگایا اور لشکرِ خدا کا علم دستِ خدا کے ہاتھ میں دیا چنانچہ کتابِ مذکور کے صفحہ ۱۵۱ میں یہ عبارت لکھی ہے کہ تیسرے دن پھر حضرت عمر علم لیکے گئے اور بہت کچھ جانفشانی کی مگر کچھ فائدہ نہوا راقم کہتا ہے کہ جانفشانی تو کچھ نہیں معلوم ہوتی بلکہ کفار کی جمعیت کو دیکھ کر ہوش و حواس جاتے رہے ہونگے جان بچانا غنیمت جانکر واپس آگئے ہونگے کیونکہ اگر جانفشانی دکھا کر واپس آئے ہوتے تو آنحضرت صلعم مغموم نہوتے جیسا کہ ہم نے اوپر فخر رازی کا قول تحریر کیا ہے الغرض اُسوقت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دونگا کہ جو دوست رکھتا ہے خدا و رسول کو اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور فتح اُسکے ہاتھ سے ہوگی راقم کہتا ہے کہ رسول کے اس فرماتے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیۂ رضوان میں جن لوگوں سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ فتح قریب ان کے ہاتھوں سے ہوگی وہ لوگ وہ نہ تھے جو اس فرمانے سے پہلے بے نیل مقصود چلے آئے تھے بلکہ وہ لوگ وہ تھے کہ جنکی نسبت آپ نے روز آئندہ اعطائے علم کا وعدہ فرمایا کر

فتح کی پیشین گوئی کی گویا آپ نے حکیمانہ طور پر سب کو شکر گذار فرمادیا کہ خدا انہیں لوگوں سے راضی
ہے کہ جنکے ہاتھوں سے کل اپنا وعدہ پورا کرے گا کیونکہ غیر ممکن ہے کہ خدا جس سے راضی ہو اسکو
اُسکے حال پر چھوڑ دے شعر محال است چوں دوست دارد ترا ٭ کہ در دست دشمن گذارد ترا ٭
غرضکہ یہ سُنکر سب اصحاب مُتفکر ہوئے کہ دیکھا چاہیئے یہ سعادت کس کو نصیب ہوگی اور حضرت
علیؑ پر کسی کا گمان بھی نہ تھا اسواسطے کہ اُنکی آنکھیں ایسی دُکھتی تھیں کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا فجر کو
اصحاب بن ٹھن کر ہتھیار باندھکر حضرت کے خیمہ کے سامنے ٹہلنے لگے ناگاہ جناب رسالت پناہ
نے پوچھا کہاں ہیں علیؑ ابن ابیطالب جانتے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ بسبب شدت درد چشم کے
معرکہ میں حاضر نہیں ہوئے سلمہ بن اکوع بموجب حکم کے حضرت علیؑ کو پکڑ لائے حضرت نے پانی
دہان مبارک کا اُن کی آنکھوں میں لگایا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی رحمت سے جلوہ شفا کا دکھایا
اور پھر تمام عمر درد چشم کا نہوا پھر علم اپنے ہاتھ سے باندھکر اُن کو دیا اور دعائے خیر اُنکے حق میں کی
جب مرتضیٰ علیؑ گئے اور مقابلہ شروع ہوا اور کتنوں کو مارا بعد اسکے ایک یہودی مرحب نام جو شجاعت
میں ملک یمن و شام تک مشہور تھا بولا کہ اے لوگو تمہارے لشکر کا سردار کون ہے جواب دیا
کہ علیؑ ابن ابیطالب چچیرا بھائی رسول اللہ کا مرحب نے کہا میں سُنتا ہوں کہ وہ بڑا دلاور ہے افسوس
وہ آج میرے ہاتھ سے مارا جائیگا حضرت علیؑ مقابل ہوئے اور بعد بہت سی طعن و ضرب کے
حضرت نے ایک ایسی تلوار لگائی کہ سر سے کمر تک دو ٹکڑے ہوگیا جب لڑائی کا تنور گرم ہوا تو
ایک یہودی نے حضرت کے ہاتھ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ ہاتھ سے ڈھال گر پڑی آپ نے
گرمی اور طیش سے ایک دروازہ کا حلقہ ہلا کر اکھاڑا اور اُسکو اپنے سر تک اٹھا کر گرا دیا یہ دیکھتے ہی
لشکر اسلام نے یکبارگی حملہ کیا اور قلعہ میں دھس گئے اور کفار نے عاجز ہوکر ہتھیار مسلمانوں کو آگے
ڈالدئے اور پھر دو تین سطر کے بعد لکھا ہے کہ ساٹھ جوانان قوی نے چاہا کہ اُس در کو الٹ دیں مگر
نہ اُلٹ سکے یہانتک تو قصص الانبیا کی عبارت تھی اب میں پھر کہتا ہوں کہ کل بیعت کرنے

کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وعدۂ فتح قریب ہے اُن کی تشریح فرمائی ہے اور اگر بفرض محال بپاس خاطر مریدان ثلثہ ہم یہاں الف لام استغراقی مان بھی لیں تو بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رضائے الٰہی جملہ بیعت کنندگان کی جاگیر علی الدوام ہوگئی کیونکہ اس آیت میں رضائے خدا مخصوص ہے اِذ یبایعونک کے ساتھ پس اگر اس میں اِذ تعلیلیہ قرار دیں تو یہ معنی ہوئے کہ اللہ بسبب بیعت کے راضی ہوا اور اگر اِذ ظرفیہ قرار دیں تو یہ معنی ہوئے کہ بوقت بیعت رضائے الٰہی مخصوص ہے ان دونو صورتوں میں رضا ایک امر خاص کے ساتھ مخصوص ہوئی نہ یہ کہ من کل الوجوہ جملہ امور سے متعلق ہوگئی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ بیعت تو کرلیں اور اُس پر قائم نہ رہیں اور جو کام پسند خاطر ہووے بیدھڑک کریں اور رضائے الٰہی میں فرق نہ آئے بلکہ بمقتضائے عقل تو یہ ہے کہ جیسا بیعت کے کرنے سے راضی ہوا ایسا ہی نکث بیعت سے ناراض ہو بڑے تعجب کا مقام ہے کہ اہلسنت نے جھٹ پٹ یہ تو کہدیا کہ اللہ تعالے سب بیعت کرنے والوں سے راضی ہو گیا اور سب میں ہمارے خلیفہ بھی ہیں تو اُن سے بھی راضی ہوا ہوگا اور بھلے مانسوں نے یہ نہ سوچا کہ اس میں کیا کیا خرابیاں پیدا ہونگی اسواسطے کہ منجملہ بائعین تحت الشجرہ کے ایک عبد الرحمن بن عدیس ہو کہ جسکی نسبت استیعاب میں لکھا ہے کہ اس نے بسرکردگی بلوائیان مصر خلیفۂ ثالث کو قتل کیا ہے پس اہلسنت کو چاہیے کہ یا تو خلیفۂ ثالث سے دست بردار ہوں کہ ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل ہوئے کہ جس سے خدا راضی تھا اور یا یوں کہیں کہ رضائے خدا سب بیعت کرنیوالوں سے متعلق نہ تھی یا ایک امر خاص کے ساتھ مخصوص تھی اور جب وہ امر قائم نہ رہا تو بیعت بھی کالعدم ہوگئی پس اگر رضائے الٰہی خاص لوگوں سے متعلق تھی تو خلفائے ثلثہ کا داخل رضا ہونا کس دلیل اور قرینہ سے ثابت کرینگے ثلاثہ کے مستثنےٰ ہونے پر تو سیاق کلام دلالت صریحہ ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور اگر کل سے متعلق تھی یا وہ ایک امر خاص کی وجہہ سے تھی تو وہ کب قائم رہ سکتی ہے جبکہ بعد کو ہزاروں کام

موجب قہر و غضب ہوئے ہول خیبر کی ناکامیابی حنین کی سرتابی تخلف جیش اسامہ منع
قرطاس و دوات و خامہ عدم شراکت دفن رسول غصب حق علیؑ و بتولؑ مالک بن نویرہ کو
گنجینۂ دیرینہ راہ عدم دکھانا بدعت خیرٌ من النوم اور تراویح مروجہ وغیرہ کی بنیاد جمانا کس کس بات
کو بیان کروں طول بہت ہو جائیگا پڑھنے والے گھبرائیں گے منصف مزاجوں کو تو بقول شخصے
ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم * کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است * ان حضرات کی
ہر ادائے نازیبا یہی تقاضا کرتی ہے کہ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں جس امر کے اثبات کی کوشش
ہے یعنی کفر و نفاق ان کے پور پور میں بھرا ہوا ہے کجا رضائے خدا کجا ثلاثہ باصفا آیہ رضوان سے
ثلاثہ ذیشان کا ایمان ثابت کرنا فہم کے فتور اور عقل کے قصور پر دال ہے لاکھوں تدبیریں کرو
جھوٹے کا شیشہ محل ہونا محال ہے (س ۱۲) حضرت امّ کلثوم بنت زہرا کا نکاح عمر سے ہوا
اگر خلیفۂ ثانی مومن نہوتے تو حضرت امیرؑ کبھی گوارا نہ کرتے (ج ۱۲) یہ محض افترا ہی عمر ابن الخطاب
کا نکاح بنت زہرا کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا ہمارے علماء اعلام میں کوئی اسکا مقر نہیں بلکہ اہل
جماعت کے ہاں بھی صحیح طور سے ثابت نہیں کوئی کہتا ہے کہ امّ کلثوم بنت راہب کا نکاح
عمر سے ہوا جیسا کہ ہمارے علمائے تحریر ابن ماجہ اور ابن داؤد وغیرہ سے نقل کرتے ہیں اور بعض کا قول
ہے کہ منکوحۂ عمر جسکا نام امّ کلثوم تھا وہ بنت جرول خزاعی تھی اور بعض مقر ہیں کہ وہ بنت
عقبہ ابن محیط تھی دیکھو کامل اور اصابہ اور تاریخ طبری اور تفسیر کبیر اور اسماء الرجال اور مشکوۃ
شیخ عبدالحق اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ اور بعض نے لکھا ہے کہ وہ امّ کلثوم بنت ابی بکر تھی
اس باب میں کتاب کنز مکتوم مصنفہ مولوی محمد اظہر صاحب قابل ملاحظہ ہے نہایت شرح و بسط
کے ساتھ مصدقان صدیق و فاروق کی افترا پردازیاں ظاہر کی گئی ہیں یہ مختصر اسقدر گنجائش
نہیں رکھتی کہ ان میں سے عشر عشیر بھی معرض تحریر میں لائی جاسکیں یہ رسالہ عوام شیعہ اور
مبتدی اطفال کے واسطے لکھا گیا ہے تاکہ مخالفین کی ابلہ فریب دھوکوں میں آکر شک و شبہہ

کے واسطے کافی ہے وہ یہہ ہے کہ شاہ عبد العزیز نے اپنے تحفہ کے گیارہویں باب میں یہ عبارت
لکھی ہے۔ کہ دریں جا خود بالقطع والتواتر ثابت است کہ زید بن عمر از بطن آں سیدہ بوجود آمدہ
و او را عمر بنام برادر خود کہ در جنگ مسیلمہ کذاب شہید شدہ مسمّٰی کرد و زید بن عمر جوان شد و بست
سال عمر یافت و در خانہ جنگی کہ فی مابین بنی عدی واقع شدہ بود در شب برائے اصلاح از خانہ
خود برآمدہ بود از دست کسے دراں حیص بیص شہید شد و مادر مطہرہ او نیز ہماں روز بمرض گذشتہ
بود ہر دو جنازہ در یکوقت حاضر نمودند و حضرت امام حسینؑ و عبد اللہ بن عمر نماز جنازہ خواندہ
و دفن کردند۔ شاہ صاحب کی یہ صدا پکارے کہہ رہی ہے کہ ام کلثوم اور اُسکے بیٹے زید بن
عمر نے مدینہ میں وفات پائی اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھی اور ام کلثوم
خواہر امام حسین علیہ السلام کربوبلا میں اپنے بھائی کے ہمراہ موجود تھیں اور اسیر ہوکر تا شام
گئیں چنانچہ حبیب السیر اور روضۃ الصفا اور مشہد ابو اسحاق اسفرائنی اور مقتل ابی مخنف وغیرہ
میں بالتصریح مذکور ہے اور تحریر الشہادتین میں مولوی سلامت اللہ نے کئی شعر مرثیہ امام
کے حضرت ام کلثوم کی تصنیف سے لکھے ہیں اور مشہد ابو اسحاق میں لکھا ہے کہ جب اہل حرم
دربار یزید میں داخل ہوئے تو ام کلثومؑ نے فرمایا ویلک یا یزید یعنی تُھڑی ہے تجھ پر اے
یزید کہ مدعی اسلام ہوکر بانی اسلام کی نواسیوں کو اس حال تباہ سے داخل دربار کرنا تجھ کو
گوارا ہوا پس جھوٹا اور فریبی ہے وہ شخص کہ جو عمر کا نکاح بنت زہراؑ سے ہونا بیان کرے ہماری
کتابوں میں کوئی روایت صحیح و معتبر ایسی نہیں لکھی کہ جس سے عمر کا نکاح بنت زہراؑ سے ہونا
پایا جاوے (اس ۲۵) مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی نے لکھا ہے کہ شیعوں کے بڑے معتبر عالم
قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے کہ ام کلثومؑ کا نکاح عمر سے ہوا (ج ۲۵) مولوی محمد قاسم نے
جناب قاضی صاحب مرحوم کی تحریر کو یا تو دیکھا نہیں کسی اپنے ہم مشرب کے کہنے سے لکھدیا
ہے اور یا اُن کو محبت عمری نے اندھا کر رکھا تھا حق بات نہ سوجھی قاضی صاحب مرحوم نے
یہ روایت سنیوں کی معتبر کتاب استغاثہ سے نقل کی [illegible]

کی تحریر سے پیر صاحب کی خوش اعمالی سب کو معلوم ہو جائے کیونکہ اس روایت سے عمر کی عداوت
اہلبیت رسول سے اور دلی بداعتقادی ثابت ہوتی ہے مضمون اُسکا یہ ہے کہ عمر نے جناب
امیر علیہ السلام سے درخواست کی آپنے انکار فرمایا پس عمر نے حضرت عباس کو بلا کر دھمکایا
کہ اگر تم علیؑ کو اس امر پر راضی نہ کروگے تو جو کچھ مجھ سے بن پڑیگا اُسکے دفعیہ میں دریغ نہ کرونگا
اور تمہارے حق میں بھی اچھا نہوگا سقایت حج کا منصب تم سے نکل جاویگا اس پر عباس
نے ڈر کے مارے جناب امیرؑ کو سمجھایا وہ ساکت رہے اور عباس نے نکاح کر دیا اس روایت
کو سُنکر کوئی تھوڑی سی عقل والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ قاضی صاحب نے عمر کے نکاح کا اقرار کیا
ہے بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اُس دشمن اہلبیت کی عداوت قلبی کا اظہار کیا ہے کیونکہ اس روایت
کا راوی عمر کا پیرو ہے اور سوائے قاضی صاحب کے اور جس کسی عالم شیعہ نے اس قسم کی روایت
اپنی کتابوں میں لکھی ہونگی اس سے غرض یہی ہے کہ عمر صاحب کی ناموزوں ہوشیاری
اور اُنکے مریدوں کی ریاکاری ثابت کریں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ عمر کے نکاح کا اقرار کرکے
علمائے اہلجماعت کی طرح سے جھوٹوں میں چہرہ لکھوائیں اسلئے کہ شیعوں کے ہاں صحیح طور
سے ثابت ہے کہ ام کلثومؑ بنت زہرا کا عقد محمد بن جعفر طیار سے ہوا اور سنیوں کے عالم
بھی اسکے مُقر ہیں چنانچہ ابن ماجہ اور ابن داؤد اور دار قطنی وغیرہ نے لکھا ہے ہاں اتنا
صحیح ہے کہ عمر کی ایک زوجہ کا نام بھی ام کلثوم تھا اور وہ بنت اسماء تھی یا بنت جرول یا
بنت راہب جیسا کہ ہم نے ابھی سنیوں کے عالموں کا قول ذکر کیا ہے اور واضح ہو کہ
جناب امیر علیہ السلام عمر کو منافق جانتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے
علیؑ و عباس سے ایک معاملہ میں کہا کہ تم دونوں ابوبکر کو کاذب غادر خائن آثم جانتے تھے اور ایسا
ہی مجھکو سمجھتے ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ جس میں یہ چاروں عیب ہوں وہ منافق ہی ہے پس
کیونکر ہو سکتا ہے کہ منافق بے دین سے ختم المرسلین کی نواسی کا نکاح کر دیں (سن ۲۶ ھ مولوی

باب میں ایسی روایات لکھی ہیں کہ جن سے جناب امیرؑ کی دہوکا دہی ثابت ہوتی ہے چنانچہ کہتے ہیں
کہ ایک جنیہ کو ام کلثوم کی شکل میں متشکل کر کے بھیجدیا (ج) اس روایت سے شیعوں پر اعتراض
کرنے والا مفتری کذاب اور عقل کا اندہا ہے اسلیئے کہ یہ روایت ہمارے ہاں نہیں ہی ہمارے علماء کاملین
نے اسکا قطعی انکار کیا ہے ہاں بعض علماء نے بفرض تسلیم یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود
قادر مطلق ہونے کے ایک یہودی کو جو حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کرانے کی غرض سے گھر میں گیا تھا
اُن کی شکل سے متشکل کر دیا اور اپنے سچے نبی کو آسمان پر لیگیا پس کیا پیروان خلیفہ دہوکا دہی
کا الزام خدا کی جانب کر دینگے اور اگر نہیں تو جو جواب اسکا دینگے وہی جواب یہاں کافی ہوگا
بلکہ اللہ تعالیٰ تو اس پر بھی قادر تھا کہ اپنے رسول کو سب کے سامنے قائم رکھتا اور دشمنوں کی
دست درازی سے آزار نہ پہنچنے دیتا اور جناب امیر علیہ السلام تو ایسے مجبور تھے کہ حسب تصریح
قول فیصل بعد وفات جناب سیدہ سب نے آپ کی طرف سے رُخ پھیر لیا تھا جیسا کہ صحیح
مسلم کی جلد دوم صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے۔ اگر ایسا ہوا ہو تو کیا مقام اعتراض ہے (س۲) حضرت
شہر بانو خلافت عمر کے زمانہ میں بشمول بندی آئیں اور جناب امام حسین علیہ السلام اُن کو
اپنے تصرف میں لائے پس اگر اُنکی خلافت برحق نہ تھی تو جہاد بھی ناجائز ہوا اور جہاد ناجائز
ہونے کی صورت میں مال غنیمت پر تصرف ناجائز ہوگا اور چونکہ امام شیعوں کے نزدیک معصوم
ہوتا ہے پس تصرف ناجائز کا اقرار تو کر نہیں سکتے لہذا ضروری ہوا کہ صحت خلافت کا اقرار
کریں اور جب ثلاثہ میں سے کسی ایک کی بھی خلافت ٹھیک ہوگئی تو سب برحق مانے
جائیں گے (ج۲) سوائے حضرات معصومین علیہم السلام کے خلافت تو کسی کی معتبر ہو نہیں
سکتی چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے اور حضرت شہر بانو زمانہ عمر میں آئی ہوں یا نہ آئی
ہوں اور حضرت امام حسینؑ نے بلا عقد تصرف کیا ہو یا عقد کیا ہو اور یہ جہاد جائز ہو یا ناجائز
ہو تشریح اس کی یہ ہے کہ اول تو حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہ کا زمانہ ثانی میں آنا دونو فریق
میں متفق علیہ نہیں شیعوں کے یہاں بروایت شیخ مفید [illegible]

زمانہ خلافت ظاہری میں ایران کی دو شہزادیوں کا آنا پایا جاتا ہے ایک کا عقد جناب محمد
بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے ہوا اور دوسری شرف زوجیت حضرت امام حسین علیہ السلام
سے مشرف ہوئی دیکھو جلاء العیون اور پیروان ثلاثہ کے یہاں حبیب السیر اور روضۃ الاحباب
میں لکھا ہے کہ جابر جوفی نے زمانہ خلافت حضرت علی علیہ السلام میں دو شہزادیاں ایران
سے بھیجیں پس آنا حضرت شہربانو کا زمانہ عمر میں احتمالی ہوا اور احتمالی بات سے دشمن کو ملزم
کر کے خلافت خلفائے ثلثہ کی حقیقت ثابت کرنا آب دریا بہ مشت پیمودن و ریگ صحرا بہ انگشت
شمردن یا قصد بام فلک نمودن کا حکم رکھتا ہے خلافت نبوی کے استحقاق پر کوئی نص
لانا چاہیے سید الاولین والآخرین کے یادگاروں سے مقابلہ ہے نائی کی برات نہیں ہو کہ
جنا جنا ٹھاکر بنکر جو چاہے کہہ بیٹھے اور جہاں چاہے پڑ رہے یہاں تو ذرا سی بے تہذیبی پر
گوشمالی ہوتی ہے اور اگر کوئی خلیفہ ثانی کے زمانہ میں آئی ہوئی بندی پر امام کے تصرف کو
صحت خلافت کی دلیل قرار دے تو وہ روضۃ الاحباب کو دیکھے کہ صاف عقد ہونا مندرج ہے
اور پیروان سفینہ نجات کے یہاں بحار الانوار میں لکھا ہے کہ اول کل بندی عجم کی آزاد کی گئی
اور پھر جناب شہربانو کا عقد جناب مدینۃ العلم کے جگر گوشہ یعنی امام حسین علیہ السلام سے ہوا اور
حذیفہ الیمان نے صیغۂ عقد پڑھا پس خلیفہ صاحب کی کیا فضیلت ثابت ہوئی اور اگر جہاد کو جائز
مانیں تو بھی خلیفہ صاحب کی خیر نہیں کیونکہ اگر حسب رضائے امام برحق اعنی جناب امیر جہاد واقع
ہوا جیسا کہ کتب تواریخ مثل تاریخ جہاں وغیرہ میں مذکور ہے تو وہ جائز ہو سکتا ہے مگر اسکی صحت خلافت
کو صحیح نہیں کر سکتی ایک امر کا جواز سینکڑوں ناجائز کاموں کو کیونکر جائز کریگا مثال اسکی ایسی ہے
کہ الکاذب قد یصدق یعنی جھوٹا کبھی سچ بھی بول اٹھتا ہے پس اسکے ایک بار کے سچ بولنے
سے ساری عمر کے جھوٹ کب سچ ہو سکتے ہیں پس اگر حضرت عمر کے زمانہ حکومت کا ایک جہاد
جائز بھی ہو گیا تو خلافت کب صحیح ہو سکتی ہے اگر کوئی باغی عمر بھر ایک بادشاہ کی سلطنت میں

سے بھی جا بجا بھڑے تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ فلان باغی نے یہ کام اچھا کیا مگر اس سے بغاوت کا دھبہ
دور نہیں ہو سکتا جبتک کہ اپنی بغاوت کی معافی حاصل کر کے کوئی عمدہ کار نمایاں نکرے پس ایسے
ہی اس جہاد کے جائز ہونے سے خلیفہ عمر صاحب برحق کب مانے جا سکتے ہیں جبتک کہ اپنا مستحق خلافت
ہونا نہ ثابت کریں اور ہم عنقریب دلائل عقلی و نقلی سے یہ ثابت کرینگے کہ خلافت نبوی سوائے علیؑ
ابن ابیطالب کے اور کسی کو سزاوار نہیں اور اس سے پہلے بھی اسکا ذکر آچکا ہی سولہویں جواب میں
اور اگر جہاد کے ناجائز ہونے کی صورت میں امام علیہ السلام نے بلا عقد تصرف کیا تو بھی شیعوں کے ذمہ
کیا الزام وارد ہو سکتا ہے اور خلیفہ صاحب کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہو اسلئے کہ شیعوں میں یہ مسئلہ اتفاقی
ہے کہ جو جنگ خلاف مرضی یا بلا رضائے امام برحق واقع ہو تو لڑنے لڑانے والا عاصی و باغی قرار
پائیگا اور کل مال غنیمت کا مالک امام ہو اور جہاد جائز میں امام کا حصہ معین ہوتا ہے پس اگر خلیفہ ابو بکر
نے یہ جہاد بلا رضائے خلیفہ رسول کیا تھا تو اسکا مظلمہ انکی گردن پر ہے اور مال غنیمت کے مالک
جناب امیر علیہ السلام تھے اور اس میں سے جو کچھ علاوہ حق بحقدار رسید اور اس بات کا ثبوت اہل جماعت کے
یہاں بھی ہی کہ حکام جور سے جو ہاتھ آئے اسکا تصرف جائز ہی اس ۲) اسکا کیا ثبوت ہی کہ جو جناب
امیر کو ملا اسکا تصرف جائز تھا ج) اس بات میں ہم کو زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہمارے
مدعا علیہم کی معتبر دستاویز ہمارے دعوی کی مصدق ہے ذرا چشم انصاف کھولکر قسطلانی جلد دہم
صفحہ ۳۳ دیکھو تو اس میں یہ لکھا ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ مجھ کو جبریل نے خبر دی ہے کہ تمہاری
امت فتنہ و فساد برپا کریگی اور وہ لوگ امرائے ذیشان و قاریان قرآن ہونگے وہ حقداروں
کے حقوق تلف کرینگے اور خواہشہائے نفسانی کی پیروی کرینگے پس مومنین کو چاہیے کہ اس حال
میں صبر و سکوت اختیار کریں اور جو کچھ وہ دیں اسکو لیلیں اور جس چیز سے مانع ہوں اسی ترک
کریں کما صرح بہ فی قول فصیل دیکھو اس روایت سے صاف ظاہر ہو کہ حکام جور کی دی ہوئی چیز لینا
جائز ہی مگر اس سے ان بانیان فتنہ و فساد کی امارت کا جواز ثابت نہیں ہوتا اسیطرح سے واقعہ حضرت
شہربانو سے بھی عمر صاحب کی خلافت صحیح نہیں ہو سکتی

زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اُن حضرات کی خلافت قرآن سے ثابت ہی دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی
وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ ترجمہ ظاہر الفاظ یہ ہے کہ
وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے کہ ایمان لائے تم میں سے اور اچھے کام کیے ہیں اُنکو خلیفہ کرینگے
ہم زمین کا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو کیا تھا اور جما دینگے اُنکے واسطے ایسا دین جو اُنکے لئے
چھانٹ رکھا ہے اور بدل دینگے اُنکے خوف کو امن سے وہ لوگ میری ہی عبادت کرینگے اور
کسی کو میرا شریک نہ کرینگے اور جو کوئی اُسکے بعد کفر کریگا تو وہ فاسق یعنی حد سے تجاوز کرنے
والا ہے ۲۹ سبحان اللہ یہ تو وہی مثل ہوگئی کہ مدعی سُست گواہ چُست کیونکہ جس وقت انصار نے
ابوبکر کی بیعت کے تسلیم کرنے میں خلاف کیا تو زبان گوہر بار سے فوراً لاتجتمع اُمَّتِی علی الباطل یعنی
امت کا اجماع باطل پر نہو گا فرما کر اجماع امت کو اپنی خلافت کی دستاویز قرار دیا اور اتنا زبان
مبارک سے نہ نکلا کہ دیکھو سلطان السلاطین کی درگاہ سے مجھکو یہ سارٹیفکٹ حاصل ہوا ہے اور
امصدقان صدیق بید ھڑک بیان کر رہے ہیں کہ ہمارے خلیفوں کی خلافت قرآن میں لکھی
ہے اب اگر ان وکالت کرنے والوں کا قول سچا ہے تو مدعی خلافت کا جہل ثابت ہوتا ہے جب
اُن کو اتنی خبر بھی نہ تھی کہ قرآن میں میری خلافت کا کہیں ذکر ہے اور احکام کا استنباط قرآن سے
کیونکر کرتے ہونگے اور جو شخص قرآن سے بے بہرہ ہو اُسکو خلافت رسول سے کیا سروکار اور
اگر ان لوگوں نے جھوٹی پیروی کر کے خلافت کا کچھ ثبوت بہم پہنچایا تو بیش برین نیست کہ حضرات
ثلثہ امام الکاذبین قرار پائیں گے صادقین کی آنکھوں میں تو جیسے تھے ویسے رہے اب اس آیہ کے
معنی و مطلب پر غور کرنا چاہئے کہ جس سے حضرات ثلثہ کی خلافت کا اثبات چاہا ہی واضح ہو کہ
آیہ مذکورہ میں خلفائے ثلثہ کے خلف الرشیدوں کو لب کشائی کرنیکے واسطے ایک یہ دلیل تو ہی کہ خلفا میں بھی
لفظ خ ل ف ہے اور اس آیت میں بھی یہ حروف موجود ہیں اور سوائے اسکے اور تو کوئی اشارہ بھی اسطرف
نہیں پایا جاتا بلکہ جناب قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے عہد عدالت مہد کی پیشین گوئی ہی اسلئے کہ آپکے

ساتھ خالقِ انس وجان کی عبادت کرینگے اُنکا خوف امن سے مبتدل ہو جائیگا کوئی روک ٹوک نظر نہ آئیگی شعر کفر اور شرک سے جہاں ہو صاف + ایک مذہب ہو قاف سے تا قاف + اور جناب باری بھی آیۂ مذکورہ میں اسی کا وعدہ فرماتا ہے کہ ہم ایمان لانے والوں کو ایسا غلبہ عطا کرینگے کہ اُنکو کسی کا خوف و ہراس نہو گا پس ایسا زمانہ تو آجتک اہلِ ایمان کو نصیب نہیں ہوا بلکہ اکثر مقامات میں ایسے مغلوب ہیں کہ اپنے دینِ برگزیدہ کی ضروریات کما حقہ ادا نہیں کر سکتے اور ارشادِ خداوندی ولیمکنن لھم دینھم الخ صاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہلِ ایمان کو ایسی قدرت وتمکین حاصل ہو گی کہ کسی سے مغلوب نہونگے پس وعدۂ الٰہی میں خلاف ہونا تو محال ہے اور آجتک پورا ہوا نہیں تو ضرور ہے کہ بعد کو پورا ہونے والا ہے لہذا ثلثہ وغیرہ کا زمانہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ زمانہ مراد ہے کہ جس میں وہ ساری باتیں جو آیت میں مذکور ہیں اہلِ اسلام کو نصیب ہونگی یعنی قدرت وتمکین کے ساتھ دینِ برگزیدہ کی پابندی کرینگے اور انکا خوف امن سے مبتدل ہو جائیگا اور مشرکین کا تخم نسوخت ہو جائیگا یہ بات سوائے زمانہ جناب صاحب الامر علیہ السلام کے اور کسی میں میسر نہ آئیگی اور اگر یہ کہو کہ غلبہ فی الجملہ مراد ہے تو ایسا غلبہ بوقتِ نزولِ آیۂ مذکورہ بھی حاصل تھا کیونکہ یہ آیہ مدنی ہے اور مدینہ میں اُسوقت مسلمان بالکل مغلوب نہ تھے بلکہ بہت سے مقامات پر غالب بھی اور اکثر مقامات سے شرک بھی جاتا رہا تھا پس اگر اسی بات کا وعدہ اللہ نے بھی کیا تو یہ تحصیل حاصل کا حکم رکھتا ہے اور یہ فعل عبث ہے اور فعلِ عبث اللہ سے صادر ہو نہیں سکتا لہذا غلبہ فی الجملہ ہرگز مراد نہیں بلکہ ایسا غلبہ مراد ہے کہ اُنکی مغلوبیت حرفِ غلط کیطرح سے صفحۂ دہر سے یکقلم مٹ جائیگی سو بحمد اللہ ایسا زمانہ اولیائے قائم آلِ محمد ہی کو نصیب ہو گا اور کوئی کہے کہ اس آیہ میں ترقی کا وعدہ ہے تو بھی ثلاثہ کا زمانہ لغو اور بیکار ہے کیونکہ ترقی اُن کی زمانہ میں ختم نہیں ہو چکی تھی بلکہ اُن کے بعد عبد الملک و ہاروں رشید وغیرہ کے عہد میں بہت بڑی ترقی ہوئی پس بنابریں ثلاثہ کی ترقی ناقص ہوئی بمقابلہ ترقی بنی امیہ وبنی عباس کے پس ناقص چیز کا وعدہ کرنا خدا کی شان کے خلاف ہے اور صاحب مواہب علیہ نے بھی جو علماء اہلجماعت میں سے ہیں ثلاثہ کو اس موہبت کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ سے محروم کیا ہے کیونکہ صاحب موصوف اسی آیہ کی تفسیر میں یوں

قمطراز ہیں۔ وعدہ کرد خدا تعالیٰ آنانرا کہ مومنین گردیدہ اند از شما و بکردند کارہائے شائستہ مراد بقول

اشہر فقرائے مہاجرین اند کہ بعد ہجرت بمدینہ درمیان انصار جاہا گرفتند اس تحریر نے بھی مصداق

آیہ سے زمانۂ ثلاثہ کو خارج کردیا کیونکہ جن سے وعدہ کیا ہے انہیں کو تمکین و استخلاف بھی ہونا چاہئے

اور وعدہ فقرائے مہاجرین سے کیا گیا ہے بقول صاحب مواہب اور ثلثہ میں سے کوئی فقیر نہ تھا

بلکہ بعض کا تو نام بھی غنی مشہور ہوگیا تھا اور اہل نظر کو انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے کہ آیۂ

مذکورہ میں مِن کیسا آیا ہے آیا تبعیضیہ ہے یا بیانیہ پس صورت ثانیہ میں تو یہ معنی ہوئے کہ کل ایمان

والوں سے وعدہ ہے کہ ہم تمہیں خلیفہ کردینگے پس ثلاثہ کی خصوصیت کہاں سے پائی اور صورت اولے

میں اگر جار مجرور مل کر متعلق آمنوا کے ہیں تو یہ معنی ہوئے کہ اصحاب رسول جنکی طرف خطاب ہے بعض

اُن میں سے ایمان والے ہیں اور اُن سے وعدہ کیا ہے کہ سب کو خلیفہ کردینگے اور اگر متعلق وعدکے

ہے اگرچہ قریب کے ہوتے بعید سے متعلق کرنا بے قاعدہ ہے پس یہ بھی بیکار ہے کیونکہ وعدۂ انعام

اُن سب لوگوں سے کیا جاتا ہے جو اپنے آقا و مالک کی تعمیل ارشاد میں محن شاقہ جھیلنا گوارا کریں

اور تکلیف و مصیبت کو خیال میں نہ لائیں اور اپنی آسائش پر اُسکی رضا کو مقدم رکھیں پس بعض سے

وعدہ کرنا اور بعض کو محروم کرنا انصاف سے بعید ہے لہذا اس آیہ میں مِن تبعیضیہ ماننا عقل کے

خلاف ہے اور استخلاف سے معنی اصطلاحی یعنی خلافِ پیغمبر مراد لینا کھلی بیوقوفی یا ہٹ دھرمی

ہے بلکہ مِن بیانیہ ہے یعنی کل مومنین سے خطاب ہے الیٰ یوم القیام اور معنی استخلاف کے لغوی مراد

ہیں یعنی مالک و وارث ہونا پس ماحصل آیہ کا یہ ہوا کہ اے مومنین تمہارے ایمان لانے کی جلدو

میں ہم تمکو مالک زمین کا کردینگے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل کو بعد غارت فرعون

تمام ملکِ مصر کا مالک کردیا تھا پس بنابریں جاننا چاہئے کہ اس آیہ میں زمانۂ رجعت کا ذکر ہے کہ

حضرات معصومین کیا اسوقت میں تمام روئے زمین پر تسلط حاصل ہوگا اور اُن حضرات کے

طفیل سے جملہ مومنین کو تمکین و اقتدار نصیب ہوگا اور کوئی مخالف ان کا نظر نہ آئیگا حسب

بلخواہ اپنے معبود کی پرستش کرینگے اور یہ بھی واضح رہے کہ آیۂ مذکورہ میں بعد ایمان کے وعملوا الصالحات

کی بھی قید لگی ہوئی ہے پس حضرات ثلٰثہ نے ایسے کونسے نیک اعمال کئے ہیں کہ جنکے سبب سے موعود آیہ ہونے کا گمان کیا جاسکے بیعت رضوان کی پابندی مدنظر رہی یعنی بعد اسکے خیبر وغیرہ میں سر دیدیا مگر پاؤں زمین میں گڑے رہے یا جیش اسامہ سے تخلف نہیں کیا یا رسول کے دوات و قلم و کاغذ طلب کرنے پر حسبنا کتاب اللہ نہیں کہا گیا جنازۂ رسول کو بے غسل و دفن چھوڑ کر سقیفہ میں نہیں گئے اور کیا بقول مولوی خلیل احمد مدرس مدرسہ دیوبند لاش مطہر تین روز تک رونق افروز حجرہ نہیں رہی کیا بنت رسول فاطمہ زہراؑ کو غضبناک نہیں کیا اور جس پر فاطمہ غضبناک ہوں اس پر رسول غضبناک ہوتے ہیں یا نہیں اور مغضوب رسول مغضوب خدا ہے یا نہیں اور مغضوب خدا داخل کفار و سزاوار نار ہے یا نہیں کیا اس معصومہ نے وصیت نہیں کی کہ ابوبکر میری جنازے پر نماز نہ پڑھے جیسا کہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۱ سے ظاہر ہوتا ہے کیا خانۂ زہراؑ کے جلانے کیواسطے آگ و لکڑیاں نہیں لیگئے جیسا کہ حد تحقیق میں لکھا گیا ہے اور شاہصاحب نے تحفہ میں جسکا اقرار کیا ہے کیا مروان نفی ایمان کو بلا کر مالک سلطنت اور داماد نہیں بنایا حالانکہ جناب رحمۃ للعالمین نے اس پر لعنت کی ہے جیسا کہ تاریخ الخلفا عربی صفحہ ۲۰۳ پر لکھا ہے کیا مالک بن نویرہ کے قتل عمد کا ارتکاب نہیں کیا جیسا کہ عنقریب ذکر آئیگا پس ان میں سے کونسے عمل خیر کی عوض میں ثلاثہ سے وعدۂ استخلاف کیا گیا پہلے کوئی دلیل استحقاق قائم کرلی ہوتی تب ہی یہ بات منھ سے نکالی ہوتی کہ آیۂ استخلاف میں اللہ نے ثلاثہ سے وعدۂ خلافت رسول کیا ہے اور اگر اس بات کے اثبات سے عاجز ہو تو اپنے چراغ ایمان کو تعصب کی صرصر سے کیوں بجھاتے ہو ذرا عقل خداداد سے کام لو تو معلوم ہوجائے کہ خلیفۂ رسول سوائے زوج بتولؑ کے عقلاً و نقلاً کوئی ہو نہیں سکتا (س ۳۱) وہ دلائل کیا ہیں کہ سوائے جناب امیرؑ کے اور کسی کو استحقاق خلافت حاصل نہیں (ج ۳۱) اسکا ثبوت ہم اس سے پہلے بھی سولہویں جواب میں دیچکے ہیں اور اب بھی سنئے مگر انصاف شرط ہے خلافت امور دین میں سے ہے یا امور دنیا میں سے اگر امور دین میں سے ہے تو قبل نزول آیۂ اکملت لکم الخ کوئی خلیفۂ رسول ہوچکا تھا یا نہیں اگر ہوچکا تھا تو وہ ابوبکر صاحب تھے یا نہیں دوسری

صحت میں بوقت بیعت طلبی انصار کا یہ کہنا کہ امیرٌ منّا و امیرٌ منکم یعنی ایک سردار ہم میں اور ایک تم میں
ہوگا اور اُسکے جواب میں ابوبکر کا یہ کہنا الائمۃ من قریش اور پھر جناب امیرؑ کا مدّعی خلافت ہونا کیا
معنی اور علاوہ تحقیق میں مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتب معتبرہ اہلجماعت سے نقل کیا ہی کہ جسوقت ابوبکر سے
کچھ لوگوں نے بیعت کر لی تو سعد بن عبادہ انصاری کو بلایا اور بیعت طلب کی سعد نے انکار
کیا اور دلیل کے خواہاں ہوئے جواب دیا کہ مجھ پر امّت کا اجماع ہوا ہے اور اجماع اُمّت حق ہی پر ہوتا
ہے حدیث میں ہی لا تجتمع امتی علی الباطل یعنی میری اُمّت باطل پر مجتمع نہوگی سعد نے کہا کہ یہ حدیث
ہم نے نہیں سُنی راقم کہتا ہے کہ اس صورت میں بار ثبوت مدّعی خلافت کے ذمّہ تھا لازم تھا کہ اپنی
اس دستاویز کی تصدیق کرا دیتے اور ایسا ہوا نہیں تو ضرور ہی کہ یہ سند خلافت جعلی تھی علاوہ جھوٹا
دعوی کرنے کے یہ دوسرا جرم آپکے ذمّہ عائد ہوا الغرض سعد نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہی تو
اجماع سے کل امّت کا اجماع مراد ہے نہ کہ چند آدمیوں کا اجماع اس پر عمر صاحب کو طیش آیا اور
کہنے لگے کہ آپکو ضرور بیعت کرنی ہوگی سعد نے تلوار پر ہاتھ ڈالا بڑے صاحب نے پیرانہ تدبیر سے ٹالا
سعد اٹھکر چلے گئے اور بیعت نہ کی اور زیادہ اصرار ہوا تو شہر چھوڑ دیا اور پھر جسوقت جناب امیرؑ کو
بلایا اور ذکر بیعت درمیان آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرا حق ہے اور الزاماً ارشاد کیا کہ جسطرح سے تمنے
بمقابلہ انصار کے قریش ہونے کو حقدار خلافت ہونا ثابت کیا ہی پس اسیطرح بسبب ہاشمی ہونے
کے میں بمقابلہ تمہارے احق ہوں راقم کہتا ہی کہ اگر ابوبکر صاحب حسب ارشاد خداوندی پہلے سے خلیفہ
مقرر ہو چکے تھے تو اس حُجّت و تکرار کی نوبت کیوں آنے دی جھٹ پٹا پناڈ پلو ما بیش کر دیا ہوتا علاوہ
ازیں اس قدر جلدی کرنا کہ غسل و کفن کا بھی انتظار نکیا فوراً سقیفہ بنی ساعدہ میں جا ڈٹے خلافت رسول
کے منعقد کرنے کیواسطے مسجد رسول مناسب تھی کہ جہاں تمام اہلبیت رسول موجود تھے اور مثل مشہور
ہے اهل البیت ابصر بما فی البیت یعنی گھر والا گھر کی چیزوں سے خوب واقف ہوتا ہی پس اگر اوّل
رسول کے اہلبیت سے بیعت شروع کرتے تو کسی کو عدم استحقاق کا گمان نہوتا ایسا عمدہ موقع چھوڑکر
سقیفہ میں جاکر حصول خلافت کا اہتمام کیا کہ جسکی نسبت غیاث میں یوں لکھا ہی سقیفہ ایوانے

بود کہ عرب برائے مشورہائے باطل دراں جمع میشدند۔ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ابو بکر
کی خلافت امر باطل نہوتی تو خدا کا گھر چھوڑ کے ایسے مقام میں بجاتے اور مولوی محمد طاہر صاحب
روضۃ الاصفیا کے صفحہ ۱۱ میں رقمطراز ہیں کہ جب خبر وفات مسجد میں اصحاب کو پہنچی تو سب پریشانی
اور حیرانی کے دریا میں غرق ہو گئے اور بڑا اختلاف اصحاب میں پڑا بعضے کہتے تھے کہ حضرت دنیا
سے سفر کر گئے اور بعضے کہتے تھے کہ حضرت بے ہوش ہیں اور حضرت عمر انہیں لوگوں میں سے تھے
اور کہتے تھے کہ جو کوئی حضرت کو مردہ کہیگا تلوار سے ماروں گا راقم کہتا ہے کہ اس کارروائی سے
عمر صاحب کی یہ غرض ثابت ہوتی ہے کہ اگر خبر انتقال عام ہوگئی تو خلقت کا رجوع اہلبیت کی
جانب ہو جائیگا پھر خلافت حاصل کرنے کیواسطے تلوار کی نوبت آئیگی اور تلوار وہی ہے کہ جو
بارہا احد خندق و خیبر وغیرہ میں چمک چکی ہے پس اس تدبیر سے کام بنایا کہ حضرت ابھی مرے نہیں
جن لوگوں کیجانب سے کھٹکا تھا وہ تو یہاں بے خبر رہے اور اس عرصہ میں آپ نے خاطر خواہ کام بنا
لیا ان سب وجوہات سے بخوبی ظاہر ہوا کہ نہ انکو کسی نے خلیفہ مقرر کیا تھا نہ کوئی استحقاق
حاصل تھا ورنہ بناوٹ کی کیا ضرورت تھی اور اگر یہ کہو کہ نہ انکو کسی نے خلیفہ مقرر کیا تھا تو
اکمال دین کی خبر بیکار ہوئی جاتی ہے پس مسلمان کی ذات سے تو بعید ہے کہ کلام الٰہی میں کلام
کرے (س ۱) ہو سکتا ہے کہ علانیہ کسی کا نام نہ بتلایا مگر یوں ارشاد فرما دیا کہ اُمت میرے بعد جسے
چاہے میرا خلیفہ بنائے پس اس صورت میں اکمال دین کی خبر بیکار نہوگی (ج) بالفرض محال کہتا
ہوں کہ اگر ایسا ہوا تو بھی حضرات ثلثہ کی خیر نہیں بقول شخصے کہ پشہ را با بام فلک چہ کار خلافت
نبوی کا استحقاق اُن کو کسی طرح نہیں ہو سکتا اور اُن کے خلیفہ بنانے والے بھی جرم خلاف نویسی
اور مخالفت قرآنی میں گرفتار ہونگے تشریح اسکی یہ ہے کہ جناب باری فرماتا ہے اَفَمَنْ یَّهْدِیْ
اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْ اِلَّا اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ۔ پس جو شخص
کہ حق کیجانب خود رہنمائی کرے وہ زیادہ حقدار ہے کہ اسکی پیروی کریں یا وہ شخص کہ بغیر دوسرو
سے ہدایت پائے ہدایت کرنے سے عاجز ہو پس تم کو کیا ہو گیا ہے کیونکر حکم کرتے ہو اور فرماتا ہے

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ آیا دانا اور نادان برابر ہوسکتے ہیں پس
بنابریں اُسکی پیروی لازم تھی کہ جو عالم علوم اولین و آخرین ہو اور رسول نے جسکی شان میں
یوں فرمایا ہو انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا یعنی میں شہر علم ہوں اور علیؑ اُسکا دروازہ ہے
مطلب اسکا یہ ہوا کہ میرے علوم پر بغیر علیؑ کسی کو اطلاع نہیں ہوسکتی جیسا کہ شہر میں بغیر
دروازوں کے داخل ہونا خلاف عقل ہے یا اُس شخص کو سردار و پیشوا بنانا سزاوار تھا جو علوم
دین میں دوسروں کے محتاج تھے جیسا کہ ہم سترہویں جواب میں ثابت کر چکے ہیں دوسری صورت
میں تو مخالفت ہو نص قرآنی کی اور ادنیٰ کی اعلیٰ پر ترجیح لازم آتی ہے اور یہ عقلاً ناجائز ہے
اور صورت اول میں افضلیت کبیر السن اور کثیر المال ہونے پر ہے یا علم و شجاعت پر بنابر شکل اول
کے تو ابوبکر صاحب خلیفہ اول ہوسکتے ہیں اگرچہ عقل کے خلاف ہو مثل مشہور ہے کہ بزرگی بعقل
است نہ بسال اور اگر افضلیت کا دار و مدار علم و شجاعت پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان اللہ اصطفیہ علیکم بسطۃ فی العلم والجسم یعنی حضرت اشموئیل پیغمبر نے بحکم خدا بنی اسرائیل سے کہا
کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو برگزیدہ کیا ہے تم پر باعتبار علم و شجاعت کے پس اس صورت میں ثلثہ
کو افضلیت سے کیا سروکار جناب امیرؑ کا سب سے زیادہ عالم و شجاع ہونا ہم چوتھے جواب میں بیان کر
چکے ہیں اور اب بھی سبھی معتبرین علمائے اہلجماعت اس بات کو مانے ہوئے ہیں کہ جناب امیرؑ علم
ما یکون الیٰ یوم القیامہ کے عالم تھے چنانچہ علامۂ عدیم النظیر جناب مفتی محمد قلی خانصاحب نے
تشئید المطاعن میں شرح مواقف سے نقل فرمایا ہے کہ سید شریف نے جفر و جامعہ کے بیان میں لکھا
ہے وھما کتابان لعلی کرم اللہ وجھہ وقد ذُکر فیھما علی طریق الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم
یعنی جفر اور جامعہ دو کتابیں ہیں کہ جناب امیرؑ نے اُن میں بطریق علم حروف کے اُن حوادث کا
ذکر فرمایا ہے جو کہ تا روز قیامت ہونے والے ہیں اور آئمہ معصومین جو آپ کی اولاد میں تھے ان
کتابوں کے عالم تھے اور اُنکے موافق حکم کرتے تھے اور کتاب قبول عہد میں کہ امام رضا علیہ السلام
نے مامون رشید کو تحریر فرمائی تھی اسطرح مرقوم ہے کہ اے مامون تو نے ہمارے اُن حقوق کو

پہنچایا کہ جن سے تیرے بڑے جاہل رہے پس میں نے تیرے عہد کو قبول کیا لیکن بدلالت جفر و جامعہ
یہ عہد اتمام کو نہ پہنچیگا اور مشایخ مغاربہ کو بھی علم حروف سے کسیقدر بہرہ یابی حاصل ہے اور وہ لوگ
اس علم میں اہلبیت کی طرف منسوب ہیں اور میں نے شام میں ایک نظم ملاحظہ کی کہ اُس میں شاہان مصر
کا احوال ذکر کیا گیا ہے اور میں نے سُنا ہے کہ یہ نظم جفر و جامعہ سے استخراج کی گئی ہے انتہیٰ خلاصہٗ
شرح مواقف اور کنز العمال میں ابی طفیل سے مروی ہے کہ جناب امیرؑ نے اثناء خطبہ میں ارشاد فرمایا
کہ مجھ سے قیامت تک کا حال پوچھو جواب دونگا اور مولانا عمار علی صاحب نے تاریخ الخلفا سے ثبوت
دیا ہے کان عُمرُ یتعوّذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن یعنی عمر صاحب پناہ خدا مانگتے تھے ہر اُس
مشکل کے فیصل کرنے سے کہ جسکے مفتی و قاضی جناب امیرؑ نہوتے تھے اور حضرت عمر کا قول لولا
علیؑ لھلک عُمر یعنی اگر علیؑ نہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا ایسا زبان زد خاص و عام ہے کہ علم نحو کی
چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی لکھا ہے اور اطفال مبتدی پڑھتے ہیں اور طبرانی نے لکھا ہے کہ جناب
رسولخدا صلعم نے فاطمہ سے فرمایا کہ اے بیٹی قسم ہے خدا کی میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو علم و
حلم میں سب سے افضل ہے اور تمام شریف علوم میں آپ اُستاد مانے گئے ہیں جیسا کہ ہم نے ابتدا
میں ذکر کیا ہے اور علیٰ ہذا شجاعت حیدری کا حال بھی کسی فرد بشر پر پوشیدہ نہیں در خیبر کا
ایک ہاتھ سے اکھاڑنا مرحب و عنتر وغیرہ نامآوران عرب کو راہ عدم دکھانا کسی معرکہ میں منھ نہ
موڑنا بلکہ وتنہا دشمنوں کی جمعیّت کو توڑنا ایسا عام نہیں ہے کہ کسی خاص اہل غرض کو بھی اسکا
انکار ہو قطع نظر اُن واقعات کے جو آپ کی ذات بابرکات سے وقوع میں آئے ہیں اور کتب تواریخ میں
مندرج ہیں جابجا دیکھ لو جسوقت پہلوان اکھاڑے میں اترتے ہیں اوّل آپ کا نام نامی آشنائے
زبان ہوتا ہے حالانکہ سب حیدری ہی نہیں ہوتے بلکہ پیروان و مریدان ثلثہ اور ہندو و ہر مذہب
کے آدمی ہوتے ہیں تمہیں قسم خدا کی کہیں کسی مرد میدان کو یا ابابکر یا عمر کہتے بھی سُنا ہے ہاں ایسا
ہی شدومد کے ساتھ ان حضرات کا معرکہ ہائے سخت میں بھاگنا تو دُور دُور مشہور ہے چنانچہ ایک
بھاٹ نے بھی انکی شجاعت کا گیت بنایا ہے اُسمیں ... جھوٹ نہیں ... کہانے کی لاج

نہ آئی حمیتِ اسلام کو بھی جانے دو ان بھلے مانسوں نے تو حمیتِ عرب کا بھی پاس نہیں کیا
بعض غیرت والوں نے باوجود کافر ہونے کے لشکرِ اسلام کے ہمراہ دادِ شجاعت دی ہی اور مارے گئے
مگر میدان نہیں چھوڑا ازانجملہ ایک قزمان منافق تھا بروز احد جہاں اپنے پہاڑوں میں مارے پھرتے
کو حضرت عمر بزرگوہی سے تشبیہہ دیتے ہیں سات مشرکوں کو قتل کرکے خود بھی واصلِ جہنم ہو گیا
کنز المعرفۃ میں مدارج النبوۃ سے لکھا ہے کہ اوّل قزمان لشکرِ اسلام سے جدا ہو کر مدینہ میں رہگیا تھا
لیکن جب عورتوں نے اسکو بزدلی کا طعنہ دیا تو حمیتِ عرب جوش میں آئی مارے غیرت کے گھر
میں بیٹھنا مرنے سے بدتر نظر آیا فوراً احد کی طرف روانہ ہوا اور لشکرِ اسلام میں شامل ہو کر دلیرانہ صف
اوّل میں جاڈٹا اور سب سے پہلے لشکرِ مخالف پر حملہ آور ہو کر سات مشرکوں کو قتل کیا آخر کو زخمی ہو کر
زمین پر گر پڑا اسوقت قتادہ بن نعمان انصاری آگے بڑھے اور فرمایا کہ اے قزمان تجھکو شربتِ شہادت
خوشگوار ہو یہ سنکر وہ منافق بولا کہ میں نے تمہارے دین کیلئے قتال نہیں کیا بلکہ مجھکو گوارا نہوا کہ قریش ہمارے نخلستان
پر گذریں غرضکہ مصائب کا متحمل نہ ہو کر خودکشی کی اور اپنے مقتولوں میں جا ملا وائے برحال اُن
بہادروں کے جو حامیٔ اسلام کہلاتے تھے اور کافروں کی دلاوری اور ثبات قدمی بچشم خود دیکھ چکے
تھے اس پر بھی میدان میں نہ ٹھہرا گیا ایک احد ہی پر کیا منحصر ہے اسکے بعد بھی جہاں کہیں سخت
معرکہ درپیش آیا آگا دیکھا نہ پیچھا یہ جا وہ جا جھاڑ دیکھا نہ جھاڑی پہاڑ دیکھا نہ پہاڑی جہاں کہیں
گوشۂ امن دیکھا ازغنیمت جان کر منھ چھپایا احد کے بعد خندق میں ایسی منھ کی کھائی کہ عمر
ابن عبدود سامنے کھڑا ہوا مبارز طلبی کر رہا ہے اور کسی کی جرأت جوش میں نہیں آتی اور جناب
امیر بار بار اُٹھتے ہیں مگر چونکہ جنابِ رسالتمآب کو انتظار ہے کہ شاید کسی کو پھریری آئے ناچار
بیٹھ جاتے ہیں آخرکار جب کوئی نہ اٹھا تو دستِ خدا نے قوتِ خداداد دکھائی اور اسکے بعد خیبر میں
مرحب و عنتر کو مار کر درِ خیبر اکھاڑ کر وہ نام پایا کہ تاقیامت ہر بہادرمن چلے سے صدائے مرحبا برآمد
ہوتی رہے گی اسکے بعد حنین میں وہ کارِ نمایاں کیا کہ تاحشر یادگار ہے صاحبانِ غیرت کا عام
قاعدہ ہے کہ اگر کبھی بہ تقاضائے بشریت اُن سے کوئی فعل باعثِ ندامت وقوع میں آجاتا ہے

تو آئندہ کو چاہے جان جاتی رہے مگر پھر اس فعل کے مرتکب نہیں ہوتے بلکہ ایسی کوشش کرتے ہیں کہ
جس سے پچھلا دھبہ چھوٹ جائے لیکن یہاں ہر نامی معرکہ میں وہ داد شجاعت دی کہ پچھلی
کارروائی سُننے والوں کی نظروں سے گر گئی شعر خیبر میں اور حنین میں خندق میں بدر میں تلوار
آپ کی نہیں چمکی کہاں کہاں ۔ اور حسب تحریر مدارج النبوۃ معرکہ احد میں صرف یہ آٹھ شخص میدان
میں قائم رہے علی ابن ابیطالب طلحہ ابودجانہ زبیر حارث خباب ابن المنذر عاصم سہیل اور حق
یہ ہے کہ سوائے جناب امیرؑ اور ابودجانہ کے مردوں میں کوئی باقی نہیں رہا تھا ہاں ایک عورت تو
جو اپنے بیٹے کی خبر لینے کو آئی تھی حضرت کے سامنے کھڑی رہی اور تیر بدن پر روکا کی اور حضرت
عثمان غنی تو ایسے بے پروا تھے کہ تین روز تک خبر بھی نہوئی کہ کہاں گئے تھے جیسا کہ مدارج النبوۃ
اور حبیب السیر سے ثابت ہوتا ہے اور مدارج النبوۃ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب مسلمان بانی اسلام کو
تنہا چھوڑ کر ادہر اُدھر ہوگئے تو آنحضرت غیظ و غضب میں آئے اور ہر طرف نظر کی دیکھا کہ خدا
کا شیر میدان کارزار میں ڈٹا ہوا ہے اور جسوقت حملہ شیرانہ کرتا ہے کفار بدکردار بھیڑوں کی قطار
کیطرح متفرق و پشیمان ہو جاتے ہیں بلایا اور کہا کہ اے علیؑ تو نے اور لوگوں کا ساتھ کیوں
نہ دیا عرض کیا اَاَکفُر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ یعنی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں شرف ایمان
پا کر کفر کی مذلت کا سزاوار ہوں لاریب مجھکو آپ ہی سے سروکار ہے پس اب اہل خرد بنظر انصاف
سمجھیں کہ عالم افضل ہوتا ہے یا جاہل اور کرار افضل ہے یا فرار اور وہ بھی بار بار اور کس کا پیرو
قابل تحسین و آفرین ہو سکتا ہے یہ کیفیت استحقاق خلافت تو اُس صورت میں تھی کہ جب خلافت
امور دین میں سے مانی جائے اور اگر امور دُنیا میں سے ہے تو ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے اور دُنیا
کے کل مذاہب اس پر متفق ہیں بلکہ دہریہ وغیرہ بھی اسکے مخالف نہیں کہ باپ کے بعد اولاد وارث
ہوتی ہے نہ کہ سُسرے اور سالے یہاں کوئی دلیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک فقیر
کی رباعی تحریر کیجاتی ہے جب وہ قریب مرگ ہوا تو اُسکے مریدوں میں مذہب کی بابت اختلاف

ئی جواب یا رباعی کہتا تو نہیں اگرچہ اپنی خو ہے۔ پر کہتا ہوں اس سے جو فرائض جو ہو۔ دنیا میں
بھی بار دیجھلا ہوتے اولاد۔ گھر بار کا سسر کہیں مالک ہو ہے۔ الغرض کسیطرح سے حضرات ثلثہ
وغیرہ کو خلافت کا استحقاق نہیں بلکہ بجبر و زور مسند حکومت و امارت پر متمکن ہو گئے عمر صاحب
کی چالاکی و ہوشیاری جو ابو بکر کے خلیفہ بنانے میں واقع ہوئی وہ ہدیۂ ناظرین و سامعین ہو چکی
اب ابو بکر صاحب سالخوردہ و جہاندیدہ کی تدبیر برملا حظہ ہو روضۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ حضرت
ابو بکر کا وقت رحلت قریب ہوا تو دوات و قلم و کاغذ منگا کر ایک فرمان لکھا کہ اے گروہ مسلمین
میں نے بعد اپنے عمر کو امیر کیا اس پر لوگوں نے کچھ حجت کی فرمایا کہ تم نہیں جانتے ہو یہ
کام عمر سے خوب سر انجام پائیگا الغرض بہت سی قیل و قال اور حجت و تکرار کے بعد حضرت
عمر کو اپنا خلیفہ و جانشین قرار دیا میں کہتا ہوں کہ ضعیفی کا عالم ملک الموت کے سخت جال
میں پھنسے ہوئے اور عمر کے خلیفہ بنانے میں یہ اہتمام کہ دوات و قلم منگایا اور سر کلر لکھوایا اور
منکرین سے زبانی بحث و تکرار کی زحمت گوارا کی اسکی کیا ضرورت تھی جس امت کے اجماع سے
اپنی خلافت کا صحیح ہونا جاہلوں کو باور کراتے تھے اور پڑھ پڑھ کر لا تجتمع امتی علی الباطل سب کو
سناتے تھے اب بھی تو وہی امت موجود تھی جو قابل خلافت ہوتا اسی پر اجماع ہو جاتا ابو بکر کی
اس کد و کوشش سے تو دال میں کالا نظر آتا ہے دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ کو آنحضرت کے
فرمان پر وثوق نہ تھا اور یا لا تجتمع آپ کی گھڑت تھی رسول سے کچھ نہیں سنا تھا حسب مقتضائے
موقعہ کاربند ہو گئے اور یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب سرور کائنات صلعم ہدایت نامہ تحریر فرمانا
چاہیں تو جلدی سے حسبنا کتاب اللہ آشنائے زبان اور جب ابو بکر صاحب اپنی یادداشت لکھیں
تو بقول شخصے گونگے کا گڑ کھالیں اور اشارۃً بھی یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ ابھی کتاب خدا موجود ہے
اور ہم سا مفسر زندہ و قائم ہے نوشتہ کی کیا ضرورت ہے یہاں کیوں بولتے یہاں بولنے میں تو
گھر کو لگتی تھی ابو بکر صاحب نے بات تو بنائی مگر اتنا بھول گئے کہ فی حیات ابی بکر یعنی امت
کا باطل پر اجماع ابو بکر کی زندگی میں تو ہو نہیں سکتا اور پھر ہو سکتا ہے اور جب عمر صاحب مرنے

امتنا العمر و مسلمان

لگے تو انہوں نے بھی اس بات کا خیال نہ کیا کہ حضرت صدیق کی کذب بیانی ظاہر ہو انعقادِ خلافت
و تجویزِ خلیفہ کو چھ شخصوں کی رائے میں محدود فرما گئے کیا ان چھ شخصوں کے سوا کوئی امتِ رسول
ہی نہ تھا کہ جسکے اجماع پر اطمینان کیا جاسکتا یا حضرتِ صدیق کی صدق بیانی قابلِ اعتبار نہ تھی
۶ قیاس کن زگلستان من بہار مرا حضرات ثلثہ کی کارروائیوں کو دیکھکر کوئی ذی فہم کہہ سکتا ہے کہ
یہ حضرات خلافتِ نبوی کیواسطے انتخاب کئے جانے کے لائق ہیں خلافت کے واسطے تو نائب کا
نبی سے قریب المرتبہ اور تمام امت سے افضل و اعلیٰ ہونا عقلاً لابدی ہے ان حضرات کو تو ان اوصاف
میں بھی پوری پوری کامیابی حاصل نہ تھی جس سے عام مومنین بہرہ یاب ہوتے ہیں (س ۳۲) وہ
کیا اوصاف ہیں جن میں کہ حضراتِ ثلثہ بمقابلہ عام مومنین کے ناقص یا بے بہرہ تھے (نتیجہ) صفت اول
جہاد میں قائم رہنا جیسا کہ جناب باری ارشاد فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم
یعنی اے ایمان والو اگر تم دینِ خدا کی نصرت کروگے تو وہ تمہاری امداد کریگا اور تمہارے قدموں
کو میدان میں ثابت رکھے گا دیکھو اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ جہاد میں ثابت قدم رہنا علامت
ایمان ہے اسواسطے کہ اللہ جس سے راضی ہوتا ہے اُسکو توفیقِ خیر عنایت فرماتا ہے اور اُسکو اُسکے
حال پر نہیں چھوڑتا شعر محال است چون دوست دارد ترا۔ کہ در دستِ دشمن گذارد ترا۔ اور رضامندی
اللہ کی مومن سے متعلق ہوتی ہے اب عاقل غور کریں کہ ان حضرات نے کہاں کہاں دادِ مردانگی دی
ہے کس معرکہ میں تلواریں کھائی ہیں دوسری صفت رسالت میں شک نہ کرنا جیسا کہ قرآن میں
ارشاد ہوا ہے انما المومنون الذین آمنوا ثم لم یرتابوا یعنی مومن وہی لوگ ہیں کہ بعد ایمان
لانے کے پھر کبھی رسالت میں شک نہیں کیا اور صلح حدیبیہ میں جو بعض حضرات کا رازِ اندرونی
ظاہر ہوا وہ کل کتب تواریخ میں موجود ہے برائے آگاہی عام مومنین اتنا ہی کافی ہے کہ حسب نشان دہی
مولانا حاجی عمار علی صاحب اہلجماعت کے عالمِ یکتا مولوی شمس الدین صاحب نے اپنی کتاب زاد المعاد
میں اسطرح نورفشانی فرمائی ہے قال عمر بن الخطاب ما شککت منذ اسلمت الخ یعنی حضرت خلیفہ ثانی ثانی لاثانی
فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جب سے مسلمان ہوا ہوں [illegible]

صلح حدیبیہ میں جناب رسالتمآب کے پاس گیا اور کہا کیا تو نبی برحق نہیں ہے آپنے فرمایا ہاں میں
سچا نبی ہوں اور حسب تصریح قول فیصل معالم التنزیل میں فراء البغوی نے بھی اس بغاوت کو پوشیدہ
نہیں کیا دیکھو صفحہ ۳۲ اور کنز المعرفہ میں مدارج النبوۃ سے نقل کیا ہے کہ وقائع سال ششم میں مرقوم ہے
کہ حضرت عمر صاحب حذیفہ کے پاس آئے اور قسم دیکر پوچھا کہ آنحضرت نے منافقوں کے زمرہ میں میرا
بھی نام لیا ہے حذیفہ نے فرمایا کہ تو اپنے دل کا حال خوب جانتا ہے سبحان اللہ یہ وہی مثل ہے کہ
چور کی ڈاڑھی میں تنکا اسوقت عمر صاحب کے حسب حال ایک پیر ثلثہ کا قصہ یاد آیا کہتے ہیں کہ جب
شمس الدین خانصاحب نے فریزر کمشنر دہلی کو قتل کردیا تو اپنے مکان میں متفکر بیٹھا تھا کسی ہم جلسہ
نے سبب تحذر و تفکر دریافت کیا جواب دیا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کوئی میرا نام نہ لے دے
تیسری صفت رسول کی اطاعت و فرمانبرداری جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ الخ
یعنی کہدے اے محمد ان لوگوں سے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو میری متابعت کرو تو خدا تمکو
دوست رکھیگا اور حضرات ثلثہ کا مطیع رسول نہونا سینکڑوں باتوں سے ظاہر ہے از انجملہ ایک انحراف
جیش اسامہ ہے مولوی نجف علیصاحب نقی اکبرآبادی نے ملل و نحل مصنفہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی
سے نقل کیا ہے الاختلاف الثانی فی مرضہ الخ یعنی دوسرا اختلاف آنحضرت کے مرض میں تھا کہ آپنے بتاکید
فرمایا کہ لشکر اسامہ کے ہمراہ جاؤ اور جو کوئی نہ جائے اُس پر خدا کی لعنت پس ایک گروہ نے تعمیل
ارشاد کی اور کہا کہ حسب فرمان رسول اسامہ ہمارا سردار واجب الاطاعت ہے اور کچھہ لوگوں نے
کہا کہ آپکی حالت سقیم ہے ابھی صبر کرنا مناسب ہے اور دیکھیں کہ کیا حال ہوتا ہے دیکھو ملل و نحل صفحہ
اور مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۴۳۲ میں لکھا ہے کہ حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان مہاجرین و انصار
مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدہ بن جراح وغیرہم
الا علی مرتضیٰ کہ ہمراہ نکردہ دراں لشکر ہمراہ اسامہ باشند و ایں معنی برخاطر بعضے مردم گراں آمد کہ غلامے
را بر اکابر مہاجرین و انصار امیر گردانید و دریں مجلس سخنان دریں باب بظہور آمد چوں ایں اخبار بسمع
شریف رسید خاطر مبارک رنجیدہ شد و بغضب درآمد۔ راقم کہتا ہے کہ مدارج کی عبارت میں اگرچہ

صاف طور پر حضرات ثلثہ کا نام اُن لوگوں میں نہیں لکھا کہ جن پر آنحضرت صلعم غضبناک ہوئے لیکن
بقول عوام پاپ چھپائے سے چھپ نہیں سکتا عقل پکارے کہہ رہی ہو کہ منضوبین کے سردار یہی تھے
کیونکہ اتنا تو لفظوں میں موجود ہو کہ آنحضرت نے ابو بکر و عمر و عثمان کو حکم ماتحتی دیا پس اگر یہ حضرات
فرمانبردار گروہ میں سے ہوتے تو فوراً چلدیتے پھر کوئی چوں بھی نہ کرتا اور اگر کوئی اُن کی ہمراہی نکرتا تو
حسب فرمان رسولؐ صرف وہی طوق لعنت میں گرفتار ہوتا اور اب تو سب کی حالت یکسان ہے
کسی کا نام نہیں لکھا مطیعان رسول کو تو اتنا ہی کافی تھا کہ آنحضرتؐ نے باوجود مشاہدۂ آثار مرگ
ایسا تاکیدی حکم فرمایا ہے تو کچھ سوچ کے ہی فرمایا ہے ایسے وقت میں جمعیت کو درہم و برہم نہیں کیا
کرتے ہیں کیونکہ خود شہر میں ہزارہا منافق اور یہودی موجود اور چار و نطرف سے دشمنان دین درپئے تخریب
اور اپنی یہ حالت کہ لبوں پر دم اور بقول صاحب مدارج اکابر مہاجرین و انصار کو حکم ماتحتی اسامہ بن زید کا
کرکے ارشاد روانگی دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت بہ تدبیر عاقلانہ کچھ مفسد لوگوں کو وہاں
سے نکالنا چاہتے تھے تا کہ خلافت نبوی میں کوئی جھگڑا نہونے پائے اور حقدار محروم نہو جائے اور
از انجملہ ایک یہ ہو کہ حسب تصریح قول فیصل آنحضرت نے عبد اللہ ابن ابی سلول کے جنازہ پر نماز
پڑھی تو حضرت عمر نے ٹوکا کہ آپکو منافق کے جنازہ پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور آپنے فرمایا کہ خداوند
عالم نے مجھے مختار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم سب ستر مرتبہ یا زیادہ استغفار کریں دیکھو مسلم جلد دوم صفحہ ۲۷۶
پھر ٹہہرا ایسی مسلمانی پر کہ جسکے ذریعہ سے جائز و ناجائز کو جانا اسی کے ذمہ ارتکاب ناجائز کا الزام
لگانا اور از انجملہ ایک منع دوات و قلم و کاغذ ہے اور صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ آنحضرت کے ذمہ
تہمت ہذیان بھی لگائی گئی اور سرغنہ اس کارروائی کے عمر صاحب تھے یہ ذکر اہل خلاف کی بڑی
بڑی مستند کتابوں میں موجود ہے مثل صحیح مسلم و ملل و نحل و احیاء العلوم و صحیح بخاری وغیرہ فمن
شاء فلیرجع الیہا چوتھی صفت کل فقہائے اسلام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کے مردے کا غسل و
دفن ضروری ہے اور یہ حضرات بانی اسلام کے مردے کو چھوڑ کر چلے گئے اور ایسے غافل ہوئے

شراکت کے عذاب کا یقین ہوتا تو ایسا نہ کرتے مگر جن لوگوں کو اصلِ رسالت میں ہی شک واقع ہوتا
تھا اُنکو اس ثواب و عذاب کا یقین کب ہو سکتا تھا یہ تو رسُول کے فرمانے سے معلوم ہوا ہی شاید
یہ خیال کیا ہو کہ رسول کے جسمِ اطہر کو تو ہم لوگ ہاتھ نہیں لگا سکتے یہ کام اُس شخص کا ہی کہ جو معصومیت
میں رسول کا ہم پلّہ ہو جیسا کہ مُلّا جامی نے شواہد النبوۃ میں لکھا ہے۔ امام را جز امام نہ شوید لیکن
بہ مجرد اس خیال کے جدائی اختیار کرنا اور شریک تجہیز نہ ہونا صاف خود غرضی پر دلالت کرتا ہے کیا
کل حاضرین شریکِ غسل و دفن ہی ہوا کرتے ہیں پانچویں صفت خدا اور رسول کو راضی رکھنا اور
ایسے امور سے بچنا کہ جن سے خدا و رسول کو ایذا پہنچے کیونکہ موذیانِ خدا و رسول کے واسطے ذلیل و خوار
کرنے والا عذاب تیار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی
جو لوگ خدا و رسول کو ایذا دیتے ہیں لاریب اُنکے واسطے رسوا و ذلیل کرنے والا عذاب تیار رکھا ہی
اور جنابِ رسالتمآبؐ نے ایذا دہندہ خدا و رسول کا نشان اسطرح سے دیا ہے اَلْفَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّیْ الخ
یعنی فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اُسکو ایذا دی اس نے مجھکو ستایا اور میرا آزار دہندہ خدا
کا ایذا رساں ہے اور جس نے خدا کو ایذا پہنچائی بے شک وہ کافر ہے پس فاطمہؑ کی ایذا ہی کفر
ہوئی اب سُننا چاہئے کہ یہ حضرات بنتِ رسول سے کسطرح پیش آئے اور ان کے سلوک نے اُس
معصومہ کے دل پر کیا اثر ڈالا مولوی نجف علی صاحب صدیقی اکبرآبادی ہدایت العوام میں تحریر
فرماتے ہیں کہ جب امرِ خلافت اُنکے نزدیک قرار پا گیا تو بہ روایتِ اعثم کوفی ابوبکر صاحب نے ایک
مجلس قرار دی اور اس میں جناب علیؑ ابن طالب کو بلایا آپ تشریف لائے اور بسبب طلب دریافت
فرمایا عمر نے کہا کہ بیعت کے واسطے آپ نے انکار فرمایا اور اپنا حقدار ہونا ثابت کیا عمر نے کہا کہ کچھ ہو
اب تو بغیر بیعت کے چارہ نہیں ابو عبیدہ جرّاح نے نشتر زبان کھولا کہ آپکے مستحقِ خلافت ہونے میں
کسی کو کلام ہو سکتا ہی مگر یہ مصلحت عمل کرو آپ نے جواب دیا کہ خدا کا خوف کرو جو کچھ خدا نے خاندانِ
رسالت میں بھیجا ہے وہیں رہنے دو اور اُسکی نقل و تحویل کا ارادہ نہ کرو سب کو معلوم ہی کہ قرآن
ہمارے گھر میں نازل ہوا ہے اور معدن علم شریعت اور عالم فرض و سُنّت ہم ہیں ہمکو لازم ہے نہیں

کہ غیروں سے بیعت کریں بلکہ اوروں کو واجب ہے کہ ہماری اطاعت کریں بشیر ابن سعد بولا کہ اگر پہلے
سے آپ یہ بات فرماتے تو کوئی خلاف آپ کے نہ کرتا آپ کی خانہ نشینی سے یہ گمان ہوا کہ خلافت آپ کو
منظور نہیں ہے آپ نے فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ میں رسول کو بے گور و کفن چھوڑ دیتا اور یہاں آتا اور
میرے یہاں آنے اور بیعت کا ڈھنگ جمانے کی کیا ضرورت تھی کیا خم غدیر کا واقعہ تم کو یاد نہیں
لیکن حاضرین میں سے کسی نے توجہ نہ کی پس آپ نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ پر عمل کیا اور خانہ نشین
ہو کر ترتیب قرآن میں مشغول ہوئے پھر ابوبکر نے کچھ آدمی آپ کی طلب میں بھیجے وہ لوگ جواب معقول
سُنکر واپس گئے پھر عمر صاحب معہ عبدالرحمٰن بن عوف اور اپنے غلام قنفذ اور ایک مجمع کثیر کے آگ
اور لکڑیاں لیکر جناب بنت رسول کے دولتخانہ پر پہنچے اور بہ آواز بلند پکارے اِفْتَحُوا الْبَابَ الخ دروازہ
کھولدو ورنہ گھر کو مع گھر والوں کے جلادونگا اس روایت کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں
تسلیم کر لیا ہے اور تشئید المطاعن وغیرہ میں اہل خلاف کی بہت سی کتابوں سے بنت رسول کا
دوش مبارک ضرب تازیانہ سے مجروح کرنا اور دروازہ کا گرانا اور اُسکے صدمہ سے حضرت محسنؑ کا شکم
میں شہید ہونا اور جناب امیرؑ کے قتل کا ارادہ کرنا مفصل ثابت کیا ہے بسبب طول کے ترک کیا گیا مگر
افسوس یہ ظلم و ستم بھی کافی نہ سمجھے گئے جب اس معصومہ نے فدک کا دعویٰ کیا تو بھی کسی نے نہ سُنا ہبہ
کے دعوے میں تو واہی تاویلیں اور میراث کے دعوے میں ایک وضعی حدیث پیش کر کے دعوے خارج
کر دیا اور اُس جناب کو ایسا آزردہ کیا کہ تا زیست ہم کلام نہ ہوئیں (س ۱۳ھ) اس امر کا ثبوت اہل سُنت
کی کتابوں سے بھی ہے یا صرف شیعہ ہی کہتے ہیں آہ کیا لطف ہے صفت جو فقط آشنا کرے
ہے فضل وہ کہ جسکی عدو بھی ثنا کرے * یہ معاملہ ایسا طشت از بام افتادہ ہے کہ فریقین کی کتب
تواریخ و حدیث اس سے مالامال ہیں حفظاً للطوالۃ میں فقط اُن کتابوں کے نام بتائے دیتا ہوں
کہ جن سے فاطمہ علیہا السلام دعوئ ہبہ و میراث کرنا ہمارے علمائے اعلام مثل جناب مفتی محمد قلی خان
صاحب اور جناب مرزا محمد صاحب صاحب نزہتہ و جناب مولانا عمار علی صاحب رضوان اللہ علیہم نے
ثابت کیا ہے وہ کتابیں یہ ہیں تصانیف عمر ابن شیبہ ابوبکر جوہری مغنی قاضی القضاۃ ملل و نحل

کتاب الموافقت ابن السمان معجم البلدان ومحلی ابن الحزم ونہایت العقول امام رازی وتفسیر کبیر
ریاض النضرہ وکتاب الاکتفا وفصل الخطاب ومواقف وشرح مواقف وجواہر العقدین ووفاء الوفا
خلاصۃ الوفا وحاشیہ صلاح الدین عربی بر شرح عقائد النسفی وصواعق محرقہ وبراہین قاطعہ ومقصد
اقصیٰ ومعارج النبوۃ وحبیب السیر وروضۃ الصفا وکنز العمال وتفسیر در منثور ومسند ابو العلیٰ وابن
مردویہ وتاریخ حاکم وتاریخ آلِ عباس وجمع الجوامع ان سب کتابوں میں جناب سیدہ کا دعویٰ
وراثت وہبہ کا کرنا مندرج ہے فمن شاء فلیرجع الیہا (س) ہبہ کا دعویٰ کس وجہ سے خارج کیا گیا
اور اس میں ابوبکر صاحب کے ذمہ کیا الزام عائد ہوتا ہے (ج) ہبہ کے دعوے میں تو یہ شق نکالی کہ
مدعیہ گواہ پیش کرے اور جب علی ابن ابیطالب اور ام ایمن اور حسنین کو پیش کیا تو حسب رائے دہی
عمر ان حضرات کی گواہی کو رد کر دیا اور کہا کہ علی مدعیہ کا شوہر ہے اور حسنین بیٹے ہیں اور ام ایمن ایک
عورت ہے اور شرع میں دو عورت ایک مرد کی برابر شمار ہوتی ہیں (س) اس میں تو ابوبکر صاحب نے غلطی
نہیں کھائی (ج) اے صاحب غلطی کیا معنی صریح ناانصافی اور دیدہ ودانستہ حق تلفی ہے اول
تو ان کو فاطمہ سے گواہ طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ خود مدعا علیہ تھیں اور مدعا علیہ کا مجوز ہونا
خلافِ عقل وخلافِ انصاف ہے اس صورت میں تو واجب تھا کہ جملہ اہل الحل والعقد کو بلاتے اور
مقدمہ کی روداد سناتے اور فرض کیا کہ ابوبکر صاحب کو ہر حالت میں مجاز ہو کہ تجویز کر کے ڈگری
ڈسمس جو چاہیں فرمائیں لیکن تو بھی بنتِ رسول سی زاکیہ وعابدہ وکریمہ اس پایہ کی مدعیہ نہ تھی
کہ اسکا دعویٰ گواہوں کی تصدیق کا محتاج ہو درحالیکہ ابوبکر صاحب ادنیٰ درجہ کے صحابی رسول
کے دعوے کو بلا کسی ثبوت کے تسلیم کر لیتے ہوں چنانچہ صحیح بخاری میں خلیفہ صاحب کی گرمجوشی
صحابہ رسول کے بارہ میں مذکور ہے کہ حضرت جابر انصاری نے انکے اجلاس میں آکر کہا کہ حضرت
رسالت پناہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ بحرین کے مال میں سے ہم تجھ کو اسقدر مال دینگے مگر وہ
مال آپ کی زندگی میں نہ آیا اور اب آپکے زمانہ میں آیا ہے امیدوار ہوں کہ حسب وعدہ رسول آپ
نیابۃً ادا فرمائیے یہ سنتے ہی ابوبکر صاحب نے تین مٹھی مال بھر کر جابر کو حوالہ کیا اور گواہ طلب نکیے

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ جابر سا صحابی معاذ اللہ اگر جھوٹا ہو تو
پھر کون سچا ہوگا راقم کہتا ہے کہ اہل خرد کو انصاف کرنا لازم ہے کہ بنت رسول ایک صحابی کی
برابر بھی درجہ صداقت میں نہ پہنچی تھی اگر اسوقت خلیفہ صاحب بلا گواہوں کے محض بنظر صداقت
مدعیہ فدک حوالے کر دیتے تو بیش بریں نیست کہ جو جابر کے مقدمہ میں انکو جواب دہی کرنی پڑتی
بحیثیت واحدہ وہی یہاں بھی پیش کر کے بری الذمہ ہو جاتے یہاں کیا بات زیادہ تھی جو گواہ
طلبی کی ضرورت ہوئی اور کسی مصلحت سے اگر گواہوں کی ضرورت بھی سمجھی تو تصدیق صدق
مدعیہ کے واسطے صرف ایک علی علیہ السلام کی شہادت کافی تھی کہ جن کی شان میں جناب
رسالتمآب صلعم نے حسب تصریح قول فیصل یوں فرمایا ہے علیؑ مع الحق والحق مع العلے یعنی علیؑ
حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ دیکھو تاریخ الخلفا عربی صفحہ ۲ اور دراسات اللبیب صفحہ ۲۱۲
اور جنکے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہو دیکھو ازالۃ الخفا صفحہ ۲۶۳ اور جو کہ نفس رسول تھے دیکھو روضۃ الصفا
و حبیب السیر و معارج النبوۃ و تفسیر دُرِّ منثور وغیرہ پس نفس رسول کی گواہی تو گویا رسول کی گواہی
تھی شعر بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش * من انداز قدت رامی شناسم * جابر کو بلا گواہ کے دعویٰ
ڈگری دینا اور بنت رسول کے استغاثہ کی سماعت نہ کرنا خلیفہ صاحب کے راز اندرونی کا نشان
دیتا ہے کہ اگر جابر کو محروم کیا جاتا تو اندیشہ تھا کہ اور لوگوں کو اُن کے خلاف ترغیب دے اور اس
صورت میں امید قوی تھی کہ اگر امداد بھی نہ دیگا تو کم سے کم عیب گیری و بدگوئی کے صدمہ سے تو
محفوظ رہیں گے اور اگر بنت رسول کو فدک دے دیا جاتا تو یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ طالبان جیفۂ دنیا
انکو مالدار دیکھکر رجوع کر جائیں گے اور پھر جمعیت بہم پہنچا کر ہماری ساری کوششوں کو خاک
میں ملا دیں گے ایسے کاہے کو تھے کہ اپنے مدِّمقابل کو مقابلہ کی دسترس کے اسباب اپنے چلتے
ہاتھ پاؤں دستیاب ہونے دیں اہلبیت رسول تو مدعی تھے دانایان دنیادار تو دوست کو بھی
اس قابل نہیں ہونے دیتے کہ وہ کسی وقت میں خود مختار ہو کر بے قابو ہو جائے چنانچہ مثل مشہور
ہے دوست راچنداں قوت مدہ کہ اگر دشمنی کند تواند۔ حاکمان دور اندیش لطف حکومت میں

فرق نہ آنے کی غرض سے رعایا کو ایسا خود مختار نہیں ہونے دیتے کہ وہ متفق ہو کر کچھ کر سکے بلکہ
حسب مقتضائے موقع و مقام ایسا عمل درآمد کرتے ہیں کہ سب باہم مختلف رہیں پس ابو بکر صاحب
کی یہ بہت بڑی دور اندیشی تھی کہ ہبہ کے دعوے کو تو ایسے حیلوں سے ٹالا اور میراث کے دعوی
میں چونکہ وہ کارروائی مناسب نہ تھی اور دینے میں وہی اندیشہ تھا تو اسواسطے ایک خانہ ساز
دستاویز کے ذریعہ سے محروم کر دیا یعنی بوقت دعوی کہدیا کہ آنحضرت فرما گئے ہیں نحن معاشر
الانبیاء لا نرث ولا نورث الخ یعنی ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث
ہوتا ہے اور طماع لوگوں کو اہلبیت سے متفق نہ ہونے دینے کی غرض سے یہ لالچ دیا کہ کل مال
رسول صدقہ ہے اب اگر اہلبیت رسول لا کہ اپنا اثبات حق کریں تو وہ لوگ بمقابلہ اپنے فائدہ کے
کب گوارا کر سکتے ہیں کہ صدیق مرید ان کو علانیہ کاذب کہہ کر نقصان دنیا اٹھائیں (س ۳۷) اس
حدیث کے وضعی ہونے کا کیا ثبوت ہے (ج ۳۷) اسکے بہت سے ثبوت ہیں از آنجملہ ایک یہ ہے کہ
جناب باری فرماتا ہے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی اے محمد ڈرا تو پہلے اپنے قریب تر
رشتہ داروں کو پس بنا بریں آپ پر واجب تھا کہ اپنے سب رشتہ داروں کو علی الخصوص اپنی
لخت جگر کو اس بات سے ضرور مطلع فرما دیتے کہ انبیا کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو میرے
مال کا دعوی نہ کیجو بڑے تعجب کا مقام ہے کہ آپنے ایسا ضروری مسئلہ اپنی لخت جگر کو نہ بتایا
کہ جسکے بتانے سے رفع فساد ہوتا یعنی فاطمہؑ دعوی نکرتیں اور ابو بکر صاحب غصب و ناانصافی
کے الزام سے بری رہتے اور ابو بکر کو بتانے میں کوئی فائدہ نہوا اور نبی کی ذات سے فعل عبث
صادر ہونے کا اعتقاد مومنیت کے خلاف ہے اور صرف فاطمہؑ ہی اس حدیث سے بے خبر تھیں
بلکہ اس راز ضروری الاظہار کو یہانتک پردہ میں مستور رکھا کہ اپنی رازداں مستورات کا بھی
مثل نامحرم کے محرم ہونا گوارا نہ ہوا چنانچہ حسب تصریح سواء السبیل ازواج نبی نے عثمان کو اپنا
مختار عام کر کے خلیفہ صاحب کی عدالت میں حصۂ زوجیت کا دعوی رجوع کر دیا دیکھو صحیح
بخاری جلد دوم مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۵۷۶ اور جناب امیرؑ خود سربراہ کار اور پیروی کنندہ تھے اگر انکو

اس حدیث کا علم ہوتا تو بھی ہرگز دعوے کی نوبت نہ آتی بلکہ اگر کوئی شخص بھی بنی ہاشم
میں سے واقف ہوتا تو بھی دعویٰ نہ ہوتا لہذا فقرہ لانورث کو حدیث رسول قرار دینا عقل
کے خلاف ہے محض مدعا علیہ کا بیان ہے کوئی اسکا مصدق نہیں مدعی کو اسکے مسلمات سے
الزام دیا کرتے ہیں اور فاطمہ نے اس دستاویز پیش کردہ ابوبکر کو تسلیم نہیں کیا جیسا کہ پہلے
بھی ہم لکھ چکے ہیں اور آئندہ بھی تحریر کرینگے اور علاوہ ازیں جناب باری فرماتا ہے یوصیکم
اللہ فی اولادکم مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالے تم کو حکم کرتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا حصہ
دینا چاہیئے پس غور کرنا چاہیئے کہ اس آیت میں ضمیر جمع کی صاف دلالت کرتی ہے کہ سب اہل
ایمان لانے والوں کو یہ حکم ہے کسی کا استثنیٰ نہیں ہے پس کیونکر سمجھا جائے کہ رسول اس حکم
سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کا کوئی وارث نہیں بلکہ یہ حکم امت کے واسطے ہے حالانکہ جس عام حکم
میں رسول داخل نہیں قرآن میں اسکا ذکر موجود ہے چنانچہ عام اہل اسلام کو چار منکوحہ عورتوں
سے زیادہ ایک وقت میں رکھنا جائز نہیں اور رسول کو زیادہ بھی جائز ہیں چنانچہ بوقت وفات
نو بیبیاں آپکی زندہ موجود تھیں قرآن میں ان دونو باتوں کا ذکر مذکور ہے اسکی کیا وجہ کہ
حکم وراثت سے رسول کے مستثنیٰ ہونیکی کوئی دوسری آیت نہیں آئی اور ان لوگوں کو اسکا علم دیا
گیا کہ جو تفسیر قرآن کے جاننے والے تھے اور انکی پیروی کا حکم رسول نے قرآن کے ساتھ دیا
تھا یعنی اہلبیت علیہم السلام لہذا حدیث لانورث ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوسکتی دعوے بے
دلیل ہے رسول ایسی بات ہرگز نہیں فرما سکتے کہ عقل سلیم کے خلاف ہو اور دیکھو جس امر کے عام
لوگ عادی ہوں اور اسکا چھوڑنا اقرب بصواب ہو تو مقتضائے عقل یہ ہے کہ اسکے قبائح کے
اظہار اور اسکے خلاف کی ترغیب میں زیادہ اہتمام کیا جائے کیونکہ دفعۃً ترک عادت ہونا دشوار
بلکہ بعض اوقات میں تو از قبیل ممتنعات ہے چنانچہ ابتداءً عرب کے لوگ لے پالک اولاد کو مثل
حقیقی اولاد کے جانتے تھے اور جیسے کہ اپنی بیٹے کی زوجہ کو اپنے اوپر حرام موبد سمجھتے تھے ایسے
ہی اسکی زوجہ کو منجملہ محرمات قرار دیتے تھے اور جب اللہ کو اس رسم عام کا چھوڑانا منظور ہوا

تو اُسکے دفعیہ میں یہانتک اہتمام فرمایا کہ اپنے حبیب خاص کو تاکیدی حکم دیا کہ زید کی زوجہ زینب
بنت حجش سے اپنا نکاح کرو تاکہ عام مومنین کو جو رسم جاہلیت کے عادی ہو رہے ہیں اس امر میں کوئی
عذر باقی نہ رہے اور غرض خاص اس رسم کے چھڑانے میں یہ بھی کہ غیر مستحق مال و اسباب کا مالک
و متصرف ہو جاتے تھے اور حقدار محروم رہتے تھے لہذا رسول نے اسکے قبائح کا اعلان بھی علی
رؤس الاشہاد جابجا فرمایا اور دلوں میں بیٹھی ہوئی رسم کی برائی نکالنے کیواسطے خود اپنی متبنیٰ
یعنی لے پالک منھ بولے بیٹے زید کی زوجہ سے بعد طلاق واقع ہونے کے نکاح کیا تاکہ کسی شخص
کو اُسکے ترک میں کلام نہو اور حق حقداروں کو پہنچا کرے پس مقام غور ہے کہ اولاد حقیقی کا
وارث ہونا ایسا عام ہے کہ جسکا کوئی اہل مذہب بلکہ لامذہب بھی منکر نہیں ہے اگر اس میں
کوئی قباحت ہوتی تو ضروری تھا کہ رسول اُسکے اظہار میں ایسا مبالغہ فرماتے کہ ادنیٰ و اعلیٰ اور
قریب و بعید سب اس سے واقف ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ بھی سوائے اس حکم کے جو وراثت کی بارہ
میں سب کو سُنا چکا تھا کوئی دوسرا حکم ایسا جاری فرماتا کہ جس سے نبی کی وراثت ہونے کی قباحت
سب کو معلوم ہو جاتی اور یہاں برعکس اسکے کتمان میں ایسی کوشش کی گئی کہ سوائے حضرت ابوبکر
کے اور کسی زوجہ اور بیٹی اور داماد بلکہ کسی ناتی و گوتی کو بھی خبر نہ کی حالانکہ اسکا اظہار اقرب
بصواب تھا کہ خلیفہ صاحب اپنائی کہلائے جانے کے الزام سے بری رہتے اور غضب فاطمہ
کے بے پناہ عذاب میں گرفتار نہوتے اور بضعۂ رسول کا ابوبکر پر غضبناک ہونا صرف پیروان اہلبیت
ہی کے یہاں منقول نہیں ہے بلکہ مریدان ثلثہ بھی اسکے مُقر ہیں از آنجملہ صحیح مسلم جلد دوم کا صفحہ ۹۱
قابل ملاحظہ ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ جناب فاطمہ ابوبکر پر ایسی غضبناک ہوئیں کہ تابہ زیست
کلام نہ کیا اور وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے اور مجھے شب کو دفن کرنا اور حسب تحقیق
صاحب قول فیصل یہ ذکر جانسوز بخاری جلد ہشتم صفحہ ۱۴۵ میں بھی مرقوم ہے وائے برحال اس شخص
کے کہ جس پر بنت رسول غضبناک ہوں اور وہ غضبناکی صرف زندگی کے ساتھ محدود نہو بلکہ جملہ تعلقات
دنیاوی قطع ہو [illegible]

دست بردل آرم و فریاد کنم ٭ اے مسلمانو مقامِ غور ہے کہ نمازِ جنازہ میں زیادہ مسلمانوں کا شریک
ہونا موجبِ مزیدِ ثواب ہو اور تین دن سے زیادہ مسلمان سے بغض رکھنا بھی شرع میں ممنوع ہو
پس فاطمہؑ کی ممانعت شرکتِ نمازِ جنازہ سے اور مرتے دم تک بغض سے دل صاف نہ ہونا اہلِ
حق کے دلوں میں کیا اثر پیدا کریگا آیا کوئی ذی عقل کہہ سکتا ہے کہ بنتِ رسول نے ابوبکر کو پکا مسلمان
اور سچّا صاحبِ ایمان سمجھکر ایسی وصیّت کی پس ہم تو اپنی جدّہ ماجدہ مخدومۂ کونین پارۂ جگرِ
رسول الثقلین کے قدم بقدم چلیں گے اور اُنکے آزار دہندہ او غضبناک کرنے والے کو دشمنِ خدا
ورسول جاننے میں ذرا بھی تامّل نہ کرینگے لطیفہ اگر بہ فرضِ محال جناب بضعۂ رسول کے ملول
کنندہ لوگ رحمتِ ایزدی سے بہرہ یاب ہو کر غضبِ جبّار سے محفوظ رہیں گے تو بھی ہمکو کوئی
مقامِ خوف وہراس نہیں ہم صاف کہدیں گے کہ اے مادر گرامی شان ان لوگوں نے ہمارا
کوئی نقصان نہیں کیا تھا ہم تو صرف آپکے رنجیدہ وغضبناک ہونے سے ان سے بیزار ہو گئے
تھے بقول شخصے ۔ بیٹا وہ ہے قدم بقدم ہو جو باپ کے ٭ ہمارا وجود ایک جزو تھا آپکے وجود سے
پس جو اثر ظلم وجورِ اعدا کا اصل میں پیدا ہوا تھا فروع میں بھی باقی رہا اور اُس نے ہماری دلوں
کو آتشِ بغض وکینۂ ایمانی سے صاف نہونے دیا پس ممکن نہیں کہ بنتِ رحمۃ للعالمین ہماری جانب
سے غافل ہو جائیں اور ہمارے مدّعا علیہم اپنے جرم سے بری ہونے پر ازالہ حیثیت کا دعویٰ
کرسکیں شعر چہ غم از بحرِ موج آں را کہ باشد نوح کشتیباں ٭ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیباں
س۲۷) ممکن ہے کہ بوقت دعویٰ جناب فاطمہؑ کو یہ حدیث یاد نہ رہی ہو یا سُنی نہ ہو (ج) ایسا
احتمال وہ شخص تو کر سکتا ہے جو کہ کتب سیر و تواریخ و احادیث سے مطلق اطلاع نہیں رکھتا اور
باوجود اسکے تعصب وحمیّت بیجا کا پردہ اُسکے دل پر پڑا ہوا ہے اس واسطے کہ شیخ عبدالحق صاحب
محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۳ میں اسطرح عروسِ بیان کو جلوہ دہ بزم فرماتے ہیں مشکل
ترین قضایا قضیۂ فاطمہؑ زہرا است زیرا کہ اگر بگوییم کہ او جاہل بود ازیں سُنّت یعنی حدیثے کہ
ابوبکر نقل کردہ بعید است از فاطمہؑ واگر التزام کنیم

ازاں حضرت مشکل میشود کہ بعد از استماع از ابی بکر و شہادت سائر صحابہ بر آن چرا قبول نکرد و
اگر غضب او پیش از سمع حدیث بود چرا برنگشت از غضب تا آنکہ زندہ بود پس اگر یہ حدیث
جناب فاطمہ زہرا کو نہ پہنچی ہوتی یا فراموش ہو گئی ہوتی تو تابہ زیست راضی نہ ہونا کیا معنی ایسا
ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپنے جاہل مسئلہ یا فراموش ہو کر دعویٰ کیا ہو بلکہ صاف قرائن دلالت کر رہی
ہیں کہ آپنے حق طلبی فرمائی اس واسطے کہ حسب تحقیق قول فیصل بضعۂ رسول نے فدک اور
میراث اور مال خمس کا دعویٰ کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۱ سے ثابت ہی بھلا میراث کی
دعوے میں تو یہ احتمال نکالا کہ یہ مسئلہ آپ کو معلوم نہ ہوگا اگرچہ یہ خلاف عقل ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت
کر چکے ہیں خمس کے باب میں کیا کہو گے یہ تو ایسی چیز ہے کہ ہر جہاد میں آتا تھا اور آنحضرت خواہ در دست
اہلبیت کو دیا کرتے ہونگے یا اور کسی کو بھی شامل فرماتے ہونگے یہ امر تو ایسا نہیں ہی کہ مخفی ہو سکے
اسکا دعویٰ کیوں ہوا اور بہ فرض محال غلطی سے سہواً دعویٰ ہو گیا تھا تو یہ حجت و تکرار کیا معنی
کہ بنت رسول با دل ملول ابوبکر سے فرما رہے ہیں کہ اے ابوبکر تو جانتا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم اہلبیت
پر صدقہ حرام کیا ہے اور ہمارے واسطے مال غنائم میں سہم ذی القربیٰ قرار دیا ہے اور ابوبکر صاف
جواب دیتے ہیں کہ آیۂ خمس میں نے پڑھی ہے مگر یہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ سہم تمام و کمال آپ ہی
کے واسطے ہی آپنے فرمایا کہ تیرے اور تیرے اقربا کا حق ہی جواب دیا کہ نہیں بلکہ اس میں سے کچھ آپ
کو دونگا اور باقی مصالح اہل اسلام میں صرف کرونگا الغرض بہت کچھ قیل و قال ہوئی مگر ابوبکر صاحب
نے یہ حکم اخیر سنا دیا کہ میں تمکو اتنا ہی دونگا کہ جو تمہاری قوت لایموت کو کافی ہو یہ مضمون کتاب
سقیفہ میں بروایت انس موجود ہے اور تشئید المطاعن میں خوب شرح کے ساتھ منقول ہے اور
جامع الاصول میں ابن عباس سے منقول ہے کہ آنحضرت بالکل سہم ذی القربیٰ اپنے یگانوں
پر تقسیم کیا کرتے تھے اور ابوبکر و عمر نے اُس میں کمی کر دی راقم کہتا ہے کہ اگر ابوبکر صاحب کے دل میں بنت
رسول کی محبت یا حرمت رسول کی رعایت ہوتی تو فوراً فدک دیتے اور کسی قسم کا حرج و الزام انکے
ذمہ عائد نہوتا کیونکہ بقول اہلسنت کے امام زمانہ کو اختیار ہے کہ جسکو جتنا چاہے دیوے جیسا کہ

حسب تصریح سوار السبیل ہاشی صحیح بخاری مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۳۰۶ سے ثابت ہے خاص کر نام آور وں
کی اولاد کی رعائت کرنے میں تو کوئی بھی لب کشائی نہیں کرسکتا تھا کیونکہ دختر حاتم وغیرہ کا
معاملہ سب بچشم خود دیکھ چکے تھے کہ جناب رسولخدا صلعم نے باوجود کافر ہونے کے دختر حاتم کو رہا کردیا
اور یہانتک اُسکی عالی خاندانی کی رعایت ملحوظ رکھی کہ اسکے کہنے سے کُل قرابت داران حاتم کو چھوڑدیا
پس ایسے ہی فاطمہ زہرا بھی عالی خاندان اور بڑے نام آور کی یادگار تھی اگر اُن کی رعائت کرکے
کچھ دے دیتے اور یوں کہدیتے کہ اے بنت رسول فدک وغیرہ میں تو تیرا کوئی حق نہیں ہے مگر
میں پارہ جگر رسول اور محتاج سمجھکر اپنی طرف سے دے دیتا ہوں پس اس میں کیا ٹوٹا پڑ جاتا
اور کیا اندیشہ تھا سب اہل اسلام مروّت اسلام کے کسیقدر عادی بھی ہو گئے تھے اور انتقال
رسول کا صدمہ بھی تازہ تھا ایسی حالت میں تو عام لوگوں کے پس ماندگان کی تسکین خاطر ہر
کس و ناکس کے مدّنظر ہوا کرتی ہے کوئی ذی عقل مانع نہوتا دیکھو جسوقت ابتدائے فتوح اسلام
تھی اور مسلمان نہایت حیران و پریشان تھے مگر کسی نے بے مروّتی نہ کی اور بپاس خاطر رسول
مقبول صلعم زینب کی مالا میں سے سب نے اپنا اپنا حصّہ معاف کر دیا کیفیت مختصر اس کی یہ
ہے کہ جب جنگ بدر میں ستّر آدمی مشرکین کے گرفتار ہوئے تو اُن کی خلاصی فدیہ پر قرار پائی
ہر ایک اسیر کے وارث نے بقدر مقرر فدیہ دیا از انجملہ حضرت زینب نے جن کے باب میں روایات
مختلفہ وارد ہیں بعض روایات سے مترشح ہے کہ وہ جناب رسول کے نطفہ سے اور حضرت
خدیجہ کے شکم سے تھیں اور بعض کا قول ہے کہ خدیجہ کی دختر شوہر اول کے نطفہ سے تھیں
اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ہالہ خواہر خدیجہ کی بیٹی تھیں اور آپ نے پرورش کیا تھا بہر حال
اپنے شوہر ابو العاص کی رہائی کے واسطے ایک مالا مروارید کی اور کچھ مال حضرت کی خدمت
میں بھیجا یہ مالا زینب کو حضرت خدیجہ نے عنایت کی تھی آنحضرت نے جب اس مالا کو دیکھا
تو آبدیدہ ہوئے اور مسلمانوں سے التماس عفو کیا سب نے بپاس حرمت رسول اپنا اپنا حصہ
بخش دیا اور وہ مالا زینب کو واپس دی گئی اب میں منصف مزاجوں سے کہتا ہوں کہ اگر

ابوبکر صاحب اپنے قول لانرث کو نہیں سچے تھے تو اس پر یوں گھر بار ہوتے کہ اے مسلمانو یہ فدک
اگرچہ صرف فاطمہؑ کی ملک نہیں ہے مگر تم سب واقف ہو کہ تنگدستی ہر وقت سایہ کیطرح سے اُسکے
ہمراہ ہے اور سوائے اسکے کوئی سلسلۂ معاش بھی نہیں رکھتی اور اپنے ایسے پدر عالی مقدار
کے صدمۂ مفارقت سے دلفگار ہے کہ جسکا کل عالم میں کوئی نظیر نہیں اور اسوقت مجھ سے طلبگار
ہے اس کی گفتار و رفتار سے رسولخدا صلعم کی تصویر میری نظروں میں پھر رہی ہے میں تو
قربۃً الی اللہ فدک میں سے اپنا حصہ اسکو بحل کرتا ہوں اور تم کو بھی مناسب ہے کہ اسوقت
میں اسکے دل غمدیدہ کو مسرور کرو تو کیا کوئی مسلمان سوگوار رسول کی رعایت سے پہلو تہی
کرتا اور ہم نے مانا کہ اور کوئی اس پر راضی نہ ہوتا مگر ابوبکر صاحب کی صدیقیت ظاہر ہوجاتی
واجباہ زینب کسی سے فریادی نہ ہوئی تھیں اور محض بپاس خاطر رسول خدا صلعم انکی مال
واپس کی گئی اور بضعۂ رسول بادل ملول مستغیث ہوئیں اس پر بھی کسی نے توجہ کی آپ
نے مجبور ہو کر وا ابتاہ وا رسولاہ کی فریاد بلند کی اور ابوبکر سے خطاب کیا یا بن ابی قحافۃ اترث
اباک ولا ارث ابی یعنی اے پسر ابوقحافہ مقام غور ہے کہ تو تو اپنے باپ کا وارث ہو اور
میں غمدیدہ اپنے باپ کے ترکہ سے محروم رہوں کیوں مسلمانو جس کے دل میں رسول کی محبت
ہوگی وہ بنت رسول کی یہ مایوسی کی حالت دیکھنا گوارا کر سکتا ہے شعر ہرگزم باور نمی آید ز
روئے اعتقاد۔ حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن۔ اور مولوی محمد جہانگیر خانصاحب اپنے
رسالۂ اظہار الہدےٰ صفحہ ۱۴۴ میں اپنا تزک جہانگیری اسطرح اظہار فرما رہے ہیں کہ مسلمان کو
مسلمان سے تین دن سے زیادہ بغض رکھنا کفر ہے اور بنت رسول کا تا بزیست ابوبکر
سے ہمکلام نہ ہونا اور مرتے وقت وصیت کرنا کہ ابوبکر میرے جنازے پر نماز نہ پڑھے ہم ابھی
اس سے پہلے مسلم و بخاری سے ثابت کر چکے ہیں پس عقل ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ ابوبکر کو
مسلمان جان کر بنت رسول ایسا عمل درآمد فرماتی آپ کی معصومیت پر آیۂ تطہیر شاہد عادل
موجود ہے اور کم سے کم پانچ وقت کل مسلمان آپ پر درود بھیجتے ہیں ہر نماز میں اللھم صلّ

علیٰ محمد و آل محمد پڑھتے ہیں لہٰذا اگر ابوبکر صاحب سے اہل اسلام دست بردار ہوجائیں تو کوئی الزام
کی بات نہیں بلکہ عین اطاعت رسول ہی کیونکہ محبت و اطاعت فاطمہؑ سب کلمہ گویوں
پر واجب و لازم ہے دیکھو تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ ۳۹۱ کما صرح بہ فی قول فیصل اور مقتضائے
محبت و اطاعت یہ ہے کہ جس سے اپنا محبوب و مخدوم ناراض و کشیدہ ہو کبھی بھولے سے
بھی اسکی جانب ملائم نگاہ سے نہ دیکھا جائے عاقل با انصاف کی ہوشیاری و چالاکی ثابت
ہونے کے واسطے ایک یہی نکتہ کافی ہے کہ بنت رسول سے تو یہ حجت و تکرار اور ازواج
رسول کا تصرف حجرات رسول پر قائم رکھا اسکی کیا وجہہ آیا یہ انکو ہبتہ و بیجا گلی تھی تو اثبات
بذمہ مدعی یا میراث میں پائی تھی تو اس صورت میں ابوبکر صاحب کی پیش کردہ سند یعنی
حدیث لانورث جعلی قرار پاتی ہے اور جب ایسا ہے تو غصب حق فاطمہؑ کے جرم سے بری یا
رہا ہونا معلوم یا ذریات المتخلفین والناکثین ہاتوا برہانکم ان کنتم صٰدقین (س ۳۴) اگر ابوبکر صاحب
نے فدک غصب کر لیا تھا تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنے زمانہ حکومت میں انکی رائے کیوں
بحال رکھی (ج ۳۴) اسکے جوابات تو ہمارے علمائے اعلام نے بہت دئے ہیں اور کتب مبسوطہ
مثل نزہہ و تشئید وغیرہ وغیرہ میں مفصل و مشرح مرقوم ہے یہ مختصر ان سب کے ایراد کی گنجائش
نہیں رکھتی مگر بغرض آگاہی عوام اُن میں سے انتخاب کر کے چند وجوہ راقم حروف بھی معرض
تحریر میں لا کر ہدیہ ناظرین کرتا ہے واضح ہو کہ ہم پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ جناب بنت رسول نے
دعویٰ کیا اور اپنی مایوسی پر نہایت غمگین و رنجیدہ ہو کر ابوبکر صاحب سے کبھی ہمکلام نہ ہوئیں
اور مرنے کے بعد بھی وصیت فرما گئیں کہ ابوبکر میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھے اور جناب امیرؑ کسی
امر میں اُن کو مانع نہوئے بلکہ وصیت پر عمل کیا یعنی ایسے وقت دفن فرمایا کہ کسی کو خبر بھی
نہ ہوئی پس اس سے تو یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اگر فاطمہؑ کا کوئی حق نہوتا تو ضرور آپ اُنکو دعویٰ
کرنے سے منع کرتے اور اگر بہ فرض محال بے خبری یا لاعلمی میں دعویٰ ہو گیا تھا تو ابوبکر سے رنجیدہ
رہنے اور وصیت کرنے سے ضرور مانع ہوتے اور اگر کچھ بھی نہ کرتے تو خبر موت کے اخفا میں

جناب امیرؑ نے اپنے زمانہ خلافت میں باغ فدک پر قبضہ کیوں نہیں کیا

ہرگز کوشش نہ فرماتے کیونکہ حکم شرع ہے کہ مومن کے مرنے کی خبر عام مومنین کو کرو اور یہ بھی حدیث
سے ثابت ہے کہ جسقدر نماز پڑھنے والے زیادہ ہونگے تو مردہ کو ثواب زیادہ ہوگا پس غور کرنا چاہئے
کہ آپ نے ایسا کیوں کیا کہ چُپ چاپ دفن کر دیا اور امام زمانہ کو بھی مطلع نہ کیا کہ جسکی شراکت سے
ثواب کی بھی زیادتی ہوتی اور بہت بڑی تقویت اور عوام میں وقعت ہوتی یہ باتیں اہل ایمان
کو اس امر کا یقین دلاتی ہیں کہ جناب امیرؑ ابو بکر صاحب کو ہرگز حق پر نہ جانتے تھے پس جناب
امیرؑ کے فدک پر قبضہ نہ کرنے کو یہ سمجھنا کہ ابو بکر کی رائے بحال رکھی خام خیالی ہے اب مناسب ہے
کہ قبل ظاہر کرنے اُس وجہہ کے کہ جسکی وجہہ سے آپ نے فدک پر قبضہ مالکانہ نہیں فرمایا اہلسنت
کی کتاب سے جناب امیرؑ کی خلافت ظاہری کی حالت کا فوٹو خاص و عام کو دکھایا جائے کتاب
روضۃ الاصفیا کے صفحہ ۱۷۱ میں جناب امیرؑ کی خلافت کا حال اسطرح سے مرقوم ہے کہ سب خاص و
عام راضی ہوئے اور بیعت کی لیکن آپ کی خلافت میں بسبب قتل ہونے حضرت عثمان غنی
کے اور بغی ہونے معاویہ بن ابی سفیان کے بڑا اختلاف پڑا اور فتنہ عظیم برپا ہوگیا طلحہ و زبیر تو
مکہ کو گئے اور وہاں جاکر حضرت عائشہ سے جو حج کو گئی تھیں کہا کہ خلیفہ رسول اللہ ناحق قتل
ہوگیا اور قاتل علیؑ کے لشکر میں موجود ہیں وہ قصاص نہیں لیتے اور شام کی طرف معاویہ نے
لشکر کشی کی اور طالب قصاص ہوا اسی واسطے حضرت مرتضیٰ علیؑ کی خلافت میں کوئی نیا ملک
فتح نہیں ہوا بلکہ تادم حیات آپس میں قتل و قتال رہا یہانتک کہ خارجیوں نے جناب امیرؑ کو
بھی شہید کیا اکثر علما نے لکھا ہے کہ اصحابوں میں جو نزاع و جنگ واقع ہوئی اُسکا ذکر عوام سے
کرنا موجب لغزش اعتقاد کا ہوگا بعض صحابہ اور ازواج مطہرات کی جانب سے اسواسطے کہ اول
حضرت علیؑ کی اور طلحہ و زبیر و حضرت عائشہ کی جنگ ہوئی اور دس ہزار سے زیادہ مرد اس
لڑائی میں قتل ہوئے حضرت عائشہ کے اونٹ کے گرد و پیش اور بعد اسکے امیر معاویہ کو شرحبیل نے
سمجھایا اور کہا کہ عثمان کے قصاص کے طالب اُن کے بیٹے ہیں اُن کو یہاں روانہ کرو وہ اپنے
باپ کے قاتلوں کو ثابت کرینگے بلوے کا خون ہے بغیر اثبات کے قصاص کس سے لیا جاوے

غرض کوئی حجت اور دلیل حضرت علی کی قبول نہ کی نوبت بجنگ پہنچی مدت تک لڑائی رہی
قریب ایک لاکھ آدمی کے طرفین سے مارے گئے آخر لوگوں نے ناچار ہو کر پنچائت کی ابو موسیٰ اشعری
تو حضرت علیؑ کیطرف سے حکم ہوئے اور عمر ابن العاص معاویہ کی طرف سے اسکے فیصلے میں بھی اختلاف
ہوا اور کئی ہزار آدمی حضرت علیؑ کے لشکر سے خارج ہوئے اور اُنکو بد کہنے لگے انکو خوارج کہتے
ہیں لشکر مرتضیٰ علیؑ کا رات دن کی لڑائیون اور ہزاروں کے مرنے اور زخمی ہونے سے عاجز آرہا
تھا اصلاح یہ ٹھہری کہ کوفہ نزدیک ہی وہاں چل کے مجروحوں کا معالجہ اور سامان کی درستی کر کے
پھر معاویہ سے لڑینگے حضرت مرتضیٰ علیؑ ہرچند ان لوگوں کو سمجھاتے تھے اور جنگِ معاویہ کی ترغیب
دیتے تھے مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے حضرت علی ہمیشہ ملول و غمگین رہتے تھے اس عرصہ میں خوارج
نے آپ کو کوفہ کی مسجد میں شب یکشنبہ اُنیسوین رمضان ۴۰ھ میں شہید کیا۔ اب غور کرنے کا
مقام ہے کہ ایک لڑائی میں محبوبۂ رسول ایک طرف اور حضرت علیؑ ولایت پناہ دوسری طرف
اور دوسری لڑائی میں معاویہ اور ابن العاص اور بعض صحابۂ رسول ایک طرف اور حضرت علیؑ
شوہر بتولؑ دوسری طرف پس اگر یہ معاملے بتفصیل لکھنے میں آویں تو البتہ بعضے لوگوں کے
دلوں میں سستی اعتقاد کی صحابہ یا ازواجِ مطہرات کی طرف سے ہو جاویگی راقم کہتا ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام کی خلافتِ ظاہری کی یہ حالت تھی کہ بعض ناہنجاروں نے اوّل آپ سے بیعت کی
اور پھر بلا سبب خون کے پیاسے ہو کر مقابل ہو گئے اور اکثر ایسے خدا ترس اور حق شناس امام
بھی تھے کہ باوجود مشاہدہ کید معاویہ وغیرہ اعانتِ دین سے دست بردار ہو کر خانہ نشین ہو
گئے اور ہرچند امام مفترض الطاعت نے جنگِ معاویہ کی ترغیب دی مگر کسی نے نہ مانا جیسا
کہ ابھی روضۃ الاصفیا کی عبارت ہم نے لکھی ہے بہت بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام امام زمانہ ہو کر یوں فرمائیں کہ عثمان کی اولاد کو بھیجو اپنے باپ کے قاتلوں کو
تبلائیں بلوے کا خون ہے بغیر اثبات کے کس کو سزا دیجائے اور اس پر معاویہ وغیرہ کچھ توجہ
نہ کریں حالانکہ ان سب کو لازم تھا کہ خود حاضر ہو کر امام وقت کی عدالت میں دعوے

رجوع کرتے اور قتل عمد کا ثبوت پیش کرتے پس اگر پناہ بخدا آپ انکی فریاد پر توجہ نہ فرماتے تو مجمع
خاص وعام میں اسکا تذکرہ کیا ہوتا جیسا کہ محمد ابن ابی بکر نے راستہ میں عثمان کا نوشتہ پکڑ
کر مدینہ میں تمام مہاجر و انصار کی روبرو پڑھا اور داد چاہی المختصر میری غرض اس سے
یہ ہے کہ جہاں اس قسم کے ناحق شناس لوگ مجتمع ہوں وہاں اگر آپ فدک پر قبضہ مالکانہ
فرماتے تو کیا انجام ہوتا جو لوگ برائے چندے صفین و جمل میں بظاہر معین ایمان رہے وہ بھی
علیحدہ ہو جاتے اور بڑے طمطراق سے اعتراض کرتے کہ دیکھو پرایا حق دبا بیٹھے اب اگر آپ
انکے جواب میں یوں ارشاد فرماتے کہ واقعی فاطمہؑ کا حق ہے ابوبکر نے غصب کر لیا تھا تو وہ
لوگ آپ کا کہا مان لیتے جنہوں نے معاویہ کی مکاری بچشم خود دیکھکر اسکے دفعیہ سے پہلوتہی
کی پس ایسے وقت میں عقل کب اجازت دی سکتی ہے کہ آپ فدک پر قبضہ مالکانہ فرماتے
مقابلہ میں تو لاکھوں خونخوار ناہنجار موجود ہیں اور لشکر میں آپ کے بیشتر وہ لوگ شامل ہیں کہ جنکی
روبرو حسب تصریح صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۱ اور صحیح جلد ششم صفحہ ۳۰ جناب امیرؑ نے چھ مہینہ تک
ابوبکر سے بیعت نہ کی اور جب بعد وفات بنت رسول سب کے رخ آپ کی جانب سے پھر گئے تو
ناچار ہو کر ابوبکر سے صلح کی پس ایسی حالت میں وہ لوگ اس قبضہ کو نقض بیعت کی عمدہ دلیل
قرار دے کر اپنے بھائیوں میں علانیہ اسی روز جا ملتے اور اسی روز معرکہ فتنہ برپا ہو جاتا اور
یزید و پیروان یزید اپنے منصب پر پہنچنے سے محروم رہجاتے دین نبوی صفحۂ دہر سے
یک قلم محو ہو جاتا ہاں اگر مثل پہلے صاحبوں کے آپ کو تمکن و اطمینان حاصل ہوا ہوتا اور پھر
بھی رائے اول بحال رکھتے تو لب کشائی کی گنجائش تھی سب کو معلوم ہے کہ مروان کو
آنحضرت نے شہر بدر فرمایا تھا اور اس پر لعنت کی تھی جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں اور
باوجود اسکے عثمان نے تخت پر بیٹھتے ہی اسکو بلا لیا اور داماد بنا لیا اور کسی نے لب کشائی نہ کی
اور پھر محمد ابن ابوبکر کے قتل کا فرمان حضرت عثمان کی مہر سے مزین اور انکے ہی غلام باوفا
کے پاس سے پکڑا گیا اور سب خورد و کلاں کو دکھایا گیا اور اس پر کچھ توجہ نہ کی گئی اور

اسی باعث سے ثالث صاحب قتل کئے گئے اور کسی نے مدد بھی نہ کی حالانکہ چودہ ہزار اصحاب
رسول مدینہ میں موجود تھے اور اب بلوہ دیت پر لینا ایک نہ دینے دو جناب امیرؑ سے قصاص کے
خواہاں اور اس پر بھی چین نہیں آپ تو فرما رہے ہیں کہ عثمان کے بیٹے آئیں اور قاتلوں کو
بتائیں تاکہ سزا دوں اور کوئی نہیں سنتا اور بندگانِ خدا کو ناحق قتل کر رہے ہیں پس بڑی
ناانصافی کی بات ہے کہ ایسی پُرآشوب حالت میں اہلِ اسلام آپکے فدک پر قبضہ نہ کرنے
کو ابوبکر کی صدّیقیت کی دلیل قرار دیں کیونکہ جن لوگوں نے عثمان کی کھُلی بے عنوانیاں
بچشم خود ملاحظہ کیں اور اطاعت سے منحرف نہ ہوئے اگر بلا حصول تمکّن ایسا معاملہ کیا جاتا
کہ جس سے سب کو چار ناچار ثلاثۂ نامدار کی صریح ناانصافی کا اقرار کرنا پڑتا تو وہ لوگ کب شریک
لشکر رہتے ضرور عائشہ و معاویہ کے ہمراہ ہو کر ایسا مفسدہ برپا کرتے کہ جسکا انسداد نہ ہو سکتا
تھا عام عقلا کا قاعدہ ہے کہ جس وقت دو یا چند قباحتیں درپیش ہوتی ہیں تو اُن میں سے جو
امر قبیح تر ہوتا ہے اُسکے دفعیہ میں اوّل کوشش کرتے ہیں دیکھو اگر فالج باحرارت ہوتی ہے تو
ادویّہ حارّہ کا استعمال نہیں کرتے بلکہ اوّل ازالہ حرارت میں مشغول ہوتے ہیں اور اس سے
مطمئن ہو کر علاجِ فالج کرتے ہیں اور ایسے ہی اگر دشمن زراعت موجودہ پر حملہ آور ہو اور مانع تخم
ریزی بھی ہو تو مقتضائے عقل تو یہ ہے کہ اوّل کشتِ موجودہ کی حفاظت کی جائے اور
علیٰ ہذا اگر کسی بادشاہ کو دو طرف سے دشمن کا کھٹکا ہو ایک طرف سے تو اپنے مال و اسباب
کے لٹ جانے کا خوف ہو اور دوسری طرف سے ملکِ محروسہ و مملوکہ کے تباہ و برباد ہو کر
نکل جانے کا اندیشہ ہو تو منشائے عقل یہی ہے کہ اپنے مال و متاع کے تلف ہونے کا مطلق
خیال نہ کرے بلکہ ممالکِ محروسہ کی حدود کو تا امکان ایسا مستحکم کرے کہ غنیم کی دست برد سے
رعایا محفوظ رہے پس جناب امیرؑ کا فدک پر قبضہ نہ کرنا عین منشائے عقل تھا اس پر قبضہ نکرنے
سے کوئی ایسی قباحت لازم نہیں آئی کہ جسکا دفعیہ حیطۂ امکان سے باہر ہو بیش برین نیست
کہ اپنے حق سے محروم رہے اور اگر اپنے حق [illegible]

لازم آتی کہ ایک تو دشمنانِ دین خونِ عثمان کا الزام آپ کی جانب عائد کرکے بندگان خدا
کی خونریزی میں مصروف تھے اور اس پر قبضہ فدک اور بھی فساد برپا کردیتا یعنی جن لوگوں
کی طرف الزام غصب یا اعانتِ غصب عائد ہوتا تھا تو وہ کبھی یہ عار گوارا نہ کرتے بلکہ فوراً
گروہ باغی میں شامل ہوکر ایک اور ایک دو ہو جاتے اور سب جانتے ہیں کہ جناب سرور
کائنات صلعم نے مقام حدیبیہ میں کیسے دب کر صلح کی کہ صلح کے عہدنامہ سے لفظِ رسول
بھی چھیل ڈالا اور یہ شرط بھی گوارا کی کہ اگر قریش میں سے کوئی بھاگ کر آپ کے یہاں پناہ
گیر ہو تو واپس دے دیں اور مسلمان اگر باغی ہوکر قریش میں پناہ گیر ہو تو وہ واپس نہ دیں
لیکن بعد فتح مکہ جب آپ کو من کل الوجوہ تمکنت حاصل ہوگئی تو پھر کبھی ایسی صلح نہیں کی
بس ایسا ہی جناب امیر علیہ السلام نے بالفعل فدک پر قبضہ نہ کرنے کی قباحت گوارا کی اور وقت
کے منتظر رہے اگر طالبانِ جیفۂ دنیا آپ کا فرمانا مانتے اور جنگِ معاویہ سے جی نہ چراتے اور
معاویہ غاویہ پسپا ہو جاتا اور اور شکنندۂ اصنامِ کعبہ کو مریدانِ لات و عزیٰ سے اطمینان ہو
جاتا اسوقت مناسب تھا کہ فدک پر بھی قبضہ فرماتے اور جملہ بدعاتِ ثلثہ کو مٹاتے آپ
قدم بقدم آنحضرتؐ کے تھے سیرتِ احمدیہ کی پابندی ضروریات سے تھی جیسا کہ آنحضرت صلعم
نے کعبہ کو بنائے ابراہیمؑ پر قائم نہ کیا اور بخوفِ بلوہ بنائے قریش پر رہنے دیا ایسا ہی آپ نے قبضۂ
فدک برائے وقتِ معین و مناسب بدستور رکھا حجاج بچشم خود دیکھ آئے ہیں کہ بنائے موجودہ
کی گرد کچھ جگہہ پڑی ہوئی ہے اور حجاج مع اسکے طواف کرتے ہیں جو حرمت بنائے کعبہ
موجود کی ہے وہی اسکی بھی ہے کیونکہ کعبہ بنائے ابراہیم مع اس افتادہ زمین کے تھا دوسرا
جواب۔ اہلبیت علیہم السلام اس چیز کی جانب حالتِ تسلط میں توجہ نہیں کرتے جو ان
سے بظلم و تعدی چھن جاتی ہے چنانچہ جناب رسالتمآب صلعم کے مکانات جو مکہ میں تھے
اور آپ کی ہجرت کے بعد اور لوگ ان پر قابض ہوگئے تھے بعد حصول تسلط بھی آپ نے
ان پر قبضۂ مالکانہ نہیں فرمایا بلکہ قبضۂ قابضین بحال رہا لیکن اس سے کوئی ذی فہم

یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مکانات آپ کے چلے جانیکے بعد غصب نہیں ہوئے تھے اور اُسوقت کے
متصرفین حق پر تھے بس ایسا ہی فدک کا حال سمجھنا چاہیئے کہ جب آپ نے اور بنت رسول
نے مکرر سہ کرر دعوی کر کے اپنا حق ثابت کر دیا اور حاکم وقت نے سماعت نہ کی خاموش ہو
کر بیٹھ رہے اور اپنے اختیار کی حالت میں بھی مثل اپنے مخدوم کے اس پر قبضہ نہ کیا اس
سے حقدار ہونا زائل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ کوئی حقیت ثلثہ کا مدعی یہ نہ ثابت کر دے کہ جناب
امیر علیہ السلام اور بنت خیر الانام نے بازدعوے دے کر اقبالی ڈگری کرالی ہے تیسرا جواب
ہمارے علمانے یہ بھی دیا ہے کہ جو چیز بنت رسول کی باعث آزار و اندوہ ہوئی تھی نہ گوارا
ہوا کہ اپنا باعث سرور ہو اور اس بات کو خاص و عام بھی جانتے ہیں کہ جس چیز سے کسی کے
پیارے عزیز کو رنج و غم پہنچا ہوا ہوتا ہے بس اگر اُسکے مرنے کے بعد وہ چیز سوگواروں کے سامنے
آتی ہے تو اس کی وہ حالت پیش نظر ہو کر ماتم زدہ لوگوں کا زخم جگر تازہ ہو جاتا ہے چنانچہ
کتب مقاتل میں مذکور ہے کہ جناب امام زین العابدین اگر کسی کی مونچھیں بڑھی ہوئی دیکھتے
تھے تو شمر ملعون کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی تھی اور بے ساختہ آنسو ٹپک پڑتے تھے اور بعد
معرکہ کربلا کے کبھی آپ نے کلہ گوسفند وغیرہ تناول نہیں فرمایا اور آب سرد کبھی خوش ہو کر رغبت
کے ساتھ نوش نہیں کیا مگر چونکہ پانی باعث بقائے حیات ہے بقول شخصے زیست ہر شے کی ہے
پانی سے بشر ہو کہ شجر * ناچار بقدر ضرورت استعمال کرتے تھے اور چوتھا جواب یہ بھی دیا گیا ہے
کہ جناب امیرؑ کو یہ امر مرغوب تھا کہ غاصبان حق زہرا پر جو عذاب نازل ہو رہا ہے تا ہمیشہ مالک
یوم الدین برابر جاری رہے اور پھر جو اُن کا مقام ہے وہاں جا پہنچیں چھٹی صفت مسلمان
کی جان و مال و عیال سے متعرض نہ ہونا اور حضرت ابی بکر صاحب نے ایک جماعت کثیر و
جم غفیر کو اہل اسلام میں سے بکینۂ دیرینہ طعمۂ شمشیر اور اُن کے اہل و عیال کو اسیر کر کے در بدر
تشہیر کیا کیفیت اُسکی حسب روایات مذہب حقہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مالک بن نویرہ نے جناب
رسولخدا صلعم سے حقیقت ایمان کا سوال کیا آپ نے بضمن بیان اصول دین جناب سید الوصیین

مالک بن نویرہ کا حال

کی جانب اشارہ کرکے فرمایا ھٰذا وصیّی پس جبکہ بعد وفات جناب سرور کائنات صلعم مالک مع کور
ہمراہی قبیلہ بنی تمیم روانہ مدینہ ہوا تو ابوبکر کو منبر رسول پر بیٹھا دیکھا تو فرمایا کہ علی ابن ابیطالب کے
ہوتے جنکو رسول نے اپنی حیات میں وصی کیا تھا اور مجھکو اُنکی دوستی کا حکم فرمایا تھا تجھ کو
اس رتبۂ علیّہ و منصب رفیعہ پر کس نے متمکّن کیا یہ سُنکر قنفذ اور خالد نے اس حق گو کو مسجد
سے نکال دیا اُسکے جانے پر ابوبکر کو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ ایک جماعت اہل ایمان کی بہم پہنچا
کر ہماری تمام محنت انگیزی و عرق ریزی کو خاک میں ملادے اور منصب امامت اپنے
مرکز پر قرار پائے پس خالد کو بھیجا اور اُس نے بمکر و حیلہ مالک بیگناہ کو قتل کر ڈالا اور اس
شہید راہ خدا کے اہل و عیال کو گرفتار کرلایا اور اہل خلاف کے یہاں اس بارہ میں روایات
مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے مالک کو قبیلہ بنی یربوع سے مال زکوٰۃ وصول
کرنے کو بھیجا تھا جب اُس نے آنحضرت کی خبر وفات سُنی تو وصول زکوٰۃ سے ہاتھ روک
لیا اور لوگوں کو منع کیا کہ کسی کو زکوٰۃ نہ دیں تاوقتیکہ امر خلافت کسی پر قرار نہ پائے۔ راقم کہتا
ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو کون سے قانون کے موافق مالک بیچارے کی جان و مال
و عیال کے اوپر آفت نازل ہوئی اور بعض راوی ہیں کہ خالد زوجۂ مالک پر قابض تھا
اس سبب سے اُسکو قتل کیا چنانچہ روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب مالک کو قتل کرنے
لگے تو اُسکی زوجہ رونے لگی اور آپ کو مالک پر گرادیا مالک نے کہا دور ہو میں تیرے ہی باعث
سے قتل کیا جاتا ہوں اور زمخشری نے اساس البلاغہ میں اور صاحب نہایہ نے نہایہ میں اس
روایت کو نقل کیا ہے کما صرّح بہ فی حق الیقین اور ابن اثیر نے کامل میں لکھا ہے کہ جب لشکر
خالد قبیلۂ مالک میں پہنچا تو اُن لوگوں نے اذان کہی اور نماز پڑھی اور اظہار اطاعت و
فرماں برداری کیا لیکن جب بوقت شب خالد کی جانب سے آثار غدر ملاحظہ کیے تو وہ لوگ
بھی مسلّح ہو گئے خالد کے ہمراہیوں نے کہا کہ مسلمان کو مسلمان کے مقابل میں اسلحہ برداری
جائز نہیں پس اُن لوگوں نے ہتیار رکھدیئے خالد نے موقع پاکے سب کو قتل کر ڈالا [illegible]

اسباب اپنے لشکر پر تقسیم کر دیا اور زوجہ مالک کو اپنے واسطے مخصوص کیا اور اسی شب کو اس سے جماع کیا ابو قتادہ انصاری جو اس لشکر میں تھے اول تو خالد کو مالک کے قتل سے منع کیا اور کہا یہ لوگ مظہر اسلام ہیں ان کا قتل روا نہیں مگر جب خالد نے نہ سنا تو ابو قتادہ انصاری نے قسم کھائی کہ خالد جس لشکر کا سردار ہوگا میں کبھی اس میں شریک نہونگا یہ کہکر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ مدینہ ہوا اور ابو بکر سے سب ماجرا بیان کیا عمر نے کہا کہ خالد سے قصاص لینا واجب ہے جب خالد واپس آیا تو عمر نے کہا اے دشمن خدا تو نے مسلمانوں کو قتل کیا اور مالک کی زوجہ سے زنا کا مرتکب ہوا میں تجھکو ضرور سنگسار کرونگا ابو بکر نے کہا کہ ایک اعرابی کے واسطے خالد کو قتل نہ کرونگا عمر نے قسم کھائی کہ اگر قابو پاؤں گا تو ضرور خالد کو اسکا مزہ چکھاؤنگا اور اپنے حصہ پر تصرف نہ کیا اور حسب تحقیق صاحب حل تحقیق و مشکوٰۃ وغیرہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ خلیفہ ثانی نے اپنے زمانہ میں مالک کے اہل و عیال کو رہا کر دیا اور سب مال و اسباب واپس کرا دیا راقم کہتا ہے کہ اس صورت میں وبال کس کی گردن پر رہا اگر عمر صاحب سچے تھے تو ابو بکر صاحب قاتل المسلمین یا معاون قاتلین ہوئے ورنہ کفار کو آزاد کرنے اور مجاہدین کی حق تلفی کا بار عمر صاحب کے ذمے ہے خیر ہمارا مطلب کہیں نہیں گیا اور بعض طرفداران خلیفہ ناواقف لوگ یہ کہتے ہیں کہ واقعی مالک بن نویرہ مرتد ہو گیا تھا راقم کہتا ہے کہ ارتداد اسکا صرف منع زکوٰۃ کی وجہہ سے تھا یا اور کوئی وجہہ تھی بصورت اول حکم ارتداد جاری کرنا دانائی کی اول دلیل ہی کیونکہ منہاج السنہ میں خطائی سے نقل کی ہے کہ مانعان زکوٰۃ جبکہ اصول دین کے قائل ہوں تو کافر نہیں ہیں اور صورت ثانی میں اثبات بذمہ مریدان ثلثہ ہے اور دعویٰ بلا دلیل مقبول نہیں بلکہ بشیخیت میں باعث ذلت و ندامت ہے اور بفرض تسلیم شکل اول یعنی صرف منع زکوٰۃ ہی کفر مان لیا جاوے تو مرتد کو مجرد ظہور بغاوت کے قتل کر دینا چاہئے یا حسب فرمان نبوی اول باغی و مرتد سے سبب دریافت کرنا اور بحسن گفتار و تدبیر محمود ازالہ علت میں کوشش کرنا لازم ہے یا نہیں اور اگر بلا کسی علت کے ارتداد وقوع میں آیا ہو تو پہلے مرتد کو وعظ و نصیحت

کرنا اور نہ ماننے پر اشتہار قتل دینا ضروری ہے یا نہیں پس اگر استفسار و اغلاظ و اشتہار لازم ہے
تو بتاؤ کہ خالد نے اسکی تعمیل کی یا نہیں صورت اوّل میں تو اثبات بذمّہ مدّعی ہے اور بصورت
ثانی یہ قتال خلاف حکم رسولخدا واقع ہوا اور مخالف رسول دیکھ لیجئے کیسا ہے شعر خلاف پیمبر
کسے رہ گزید * کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ اور اگر کسی کو یہ احتمال ہو کہ امور مفصلہ بالا میں سے کوئی
امر ضروری نہیں تو دیکھو شارح وجیز باغیوں کی بحث میں لکھتے ہیں کہ اوّل باغیون کے
قتل میں اقدام نہ کرنا چاہئے بلکہ پہلے اُن سے دریافت کرنا چاہئے کہ کیوں باغی ہوئے ہو پس
اگر کسی کے ظلم کے متحمّل نہ ہو کر بغاوت کے مرتکب ہوئے ہوں تو اس ظلم کو اُن سے دفع کرنا
لازم ہے اور اگر اُن کے دلوں میں کوئی شبہہ واقع ہوا ہو تو اُسکو زائل کریں اور اگر ان میں
سے کوئی بات نہو تو اُن کو وعظ و نصیحت کریں اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو اشتہار قتل دیں انتہی
ملخصہ۔ راقم کہتا ہے کہ ہم نے سب باتوں سے درگذر کی اور مان لیا کہ قرار واقعی اتمام حجّت
ہو گیا تھا اور گروہ مرتدین یعنی مالک وغیرہ راہ راست پر نہ آئے تھے تو بھی یہ کہاں سے
ثابت ہوا کہ مرتدّین کی اولاد و ازواج کو اسیر کر کے لونڈی غلام بنانا درست ہے کہیں قرآن
میں آیا ہے یا رسول نے فرمایا ہے پس اگر مریدان ثلثہ کے پاس کوئی وجہہ ثبوت ہو تو صفائی
پیش کر کے مجرمان قتل عمد کی رہائی کی تدبیر کریں ورنہ اصل مجرم اور اُن کے گواہ اور اعانت
کنندہ لوگ تا پیشی جناب احکم الحاکمین الزام قتل عمد کی سنگین حوالات میں مقید رہینگے اور بروز
حساب حکم سزائی حبس دوام پا کر محبس اسفل السافلین میں مقید ہونگے من قتل مومنًا۔ جو کوئی
مومن کو عمدًا قتل کرے گا وہ ابدالآباد جہنّم میں رہے گا خیر جن لوگوں نے یہ جرم کیا ہو وہ تو اپنے کیے
میں گرفتار ہونگے لیکن جھوٹی پیروی کرنے والوں کو کیا خبط ہو گیا ہے کہ پرائے تسگون کے واسطے
اپنی ناک کٹائیں ذرا انصاف کی آنکھ کھولیں اور دل کو تعصب کے پردے سے باہر نکال کر دیکھیں
کہ حضرات ثلاثہ کے معاملات اس قسم کے ہیں کہ کوئی ذی فہم ان کی وکالت ادا کر کے عقلا
کے نزدیک سرنگوں نہ ہو جب کسی کو تاب ہیں رہنے ان حضرات کی حمایت میں [illegible]

حامیان اہل بیت نے ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ منھ بند ہو گیا مثلاً فخر رازی نے جس
وقت ثلاثہ کے معائب کو مثل راز پوشیدنی چھپانا چاہا نصیر الدین طوسیؒ نے وہ بے پناہ حملہ
دکھایا کہ مصداق نصرٌ من اللہ و فتحٌ قریب سب کی نظروں میں آشکارا ہو کر پھرنے لگا اور جب
عزیز دہلوی نے اپنے چہیتوں کے عیبوں پر ملمع کیا جناب مرزا محمد صاحب نے نزہہ کے بارہ
وار ایسے کئے کہ ثلاثہ و مریدان ثلثہ کے سارے پچھلے زخم تازہ ہو گئے اور آئندہ کو راہ چارہ سازی
مسدود ہو گئی شاہ جی مرنے مر گئے مگر صدائے خیر باد منھ سے نہ نکلی اور پھر مفتی محمد قلی صاحب نے
تشئید المطاعن کے ایسے مضبوط قلعہ میں بند کیا کہ ابھی تک شاہ صاحب کے چیلوں میں سے
بھی کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ قصد رخنہ اندازی کر سکے پھر کفش دوز فیض آبادی نے
کچھ رنگ بدلا تھا کہ مولانا حامد حسین صاحب نے استقصاء الافحام کی ایسی ضرب لگائی کہ سب
جوڑ بند الگ الگ ہو گئے تسمہ لگا نہ چھوڑا بقول شخصے اُن کا جوتا اُن کا سر کر دیا اور آجتک کسی
بھلے مانس کو یہ غیرت نہ آئی کہ ان کتابوں کا رد کر کے اپنے مخدوموں کی امداد کرے یہ ہم نے
مانا کہ شیر کے سامنے ٹھیرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے مگر اُسکے چلے جانے پر ہائے ہائے تو بزدلے
بھی کیا کرتے ہیں کہ جس سے ناواقفوں کو شیر کی آمد کا حال تو معلوم ہو جائے کہ آئندہ کو اُسکے
روکنے کی تدبیر بہم پہنچالیں مگر یہاں تو ایسا گونگے کا گڑ کھایا ہے کہ گویا کسی کے منھ میں زبان
ہی نہیں خیر اگر شیر خدا کے شیر کے سامنے میدان میں ڈٹنے کی تاب نہ تھی اب تو عرصہ ہوا کہ انھوں
نے خاکدان فانی کو ترک کر کے کوثر کے کنارہ پر مسکن اختیار کیا ہے اب کیا خوف ہے کہ کسی طرف سے
آواز لیجیو دوڑیو کی نہیں بلند ہوتی ہے شاید سعدی کے قول پر عمل کیا ہو گا شعر ہر بیشہ گمان
مبر کہ خالی ست ٭ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد ٭ اور یہ بھی سنا ہو گا کہ ہر فرعونے را موسیٰ اگر کسی نے
زبان کھولی تو فوراً اگلوں کا سا حال ہو جائیگا۔ ساتویں صفت جسکی رسول اور اہل بیت
علیہم السلام عزت و توقیر کریں جملہ کلمہ گویوں کو لازم ہے کہ اس کی اہانت و ذلت کو حرام
سمجھیں بلکہ مقتضائے عقل و مومنیت یہ ہے کہ اگر بظاہر اس سے کوئی ایسا فعل صادر ہو کہ

اپنی عقل میں مذموم معلوم ہو تو بھی اسکی نیک تاویل کریں اور اگر عاجز ہوں تو اُسے نہایت آداب
کے ساتھ اس فعل کی قباحت سے مطلع کریں نہ یہ کہ اپنی خطا پر اس کو ملزم قرار دے کر وہ
سزا دیں جو ہمیشہ بدمعاشی کرنے والوں کو بھی بعض اوقات مناسب نہیں ہوتی اب کچھ مختصر
کیفیت اُن لوگوں کی سُننا چاہیئے کہ جناب رسولخدا صلعم جنکی عزت فرماتے تھے اور اہل سقیفہ
وشوریٰ نے اُنکے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ ادنیٰ درجہ کے آدمی سے بھی مناسب نہ تھا ازانجملہ ایک
حضرت ابوذر غفاری عاشق باری ہیں کہ جنکی تعریف و توصیف محتاج بیان نہیں سُنّی و شیعہ
دونو کے یہاں اُن کے فضائل و مناقب منقول ہیں اور فریقین کی کتابیں انکی مرویات سے مالا
مال ہیں لیکن تبرکاً و تیمناً مشتے نمونہ از خروارے ایک دو فضیلت اس مختصر میں تحریر کرتا ہوں
حسب تحقیق مُلّا محمد باقر مجلسیؒ و مولانا عمار علی صاحب مرحوم سنیوں کی بڑی معتبر کتاب استیعاب میں ابن
عبد البر نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا ہی ابوذر اس اُمت میں حضرت عیسیٰؑ کے زہد پر ہے
اور دوسری روایت میں شبیہہ عیسیٰؑ مذکور ہی اور اسی کتاب میں جناب امیرؑ سے منقول ہی کہ ابوذر کو چند علوم
ایسے سکھائے گئے ہیں کہ اور لوگ اُنکے تحمل سے عاجز تھے اور فریقین میں یہ روایت بھی منقول ہی کہ آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ آسمان سبز نے کسی پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین گرد آلود نے کسی متنفس سخنگو کو نہیں اٹھایا کہ ابوذر
سے زیادہ صادق ہو مروی ہے کہ ایک شخص نے جناب صادقؑ سے دریافت کیا کہ یہ حدیث صحیح ہی آپنے
تصدیق فرمائی عرض کیا کہ پس اہلبیت کہاں ہیں فرمایا کہ ہماری مثال ماہ رمضان کی سی ہی کہ اس میں
ایک شب کا عمل ہزار برس کی عبادت کے ہی اور صحابہ مثل شہور حرام کے ہیں درمیان اور مہینوں کی
ہم اہلبیت پر دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے اور مفسرین نے لکھا ہے کہ مشرکوں نے حضرت
عمار کے والدین کو پکڑ کر گرم ریت پر لٹایا اور جبراً کلمہ کفر کہلوانا چاہا اور جب انہوں نے انکار
کیا تو بہت بڑی ذلت اور تکلیف کے ساتھ ان کو شہید کر ڈالا اہل اسلام میں اوّل درجہ
شہادت پر فائز ہونے والوں میں سے یہی دو بیکس ہیں الغرض جب حضرت عمار نے
یہ نادیدنی روداد ملاحظہ کی تو مصلحۃً مشرکوں کی ... [illegible]

آپ نے فرمایا کہ عمار ہرگز کافر نہ ہوگا وہ از سر تا پا ایمان سے بھرا ہوا ہے اُسکے گوشت و پوست میں
ایمان سرایت کر گیا ہے پس جب کفار سے عمار نے رہائی پائی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور ماجرا بیان کیا اور اپنی مجبوری پر اشکبار ہوئے آپ نے دستِ حق پرست سے عمار کی آنکھوں سے آنسو
پونچھے اور فرمایا اِنْ عَادُوا لَکَ فَعُدْ لَھُمْ بِمَا قُلْتَ یعنی اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو تو اسی
طرح سے کہہ دینا پس حضرت عمار کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من
اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی جو شخص کہ مجبور و مظلوم ہو کر کفر کا اظہار کرے اور دل اُسکا مطمئن ہو
ایمان کے ساتھ اُس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا وہ مومن ہے ہاں اگر کوئی بلا اجبار و اکراہ بعد ایمان
کے کافر ہو جائیگا تو اللہ کا اُس پر غضب نازل ہوگا یہ تو مختصر کیفیت ان دونو بزرگواروں کے
مراتب عالیہ کی تھی اور مدعیانِ اسلام نے جو اِن کے ساتھ معاملہ کیا اُسکی یہ صورت ہے کہ
ایک روز کہیں سے مسلمانوں کے بھیجے ہوئے ایک لاکھ درہم عثمان کے پاس آئے تھے اور اُسکے
ہوا خواہ بنی امیہ اُسکے گرد منتظرِ تقسیم بیٹھے ہوئے تھے اتفاقاً حضرت ابوذر بھی آنکلے دریافت فرمایا
کہ یہ مال کیسا ہے جواب دیا کہ ایک لاکھ درہم ہیں جو اہل اسلام نے میرے پاس بھیجے ہیں اور میں
منتظر ہوں کہ اتنے ہی اور کہیں سے آجائیں تو سب ملا کے جسکو چاہوں دوں اور جو چاہوں
کروں حضرت ابوذر نے فرمایا کہ اے عثمان کیا تجھے یاد نہیں کہ ایک روز میں اور تو دونو آنحضرت کی
خدمت میں سوتے وقت گئے تھے اور آپ کو مغموم دیکھکر بلا مکالمہ واپس چلے آئے تھے اور
جب صبح کو گئے تو آپ کو مسرور و خنداں پایا اور جب اُس حزن اور اس سرور کا سبب پوچھا
تو فرمایا کہ رات میرے پاس چار دینار منجملہ بیت المال جمع تھے مجھ کو خوف تھا کہ اگر موت آگئی تو یہ
مال میرے پاس رہ جائیگا اور آج وہ مال میں نے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا پس اس سبب سے خوش
ہوں عثمان نے یہ سُنکر کعب سے خطاب فرمایا کہ اگر امام بیت المال سے کچھ مسلمانوں کو دے اور کچھ
بحفاظت رکھ چھوڑے اور بوقت مصلحت صرف کرے تو کیا گناہ ہے کعب نے جواب دیا کچھ مضائقہ
نہیں چاہے سونے چاندی کی اینٹیں بنوا کے رکھ چھوڑے یہ سُنکر حضرت ابوذر کعب پر غضبناک

ہوئے اور اپنا عصائے مبارک اُسکے سر نحس پر مار کر بولے کہ اے یہودی زادے تجھے شرع نبی سے
کیا علاقہ ہے خداوند عالم فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ الخ یعنی جو لوگ جمع کرتے ہیں
اور خزانہ رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُنکو بشارت دے تو
اے محمد عذاب دردناک کی یہ سُنکر عثمان غنی نے جوش میں آکر حضرت ابوذر سے خطاب کیا کہ تو پیر
فرتوت ہو گیا ہے اور تیری عقل زائل ہو گئی ہے خیر اب کی بار تجھے مصاحب رسول سمجھ کر چھوڑ
دیتا ہوں اگر پھر کبھی ایسا کریگا تو قتل کر ڈالوں گا ابوذر نے فرمایا تو غلط کہتا ہے میرے قتل پر
تو ہرگز قادر نہیں ہے مجھے جناب رسولخدا صلعم نے خبر دی ہے کہ جب آل ابی عاص کے تیس
عدد پورے ہونگے تو قرآن کو اپنی رائے پر تاویل اور دین کو تباہ کرینگے اور تجھکو اے ابوذر شہر و
آبادی سے اخراج کرینگے یہ سُنکر عثمان نے حاضرین مجلس سے دریافت کیا کہ تم نے یہ حدیث
سُنی ہے بپاس خاطر عثمان سب نے کتمان حق کیا عثمان صاحب نے کہا کہ علیؑ کو بلاؤ تا تحقیق
کروں کہ ابوذر صادق ہے یا کاذب پس جناب امیرؑ آئے تو حضرت ابوذر کی تصدیق فرمائی
اور فرمایا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے سُنا ہے مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَمَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ اَحَدًا اَصْدَقَ مِنْ اَبِی ذَرٍّ
یعنی آسمان سبز نے کسی پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین گرد آلود نے کسی کو نہیں اٹھایا کہ ابوذر سے
زیادہ صادق ہو الغرض عثمان صاحب نے سب سے اعراض کر کے حضرت ابوذر سے قسم دے کر پوچھا
کہ کس مقام کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے فرمایا حرمین شریفین کو پھر پوچھا کہ کس جگہ کو سب سے
زیادہ برا جانتا ہے فرمایا ربذہ کو لیکن میں نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ وہ دونو متبرک مقامات یعنی مکہ و مدینہ
میں مجھے نہ رہنے دینگے اور تنہا مرونگا اور تنہا عرصۂ محشر میں آؤنگا اور تنہا داخل بہشت ہونگا اور جب
دار فانی سے ملک جاودانی کیطرف روانہ ہونگا تو ایک جماعت اہل عراق کی آویگی اور تجہیز و تکفین کریگی
یہ سُنکر عثمان نے خشمناک ہو کر حکم دیا کہ ابوذر کو شہر بدر کر دو اور برہنہ اونٹ پر سوار کر کے ربذہ
میں پہنچا دو اور کوئی اس کی مشایعت نہ کرے پس مروان ابن الحکم نے ایسا ہی کیا مگر چند حضرات
کئی فرسخ تک ابوذر کے ہمراہ گئے انمیں سے جناب امیر علیہ السلام اور حسنین علیہما السلام اور عبداللہ

آپ نے فرمایا کہ عمار ہرگز کافر نہ ہوگا وہ از سر تا پا ایمان سے بھرا ہوا ہے اسکے گوشت و پوست میں

ایمان سرایت کر گیا ہے پس جب کفار سے عمار نے رہائی پائی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور ماجرا بیان کیا اور اپنی مجبوری پر اشکبار ہوئے آپ نے دستِ حق پرست سے عمار کی آنکھوں سے آنسو

پونچھے اور فرمایا اِنْ عَادُوْا لَكَ فَعُدْ لَهُمْ بِمَا قُلْتَ یعنی اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو تو اسی

طرح سے کہہ دینا پس حضرت عمار کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من

اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی جو شخص کہ مجبور و مظلوم ہو کر کفر کا اظہار کرے اور دل اُسکا مطمئن ہو

ایمان کے ساتھ اُس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا وہ مومن ہے ہاں اگر کوئی بلا اجبار و اکراہ بعد ایمان

کے کافر ہو جائیگا تو اللہ کا اُس پر غضب نازل ہوگا یہ تو مختصر کیفیت ان دونوں بزرگواروں کے

مراتب عالیہ کی تھی اور مدعیان اسلام نے جوانِ کے ساتھ معاملہ کیا اُسکی یہ صورت ہے کہ

ایک روز کہیں سے مسلمانوں کے بھیجے ہوئے ایک لاکھ درہم عثمان کے پاس آئے تھے اور اُسکے

ہوا خواہ بنی امیہ اُسکے گرد منتظرِ تقسیم بیٹھے ہوئے تھے اتفاقاً حضرت ابوذر بھی آنکلے دریافت فرمایا

کہ یہ مال کیسا ہے جواب دیا کہ ایک لاکھ درہم ہیں جو اہل اسلام نے میرے پاس بھیجے ہیں اور میں

منتظر ہوں کہ اتنے ہی اور کہیں سے آجائیں تو سب ملا کے جسکو چاہوں دوں اور جو چاہوں

کروں حضرت ابوذر نے فرمایا کہ اے عثمان کیا تجھے یاد نہیں کہ ایکروز میں اور تو دونوں آنحضرت کی

خدمت میں سوتے وقت گئے تھے اور آپ کو مغموم دیکھکر بلا مکالمہ واپس چلے آئے تھے اور

جب صبح کو گئے تو آپ کو مسرور و خنداں پایا اور سبب اُس حزن اور اس سرور کا سبب پوچھا

تو فرمایا کہ رات میرے پاس چار دینار منجملہ بیت المال جمع تھے مجھ کو خوف تھا کہ اگر موت آگئی تو یہ

مال میرے پاس رہ جائیگا اور آج وہ مال میں نے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا پس اس سبب سے خوش

ہوں عثمان نے یہ سُنکر کعب سے خطاب فرمایا کہ اگر امام بیت المال سے کچھ مسلمانوں کو دے اور کچھ

بحفاظت رکھ چھوڑے اور بوقتِ مصلحت صرف کرے تو کیا گناہ ہے کعب نے جواب دیا کچھ مضائقہ

نہیں چاہے سونے چاندی کی اینٹیں بنوا کے رکھ چھوڑے یہ سُنکر حضرت ابوذر کعب پر غضبناک

ہوئے اور اپنا عصائے مبارک اُسکے سر نحس پر مار کر بولے کہ اے یہودی زادے تجھے شرع نبی سے کیا علاقہ ہے خداوند عالم فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ یعنی جو لوگ جمع کرتے ہیں اور خزانہ رکھتے ہیں سونے اور چاندی کو اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انکو بشارت دے تو اے محمد عذاب دردناک کی یہ سنکر عثمان غنی نے جوش میں آکر حضرت ابوذر سے خطاب کیا کہ تو پیر فرتوت ہوگیا ہے اور تیری عقل زائل ہوگئی ہے خیر اب کی بار تجھے مصاحب رسول سمجھ کر چھوڑ دیتا ہوں اگر پھر کبھی ایسا کریگا تو قتل کر ڈالونگا ابوذر نے فرمایا تو غلط کہتا ہے میرے قتل پر تو ہرگز قادر نہیں ہے مجھے جناب رسولخدا صلعم نے خبر دی ہے کہ جب آل ابی عاص کے تیس عدد پورے ہونگے تو قرآن کو اپنی رائے پر تاویل اور دین کو تباہ کرینگے اور تجھکو اے ابوذر شہر و آبادی سے اخراج کرینگے یہ سنکر عثمان نے حاضرین مجلس سے دریافت کیا کہ تمنے یہ حدیث سنی ہے بپاس خاطر عثمان سب نے کتمان حق کیا عثمان صاحب نے کہا کہ علیؑ کو بلاؤ تا تحقیق کروں کہ ابوذر صادق ہے یا کاذب پس جناب امیرؑ آئے تو حضرت ابوذر کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے سنا ہے مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَمَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ اَحَدًا اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ یعنی آسمان سبز نے کسی پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین گرد آلود نے کسی کو نہیں اٹھایا کہ ابوذر سے زیادہ صادق ہو الغرض عثمان صاحب نے سب سے اعراض کر کے حضرت ابوذر سے قسم دیکر پوچھا کہ کس مقام کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے فرمایا حرمین شریفین کو پھر پوچھا کہ کس جگہہ کو سب سے زیادہ برا جانتا ہے فرمایا ربذہ کو لیکن میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ دونو متبرک مقامات یعنی مکہ و مدینہ میں مجھے نہ رہنے دینگے اور تنہا مرونگا اور تنہا عرصہ محشر میں آونگا اور تنہا داخل بہشت ہونگا اور جب دار فانی سے ملک جاودانی کیطرف روانہ ہونگا تو ایک جماعت اہل عراق کی آویگی اور تجہیز و تکفین کریگی یہ سنکر عثمان نے خشمناک ہوکر حکم دیا کہ ابوذر کو شہر بدر کر دو اور برہنہ اونٹ پر سوار کر کے ربذہ میں پہنچا دو اور کوئی اس کی مشایعت نہ کرے پس مروان ابن الحکم نے ایسا ہی کیا مگر چند حضرات کئی فرسخ تک ابوذر کے ہمراہ گئے از انجملہ جناب امیر علیہ السلام اور حسنین علیہما السلام اور عبداللہ ا

نے ابوذر کو صبر و شکر کی وصیّت کی اور رو کر وداع کیا اور ابوذر مقام ربذہ میں پہنچے اور بقیّہ زندگانی باتنہائی و پریشانی وہیں بسر کی صرف ایک دخترِ نیک اختر حاضرِ خدمت تھی جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی لختِ جگر اپنی بیکسی و ناچاری پر زار زار رونے لگی اور کہتی تھی وائے بیکسی کہ اس صحرائے ویران میں جہاں پچیس فرسخ تک آبادی کا نشان نہیں میں دکھیاری آفت کی ماری کیونکر تجہیز و تکفین کرونگی آپ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھ کہ مجھے مخبرِ صادق صلعم نے خبر دی ہے کہ ایک جماعت اہلِ عراق کی آویگی اور تجھکو دفن کریگی الغرض آپ کا طائرِ روح قفسِ عنصری کو چھوڑ آشیانہ دار الخلد کیطرف پرواز کر گیا اور دخترِ نیک اختر حسبِ فرمودۂ پدر منتظرِ قافلۂ عراق بیٹھی تھی ناگاہ ایک قافلہ جانبِ عراق سے نمایاں ہوا بنیمۂ ابی ذر گویا ہوئی کہ اے مسلمانو تمہارے نبی کا مصاحبِ خاص ابوذر عالمِ غربت میں انتقال کر گیا اور میں غم زدہ و سوگواریّہ و تنہا ہوں سوائے بیکسی اور غربت کے کوئی ہمراہ نہیں تجہیز و تکفین میں اعانت کی خواستگار ہوں یہ سنتے ہی اہلِ قافلہ کے دل ہلنے لگے اور سب ٹھہر گئے اور بطور مناسب غسل و دفن وغیرہ کرکے روانہ ہوئے مقامِ غور ہے کہ مروان کو جنابِ رسول اللہ نے شہر بدر کر دیا تھا اور اس پر لعنت کی تھی جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں اور حضرت ثالث صاحب نے تخت نشین ہوتے ہی بلا تامّل اسکو بلا کر داخل محل فرمایا اور یہانتک اعزاز بخشا کہ اپنا داماد بنا لیا اور پھر جب گردشِ ایام میں گرفتار ہوئے یعنی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بقول صاحب روضۃ الاصفیا کے چاہا کہ یہ فساد مروان کا ہے اسکو ہمیں دو تم سے کچھ مزاحمت نہ ہوگی تو یہ درخواست قبول نہ کی اور اپنے جامۂ ہستی کی دھجیاں ہونا اور مزبلہ پر پڑا رہنا بدل منظور فرمایا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایسے مقبول رسول صلعم تھے کہ کبھی اُن پر عتاب نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ اُن کے فضائل و مناقب خاص و عام کو سنایا کرتے تھے ایسا کیا قصور ناقابلِ عفو ان سے صادر ہوا تھا کہ ایسے مقام میں دائم الحبس کیا کہ جہاں پچیس فرسخ تک آبادی

کا نام نہ تھا اگر پیروانِ عثمان کے پاس کوئی دلیل ہو تو دکھائیں کہ مسلمان کو ایسے نامناسب مقام
میں قید کرنا کہاں جائز ہے رسول نے تو کبھی کسی کافر کو بھی ایسی سزا نہیں دی پس مومنین
سے تو بعید ہے کہ ابوذر سے جلیل القدر صحابی کی توہین کیجاوے یہ کیفیت ابوذر کی بطور نمونہ
تحریر میں آئی ہے اس مختصر میں زیادہ گنجائش نہیں طالب تفصیل اہل خلاف کی کتب معتبرہ مثل
روضۃ الاحباب و شرح تجرید و نجات المومنین وغیرہ ملاحظہ کریں۔ اب حضرت عمار کی کیفیت
ملاحظہ ہو تشئید و نزہہ وغیرہ میں اہلِ خلاف کی معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے کہ جب دورانِ
عثمان میں از حد بے عنوانیاں ہونے لگیں تو اصحابِ رسول نے ایک کاغذ میں بغرض تنبیہ
سب حالات لکھ کر حضرت عمار یاسر کو دیا آپ نے سب کی جانب سے وکالۃً ثالث صاحب کی
روبرو پیش کیا اور نصیحت فرمائی کہ جو بے عنوانیاں تیرے عہد میں ہو رہی ہیں انکا انتظام کر
گویا زبانِ حال سے خبردار فرماتے تھے شعر مکن تکیہ بر عمر ناپایدار * مباش ایمن از بازیٔ روزگار
لیکن افسوس اس یکہ تاز میدانِ دیانت و صداقت کی تقریر صادقانہ سنکر حضرت ثالث صاحب
بیحد رنگ ہو گئے اور کچھ حالِ آیندہ پیش نظر کر کے اس حق گو کے شکم مطہر پر اس زور سے بیشمار
لاتیں ماریں کہ عارضہ فتق لاحق ہو گیا اور اسکے صدمہ سے راہی جنت ہو گئے انا للہ و انا الیہ
راجعون آٹھویں صفت جناب باری فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی جناب
رسالتمآب سے خطاب ہے کہ اے محمد تو مومنین خدا اور روز جزا کو منکرین و مخالفین خدا و رسول
کا دوست نہ پائیگا یعنی ایمان والے کافروں کو ہرگز دوست نہ رکھیں گے اگرچہ وہ کفار
اُن دینداروں کے باپ یا اولاد یا بھائی یا برادری کے لوگ ہوں واضح ہو کہ اس آیہ سے تو
صاف ظاہر ہے کہ مومنین مخالفین خدا و رسول کو دوست نہیں رکھ سکتے اب حضرت ثالث صاحب
کی دوستی مغضوبینِ رسول کے ساتھ سننا چاہئے روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے
کہ جناب رسولخدا صلعم نے بسبب بے ادبی و مخالفت کے حکم ابن عاص کو مع اسکے بیٹوں کے
مدینہ سے نکالدیا تھا اور شیخین بھی اپنے اپنے زمانہ حکومت میں [illegible]

اور جب عثمان نے ابو بکر سے حکم کی شکایت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ہرگز رسول کی مخالفت
نہ کرونگا اور جب عمر سے کہا تو جواب دیا کہ تیرا برا ہو ملعونِ رسول کی شفاعت کرتا ہی لیکن عثمان صاحب
نے تخت نشین ہوتے ہی فوراً بلالیا اور حکم کے بیٹے حارث اور مروان سے اپنی دو بیٹیوں کا بیاہ کر
دیا اور بیت المال سے من مانتا جہیز بھی دیا اور افریقہ کے مالِ غنائم سے مروان کو مال و متاع دیکر
گرانبار اور اپنا وزیر بنایا اور سوائے کتاب مذکور کے اور بھی بہت سی کتب معتبرہ اہلِ خلاف میں
یہ سانحہ مندرج ہے از آنجملہ ملل و نحل اور کنز العمال اور محاضرات راغب اصفہانی وغیرہ ہیں اور فدک
جس سے بنتِ رسول محروم کی گئی تھی مروان دامادِ عثمان کی جاگیر میں دے دیا گیا کما صرح الاصفہانی
فی محاضرات فی الحد العشرین من حدود الکتاب۔ عثمان صاحب نے تو مروان کا یہ اعزاز کیا اور
جناب رسولِ خدا نے اُسکو قطعی کافر سمجھا ہے اسکی مفصّل کیفیت تو تشئید المطاعن سے ملاحظہ کرنا
چاہیئے اس مختصر میں برائے آگاہیِ عوام خلاصہ تحریر علّامہ بے نظیر یعنی صاحب تشئید المطاعن مذکور
ہوتا ہے رجال مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے وفی المستدرک عن عبدالرحمٰن الخ
یعنی مستدرک میں عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ زمانۂ رسول مقبول صلعم میں دستور
تھا کہ جسکے بال بچہ پیدا ہوتا تھا تو وہ آنحضرتؐ کی خدمت باسعادت میں حاضر ہوتا تھا اور التماسِ
دعا کرتا تھا پس ایک روز مروان ابن الحکم آیا آپنے فرمایا کہ وہ وزغ ابنِ وزغ اور ملعون ابن ملعون
ہے اور کہا ہے مصنف نے کہ یہ روایت صحیح ہے اور وزغ کے معنی منتخب میں گرگٹ کے ہیں اور جہانگیر
و رشیدی میں مینڈک کے لکھے ہیں اور برہان میں لکھا ہے کہ ایک قسم کی چھپکلی ہے اور فتح الباری
شرح صحیح بخاری سے ثابت ہو کہ کل اولادِ حکم پر آنحضرتؐ نے لعنت فرمائی ہے چنانچہ کتاب الفتن
میں مرقوم ہے قد وردت احادیث فی لعن الحکم والد مروان یعنی بہت حدیثیں حکم اور اُسکی اولاد پر لعنت
کرنے میں وارد ہیں روایت کیا ہے اسکو طبرانی نے اور کنز العمال میں ایک حدیث طولانی لکھی ہے
اُسکا خلاصہ یہ ہو کہ ابو یحییٰ کہتا ہے کہ میں ایک روز جنابِ حسنینؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ مروان نے
اہلبیت کی نسبت کلمۂ سخت کہا جناب حسنؑ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے ملعون اہلبیت رسول

ورما و لل

گو ایسا کہتا ہے قسم بخدا تجھ پر خدا نے لعنت کی ہے اپنے نبی کی زبان سے جب کہ تو اپنے باپ کی پشت میں تھا اور حسب قاعدۂ مقررۂ اہلجماعت جسکا انجام کار معلوم نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے پس ثابت ہوا کہ حکم اور مروان مرتے دم تک کفر پر قائم رہے ورنہ آنحضرت لعنت نہ فرماتے اور دوسری حدیث ابن زبیر سے لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے طواف کعبہ کرتے ہوئے سُنا کہ آنحضرت حکم اور اُسکی اولاد پر لعنت کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا ہی آنحضرت صلعم نے سیخرج من صلبہ فتن تبلغ دخانھا السماء الخ یعنی حکم کی پشت سے عنقریب ایسے فتنہائے عظیم برپا ہونگے کہ انکا دھوان آسمان تک پہنچیگا اور بعض تم میں سے اُسکا مددگار ہوگا اس سے عثمان مراد ہے کہ اُسکو طائف سے بلوا کر جملہ امور ملکی و مالی کا مدار المہام بنایا اور جب مسلمانوں نے اعتراض کیا تو جواب دیا کہ میں نے مرض الموت میں آنحضرت صلعم سے اجازت لے لی تھی اور جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو میں نے اُن سے درخواست کی تھی انہوں نے مجھ سے دوسرا گواہ طلب کیا چونکہ کوئی دوسرا گواہ نہ تھا میں ساکت رہا پھر جب عمر کا زمانہ آیا تو اُن سے بھی کہا لیکن رائے اول بحال رکھی پس میں ساکت رہا اور جب میری نوبت آئی تو اپنے علم و یقین پر عمل کیا یہ فرمان عثمان کا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تحفہ میں نقل کیا ہے اور ابن خلکان نے کہ معتبرین علمائے اہل سنت سے ہے نقل کیا ہے قد اذن لہ رسول اللہ صلعم یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جب تو خلیفہ ہوگا تو حکم کو بلا لیجو۔ راقم کہتا ہے کہ تحریر ابن خلکان اور صدائے شاہ صاحب سے چند امور ایسے ثابت ہوتے ہیں کہ جن سے حضرات ثلثہ خصوصاً ثالث صاحب شبہت میں انگشت نمائے خاص و عام ہونے کی مستحق ہوگئے ایک یہ کہ قانون شریعت سے ثالث صاحب بالکل بے بہرہ اور ناواقف تھے کہ سوائے ان کے کوئی گواہ نہ تھا اور دعویٰ کر بیٹھے اور آخر کو اپنا سا منھ لیکر چلے گئے اور دوسرے یہ مثل مشہور ہے کہ جو ٹھوکر پر ٹھوکر کھائے اور پھر بھی باز نہ آئے تو وہ اندھا ہے پس جبکہ ابوبکر سے درخواست کی اور گواہ طلب ہوئے اس پر بھی نہ سمجھے عمر سے بھی درخواست کر بیٹھے تیسرے

یہ کہ ثالث صاحب اول وثانی کے نزدیک قابل اعتبار نہ تھے ورنہ انکی درخواست ضرور منظور ہوجاتی جیساکہ حضرت صدیق کے مریدوں نے جابر انصاری کی درخواست کو تصدیق گواہاں کا محتاج نہ سمجھ کر فوراً انکا دعویٰ ڈگری کر دیا یعنی دو ہزار پانسو درہم انکو دے دئے جیساکہ جناب مفتی محمد قلی صاحب نے صحیح بخاری سے ثابت کیا ہے چوتھے یہ کہ ناقدر دانی اور ناانصافی شیخین کی ثابت ہوتی ہے کہ ادنےٰ درجہ کے صحابی کی تو رعایت کی اور بقول مریدان ذی النورین کے ساتھ ایسا اندھیر برتا کہ بلا گواہ کے حکم کے بلانے کا حکم نہ دیا حالانکہ اس میں کچھ کسی کی حق تلفی کا بھی خوف نہ تھا جیساکہ فدک کے دینے میں تھا اور دوسرا دوست ثالث صاحب کا ولید بن عقبہ تھا جو کہ ان کا برادر مادری تھا یعنی ماں تو دونو کی ایک تھی اور باپ دو۔ اس نا ہنجار کی کیفیت ایمان جناب مفتی صاحب موصوف نے اسطور پر ثابت کی ہے کہ ابن عبد البر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ اس باب میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ولید کو قبیلۂ بنی مصطلق کی طرف روانہ فرمایا اُس نے خبر دی کہ وہ لوگ مرتد ہوگئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں پس آپ نے خالد کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ سب لوگ مسلمان ہیں اور کوئی منحرف نہیں ہوا اسوقت یہ آیۂ کریمہ ان جاءکم فاسق بنبأ ولید کے باب میں نازل ہوئی اور اسی کتاب میں چند روایات اور بھی مرقوم ہیں کہ جن سے ولید کا کفر ونفاق ثابت ہوتا ہے اور انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون مصنفہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی نے ولید کے ایمان کا پورا پورا فوٹو خاص و عام کو دکھایا ہے کہ جب عثمان صاحب خلیفہ ہوئے تو اپنی ماں کے بیٹے ولید کو حاکم کوفہ مقرر کیا اور سعد کو جو پہلے سے وہاں حکمراں تھا معزول کیا اس حرکت سے سب لوگ ناخوش ہوئے اور کہنے لگے کہ بہت برا کیا عثمان نے کہ سعد سے لئیق اور متقی مستجاب الدعوات کو معزول کر کے ایسے منحوس کو حاکم کیا ہے کہ جو فاسق وخائن ہے اور اسی کتاب میں ولید کی شراب خواری کی کیفیت میں لکھا ہے کہ ایک روز حالت نشہ میں صبح کی چار رکعت پڑھ گیا اور پھر حاضرین سے کہا کہ

ولید بن عقبہ کا حال

اگر کہو تو اور زیادہ پڑھدوں اور رکوع اور سجود میں اشربی واسقنی کہتا تھا ابن مسعود نے
اس منحوس کی یہ حالت دیکھکر کہا۔ اللہ تجھ کو اور تیرے بھیجنے والے کو خیر سے محروم رکھے اور تیسرا
یار ثالث صاحب کا معاویہ امیر شام ہے کہ جسکے اوصافِ ذمیمہ وصفاتِ رکیکہ لکھنے کے واسطے
ایک دفتر درکار ہے اس مختصر میں تو اتنی وسعت نہیں کہ عشر عشیر بھی معرضِ تحریر میں آسکے
برائے آگاہی اہلِ انصاف ہم کسی قدر سوالِ ششم کے جواب میں بحوالہ کتاب وصفحہ زینتِ کتاب
کرچکے ہیں اور یہاں بھی مشتے نمونہ از خروارے جناب مفتی صاحب ممدوح کی تحریر سے خلاصہ
کرکے لکھتے ہیں سبطِ ابن جوزی نے خواص الامہ میں معاویہ کی پوست کندہ بےمغزی اس
طرح ظاہر کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے خطاب فرمایا بروز
احزاب تیرا باپ مشرکین کو اونٹ پر چڑھا ہوا آمادۂ قتال کر رہا تھا اور تیرا بھائی اس اونٹ
کی مہار کھینچ رہا تھا اور تو پیچھے سے ہانک رہا تھا فقال لعن اللہ الراکب والقائد والسائق یعنی
آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس سوار اور کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر اور صحیح
مسلم میں ابن عباس سے منقول ہے کہ آنحضرت نے معاویہ کے حق میں دعائے بد فرمائی کہ
لا اشبع اللہ بطنہٗ یعنی خدا کرے وہ کبھی شکم سیر نہو اور رجال مشکوٰۃ میں بھی اس قسم
کی روایات مندرج ہیں اور امام رازی نے بھی کتاب محصول میں معاویہ کی بدکاریاں تحریر کی
ہیں من شاء فلیرجع الیہا اور ثالث صاحب کا چوتھا محب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا
کہ جسکے مرضِ اندرونی کی تشخیص قاضی عیاض کے نسخۂ شفا سے ہوسکتی ہے جسکا جی چاہے
ہاتھ اٹھاکر دیکھ لے قاضی صاحب مذکور لکھتے ہیں کہ عبداللہ مذکور قبل از فتح مکہ آنحضرتؐ کا
کاتب وحی تھا اور پھر مرتد ہوکر مشرکین مکہ میں جا ملا اور اُن سے کہتا تھا کہ آنحضرت میرے
اختیار میں تھے جو چاہتا تھا اقرار کرالیتا تھا حتّے کہ اگر وحی میں علیماً حکیماً ہے اور میں نے کہا
سمیعاً بصیراً لکھوں آپ فرمادیتے تھے کہ جو تیرا جی چاہے لکھدے اور یہ عبداللہ اُن گیارہ
شخصوں میں سے ہے کہ بروز فتح مکہ آنحضرت نے جن کے بارے میں حکم عام دیا تھا کہ جو مسلمان

جہاں پائے جہنم میں پہنچائے اور اسکے صلہ میں وارثِ فردوس ہو جائے اور تفسیر دُرِ منثور میں
لکھا ہے کہ آیۂ ولاکن من شرح بالکفر صدراً۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی شان میں نازل
ہوئی ہے مقام غور ہے کہ جسکا کفر نص سے ثابت ہے عثمان صاحب نے اُس ملعون کو حاکم مصر
مقرر کیا اور اُسکے علانیہ ظلم و جور پر بھی مطلق توجہ نہ کی بلکہ بجائے اسکے محمد بن ابی بکر کو بخطا و
بے قصور شربتِ مرگ پلانا منظور کر لیا تھا لیکن تقدیر کے آگے تدبیر پیش نہ گئی بلکہ بقول شخصے
چاہ کندہ را چاہ درپیش۔ خود موت کا شکار ہو گئے حضرت عثمان کے قتل کی رُوداد اگرچہ
محتاج بیان نہیں کوئی کتاب تاریخ کسی مذہب والے کی اس سے خالی نہیں اور وجہ قتل
سب کے نزدیک ایک ہے مگر چونکہ یہاں ان کی صفاتِ پسندیدہ کا ذکر ہو رہا ہے لہذا بہ طور
مختصر یہ احوال بھی خلاصۂ خلاصتہ الاصفیا صفحہ ۴۸ ہدیۂ ناظرین ہے اُس میں لکھا ہے کہ حضرت
عثمان مظلوم قتل ہوئے اور اصحاب اُنکی مدد کرنے میں معذور تھے اس واسطے کہ جب حضرت
عثمان سریر آرائے خلافت ہوئے تو چھ سات برس تک خوب گزران کی اور کسی نے اُن پر
حرف نہ رکھا بعد اسکے اصحابوں کو معزول کیا اور اپنے چچا کے بیٹوں کو اور اقربا کو ملک کی حکومت
دینی شروع کی یہ بات لوگوں کو بہت شاق گذری راقم کہتا ہے کہ دونوں میں ایک کی خیر
نہیں یا تو حضرت عثمان سے ہاتھ اٹھاؤ یا امداد نہ کرنے والوں کو اُن کے خون کا مشغول الذمہ
کہو اسواسطے کہ اگر حرکات مذکورہ حسب سُنّتِ رسول تھیں کہ بنا بر اقرار جسکے آپ خلیفہ قرار پائے
تھے تو سب مدعیانِ اسلام پر واجب تھا کہ اپنے امامِ زمانہ سے دست بردار نہوتے کیونکہ امام زمانہ
کا ناحق شناس داخل کفار ہے اور اگر خلافِ شرع عمل درآمد تھا تو عثمان صاحب نے اپنے کئے
کی سزا پائی بلائے عہد شکنی ان پر نازل ہوئی کیونکہ بوقتِ تقرر انہوں نے سب کے سامنے عہد کیا
تھا کہ ہمیشہ موافق کلامِ خدا و سنّتِ رسول عمل کرونگا الغرض عثمان صاحب نے عبداللہ بن ابی
سرح کو والیٔ مصر مقرر کیا وہ دو برس وہاں رہا اس عرصہ میں اس ناخدا ترس نے وہ ظلم کئے کہ
اہلیانِ مصر تابِ صبر نہ لا کر خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استغاثہ کیا لیکن کوئی

نتیجہ بخیر نہ نکلا تو سات سو آدمی مصری وارد مدینہ ہوئے اور مسجد نبی میں آکر عبداللہ کے ظلموں
کا اظہار کیا پس حضرت علیؑ مع چند اصحاب کے عثمان کے پاس گئے اور فرمایا کہ منشا ان
لوگوں کا معزولی عبداللہ ہے اگر اسکو معزول کرو اور مظلوموں کی داد دو تو فی الجملہ اس
فتنے کی تسکین ہوگی راقم کہتا ہے کہ لفظ فی الجملہ دلالت کرتا ہے کہ سوائے اسکے اور بھی
بہت سے فتنے برپا ہو رہے تھے ورنہ یوں کہا جاتا کہ فتنہ بالکل دب جائیگا غرضکہ عثمان صاحب نے
کہا تم ایک شخص کو تجویز کرو میں اسکو حکومت مصر پر بھیجکر عبداللہ کو معزول کروں سب نے
محمد بن ابی بکر صاحب کو تجویز کیا عثمان صاحب نے حکومت مصر کا فرمان لکھکر محمد کو روانہ مصر
کیا اور ایکجماعت مہاجرین و انصار کی انکے ساتھ بھیجی کہ معاملہ عبداللہ بن سرح دریافت کر
کے بموجب عدل کے فیصل کریں پس جب یہ لوگ مدینہ سے تین منزل پہنچے تو دیکھا کہ ایک ناقہ سوار دیوانہ وار
حیران و پریشان ایسا جلد ہانکے جاتا ہے گویا کسی کا طالب ہے یا کسی سے بھاگا ہوا جاتا ہے ہمراہیان محمد نے
اوسکا حال دریافت کیا بہکی بہکی باتیں کرنے لگا کبھی کہتا تھا کہ عثمان کا غلام ہوں اور کبھی کہتا تھا کہ مروان
کا بندہ ہوں اور حاکم مصر کے پاس جاتا ہوں جب اسکی تلاشی لی تو ایک خط سر بمہر نکلا یہ تو روضۃ الاصفیا میں ہے
اور حبیب السیر و روضۃ الصفا میں ہے کہ پہلے اس سے دریافت کیا کہ تیرے پاس کوئی خط ہے اس نے انکار کیا اسپر اسکی
تلاشی لی گئی تو بعد جستجوے بسیار ایک سوکھی ہوئی ڈولچی میں کچھ کھڑکتا ہوا معلوم ہوا اسکو چیر
کر نکالا تو ایک خط نکلا اور مضمون اسکا یہ تھا کہ امیر المومنین عثمان کیطرف سے عبداللہ کو معلوم
ہو کہ محمد بن ابی بکر مع ایک گروہ کے آتا ہے انکے قتل کے واسطے حیلہ نکالیو اور فرمان جو دکھاوے
اسکو مت مانیو محمد نے یہ فرمان سب کو پڑھکر سنایا سب لوگ نہایت مغموم و متعجب ہوئے اور
مدینہ کو واپس آئے اور جملہ صغار و کبار کو دکھایا سب مضطر و بیقرار ہو گئے اور حضرت علیؑ و طلحہ و
زبیر اس خط کو سنکر عثمان کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ غلام اور اونٹ تمہارا ہے کہا میرا ہے پھر پوچھا
کہ یہ خط تمہارا ہے حضرت عثمان نے قسم کھاکر کہا کہ نہ میں نے لکھا ہے اور نہ لکھنے کا حکم دیا ہے اور نہ
کچھ اسکی خبر رکھتا ہوں حضرت علیؑ نے انکی قسم کی تصدیق کی مگر اور لوگوں نے کہا کہ یہ کام

مروان کا ہے اور مروان اُس وقت عثمان کے گھر میں تھا عثمان نے کہا کہ مجرد اس گمان کے مروان کو نہیں دیتا تم اُسکو قتل کر ڈالو گے شاید یہ خط دوسرے نے دشمنی سے لکھدیا ہو اور میری مہر کردی ہو اصحابوں نے پھر اس مقدمہ میں دخل نہیں دیا اور مروان کو نہ سونپنے سے دلوں میں شک پڑ گئے راقم کہتا ہے کہ تین روز تک حضرت عثمان کا غلام مع اونٹ کے غائب رہا اور آپ کو خبر نہوئی بڑے تعجب کا مقام ہے کہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ ہر روز ان پر نظر پڑتی ہوگی اس سے تو کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے اس حیلہ سے اپنے مخالفین کی جماعت کا کم کرنا منظور دلی معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام اکابر مہاجرین وانصار کو موقوف کر کے اپنے اپنے خویش و تبار کو برسر روزگار فرما چکے تھے اور اس سبب سے وہ لوگ کشیدہ خاطر ہو رہے تھے ہر وقت اندیشہ تھا کہ سینوں میں دبی ہوئی آگ بھڑک نہ اٹھے اور پھر خرمن امید کا بچانا حیطۂ امکان سے باہر ہو جاوے اگر ایسا نہوتا تو ضرور اس واقعۂ عجیب اور حادثۂ عظیم کی تفتیش کرتے اور سب مہاجر و انصار سے کہتے کہ تحقیق کرو اور میں بھی تمہارا شریک ہوں پس قرینہ صاف کہہ رہا ہے کہ حضرت عثمان کی سازش سے مروان نے محمد کے قتل کا فرمان لکھا اب اگر اُسکو پیش کرتے تو وہ فوراً قلعی کھول دیتا الغرض جب سب لوگ اکابر صحابہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو بلوائیان مصر نے عثمان کا کام تمام کیا اور بعض لوگ مدینہ کے بھی اُن کے مددگار ہوئے اور بعد قتل عثمان اُنکی بی بی غائلہ اور اولاد معاویہ کے پاس شام کو روانہ ہوئی راقم کہتا ہے کہ اہل و عیال عثمان کا شام کو جانا اور اہل مدینہ سے دادخواہ نہ ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ عثمان کے مارے جانے سے خوش تھے ورنہ اقرب بصواب یہ تھا کہ اصحاب رسول سے امداد خواہ ہو کر قاتلوں سے قصاص لیا جاتا کیونکہ اسوقت میں سب وہیں موجود تھے اور کُل تعداد اُنکی سات سو تھی اور مدینہ میں صرف چودہ ہزار اصحاب رسول ہی موجود تھے کیا وجہ تھی کہ ان سے رجوع نہ کی اور شام کے جانے کی محنت گوارا کی حالانکہ یہ گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ اتنے شام تک پہنچیں گے اور امداد لاویں گے عثمان کے قاتل موقعۂ واردات پر بیٹھے رہیں گے پس قرینہ

قوی دلالت کرتا ہے کہ پس ماندگانِ عثمان اہلِ مدینہ کو بخوبی جانتے تھے کہ یہ سب مثل بلوائیانِ
مصر کے ہمارے خون کے پیاسے ہیں اور علاوہ ازیں اگر اہلِ مدینہ شریک و معاونِ قتلِ عثمان
نہ ہوتے تو سوگوارانِ عثمان کی غمخواری کرتے اور کہتے کہ اس حالت میں ہم تم کو ہرگز نہ جانے
دینگے اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے خلیفۂ رسول کا بدلہ لیکر اپنا اور تمہارا دل خوش کرینگے
اور جب ایسا نہ ہوا تو صاف ظاہر ہے کہ کل اصحاب رسول کا عثمان کے چھوڑ دینے اور اُن کے
سوگواروں کی مدد نہ کرنے پر اجماع ہوگیا تھا اور بقولِ صدیق سُنیاں اُمت کا اجماع باطل
پر تو ہو ہی نہیں سکتا تو ضرور ہے کہ قتلِ عثمان برحق تھا اور عثمان صاحب اُس قوم میں سے
نہ تھے کہ جنکے باب میں ارشادِ باری ہوا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ الخ جیساکہ سابقا
مذکور ہے اگر عثمان صاحب خلافِ خدا نہ کرتے یعنی مخالفانِ خدا و رسول کو بغل میں نہ بٹھلاتے
تو یہ نوبت نہ آتی کہ سب مہاجرین و انصار اُن سے کنارہ کش ہو گئے خیر اگر زندگی میں معتوب
نہ ہوئے تھے تو مرنے کے بعد کونسا امر مانع تھا کہ تین دن تک کسی نے بات نہ پوچھی جیساکہ
روضۃ الصفا اور استیعاب و سیر حلبی و حیوۃ الحیوان و تاریخ واقدی وغیرہ کتبِ معتبرۂ اہلِ
خلاف میں صاف طور سے لکھا ہوا ہے حالانکہ کل اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ مسلمان کا غسل
و دفن واجب ہے اوروں کو بھی جانے دو جناب امیرؑ شہر میں موجود ہوں اور نمازِ جنازہ نہ پڑھیں
اور تین روز تک بیگور و کفن پڑا رہنا گوارا کریں دیکھو تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۱۳۱ اور غور کرو کہ یہ کیا
بات ہے اور پھر مثل شیخین کے روضۂ رسول میں دفن نہ ہونے دینا اور کسی کا لب کشا نہ ہونا کیا
معنی ایک سات سو بلوائیوں کی یہ ہیبت دلوں میں بیٹھ گئی کہ تمام سکنائے مدینہ خاصکر چودہ
ہزار صحابی ڈر کے مارے خانہ نشین ہو گئے اور خلیفۂ رسول کو دشمنوں کے قابو میں چھوڑ دیا
ایسا گمان کرنا خلافِ عقل ہے بلکہ اہلِ مدینہ نے عمداً امداد سے پہلوتہی کی اور باعث اسکا
وہی تھا کہ عثمان صاحب نے خلافِ نصِ قرآن گروہ فساق و فجار کو سر پر آرائے حکومت فرمایا
اور اکابر مہاجرین و انصار کو معزول کر کے ذلیل و رسوا کیا لہذا انکا معذور ہونا بجا ہے اور

حضرت عثمان کا مظلوم ہونا بجائے سزائے مختلف ہے (ش) اگر عمال کے بدکار ہونے سے حاکم
مجرم قرار دیا جاوے تو اسکا کیا جواب ہوگا کہ جناب امیرؑ کے عاملوں میں سے چند شخصوں سے
خلاف شرع امور ظہور میں آئے ہیں ورنہ عثمان کے ذمہ کیا الزام ہوگا (ج)[۳۹] جناب امیرؑ نے جسکو
مسند آرائے حکومت فرمایا وہ اُسوقت فاسق و فاجر نہ تھا بلکہ اربابِ صلاح و سداد میں محسوب
تھا اور بعد تولیت جس نے جیسا کیا اس سے ویسا ہی معاملہ فرمایا آپ ہر امر میں قدم بقدم
جناب رسولخدا صلعم کے تھے دیکھو آنحضرتؐ نے اوّل ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق سے
زکوٰۃ لینے کو بھیجا اور جب دروغ ظاہر ہوا تو اُسکو برطرف فرمایا اور ہمارے دعوے کی تصدیق
جناب شاہ ولی اللہ صاحب جو بقول مریدان شکمِ مادر میں باتیں کیا کرتے تھے ازالۃ الخفا میں
فرما رہے ہیں یعنی ایک حدیث طولانی نقل کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے حکومت
مسلمین کے واسطے ان لوگوں کو منتخب فرمایا جو اہل دیانت و امانت مشہور تھے اور جسوقت
جس کی خیانت ظاہر ہوئی فوراً اُسکو معزول فرمادیا مثل قعقاع بن مسور اور عمر و قدامہ بن مظعون
وغیرہ پس عُمّال عثمان کو عُمّالِ شیر یزداں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے عثمان صاحب نے
جنکو عامل مقرّر فرمایا تھا اُن میں سے بعض کی کیفیت تو ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ ملعونِ خدا و رسول
تھے اور مسندِ حکومت پر متمکّن ہوتے ہی اس مثل کے مصداق ہوگئے کہ ایک تو کریلے خود کڑوے
اور دوسرے نیم چڑھے اور اس پر بھی عثمان صاحب کی حیا مانع لب کشائی ہوئی حالانکہ اکابر
صحابہ مقبولین اہلجماعت طعنہ زنی کرتے تھے اور یہانتک نوبت پہنچی کہ سب اُن کو چھوڑ کر
علیحدہ ہوگئے اور جناب امیرؑ پر مقبولین شیعہ میں سے کوئی طعنہ زن نہیں ہوا پس عُمّال عثمان
کو عُمّالِ جناب امیرؑ پر قیاس کرنے سے عثمان صاحب کب بری الذمہ ہوسکتے ہیں (ش) ثلثہ
کا حال تو معلوم ہوا لیکن ام المومنین حضرت عائشہ اور خال المومنین معاویہ امیر شام کی بدانجام
ہونے کی کیا وجہ ہے (ج) یہ بھی مثل ثلثہ بلکہ کسی قدر بڑھے ہوئے دشمن جناب امیرؑ تھے اور
آپ کا دشمن خدا و رسول کا دشمن اور خدا و رسول کا دشمن سزاوار عذاب نار ہے چنانچہ جناب

باری فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الخ یعنی جو لوگ خدا و رسول کو ایذا دیتے ہیں
وہ ملعون خدا و رسول ہیں دنیا اور آخرت میں اور ان کے واسطے عذاب خوار کنندہ تیار کیا ہے اب
ہم اس امر کا ثبوت کہ جس نے علیؑ کو ایذا دی اس نے رسول کو ستایا اور موذی رسول آزار دہندۂ
خدا ہے اور معاویہ وغیرہ دشمن جناب امیرؑ تھے اہلسنت کی معتبر کتابوں سے دیتے ہیں حسب
تحقیق قول فیصل معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام پر لعن کی بنیاد جمائی اور ۴۱ھ سے ۹۹ھ
تک یہ سنت معاویہ جاری رہی عمر ابن عبد العزیز نے موقوف کی دیکھو تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۹۶
اور صفحہ ۲۱۲ اور معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا تو ابو تراب پر لعنت کیوں نہیں کرتا دیکھو
صحیح مسلم صفحہ ۲۷۸ اور خلفائے راشدین کی خلافت کے بعد خلافت غیر مستحقین میں گئی اور ان
لوگوں نے بسبب اپنی لاعلمی کے علما سے استعانت کی اور ان علما نے حکام وقت کی خوشنودی
کے واسطے شرع میں قیاس کو دخل دیا دیکھو کتاب حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب
دہلوی صفحہ ۱۵۱ اور آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تجھے دوست نہیں رکھے گا مگر مومن
اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق دیکھو ترمذی صفحہ ۲۳۶ اور تاریخ الخلفائے عربی صفحہ ۱۷۱ میں لکھا
ہے کہ علیؑ کا دشمن نبی کا دشمن ہے اور دشمن نبی دشمن خدا ہے اور علیؑ سے لڑنے والا اور
علیؑ کی تلوار سے قتل ہونے والا دوزخی ہے دیکھو صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۰۹ اور آنحضرت نے فرمایا
ہے کہ اے علیؑ جیسا کہ تو نے قتل کیا ہے موافق قرآن کے ایسا ہی لڑے گا تو حسب احکام قرآن
دیکھو تاریخ الخلفا عربی صفحہ ۱۷۲ اور مشکوۃ صفحہ ۵۶۸ میں لکھا ہے کہ جو علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ سے
لڑا وہ آنحضرت سے لڑا اور جو ان سے راضی ہوا اس سے رسول راضی ہیں پس ان تحریروں
سے بخوبی ثابت ہے کہ دشمن علیؑ دوزخی ہے اور معاویہ بہت بڑا ناحق شناس دشمن تھا اور ایسے
ہی عائشہ چنانچہ قطع نظر تصریحات بالا کے جنگ صفین و جمل ان کے مرض اندرونی کو بتاری
ہے (سوال) جنگ صفین و جمل بخطائے اجتہادی واقع ہوئی یعنی ان کو یہ گمان تھا کہ عثمان
کے قاتل آپ کے لشکر میں موجود ہیں اور سزا نہیں دیتے (جواب) لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیسی

خطائے اجتہادی کھلی ہٹ دھرمی اور خود مطلبی تھی اس واسطے کہ قاتلان عثمان میں اگر جناب
امیرؑ داخل تھے تو اس سے زیادہ عثمان صاحب کی اور کیا بدبختی ہوگی کہ ان کے قاتل حضرت
علیؑ ہیں جنکا مقتول حسب فرمودۂ رسول مصرحہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۷۹ دوزخی ہے پس
ایسے کے پیرو بھی ایسے ہی ہونگے اور اگر آپ قاتلین میں سے نہیں تھے بلکہ معاونین عثمان
میں سے تھے جیساکہ روضۃ الاصفیا صفحہ ۱۰۸ میں لکھا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت
بلوائیان مصر نے محلسرائے عثمان صاحب کا محاصرہ کیا اور پانی بند کر دیا تو حضرت علیؑ نے
حسنینؑ کو بھیجا اور تین مشکیں آب شیریں کی فرزندان ساقی کوثر کے ہمراہ تھیں لیکن عثمان
صاحب کی قسمت میں نہ تھا کہ اُس سے سیراب ہوں مشکیں تیر دل سے مشبک ہو گئیں
اور جب عثمان صاحب قتل ہو گئے تو حضرت علیؑ نے حسنینؑ پر عتاب فرمایا اور افسوس کیا
کہ تمہاری موجودگی میں خلیفۂ رسول مار گئے پس اس صورت میں جناب امیرؑ سے طالب
قصاص ہونا سوائے کور باطن کے اور کسی کا کام نہیں اور اگر قاتلین عثمان اپنے اختیار سے
آپ کے لشکر میں موجود تھے تو آپ اُن سے قصاص لینے پر قادر تھے یا مجبور تھے پس اگر مجبور تھے
تو حضرت ام المومنین اور امیر شام نے جو مومنین کا خون بہایا اُسکا وبال کہاں پڑیگا جناب باری
تو ایک مومن کے قتل کی سزا جہنم فرماتا ہے وَمَن یَقتُل مُومِنا الخ یعنی جو شخص کسی مومن کو دیدہ
ودانستہ قتل کریگا تو ابدالآباد نار جہنم میں معذب رہے گا اور یہاں ایک لاکھ مومن سے زیادہ
قتل کئے گئے بڑے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت اُم المومنین کی شفقت مادری نے کیونکر گوارا
کیا کہ اُنکے بچے آنکھوں کے سامنے ذبح کئے جائیں اس مثل زبان زد خاص و عام کا بھی پاس و
لحاظ نہ کیا کہ ماں ڈائن ہو تو کیا بچوں ہی کو کھائے۔ اور طلحہ و زبیر وغیرہ جو جمل میں مادر نامہربان
کے شریک ہو کر مومنوں کے قاتل بنے جبکہ حضرت عثمان محصور ہو رہے تھے اور یہ سب اُنکو چھوڑ کر گھروں میں جا بیٹھے
تھے اور ان کی بے پروائی سے ثالث صاحب مار گئے اُنکو کونسی شے مانع تھی کہ معاون یا
طالب قصاص نہوئے واویلا مریدان ثلثہ میں سے کوئی اتنا انصاف نہیں کرتا کہ عثمان صاحب

کی زندگی میں امداد نہ کرنے سے تو سب اصحاب معذور قرار دئے گئے اور جناب امیرؑ بقول مولوی
محمد قاسم دیوبندی مصرحۂ ہدیۃ الشیعہ قصاص لینے سے مجبور تھے معذور نہ سمجھے گئے اور معاویہ
کی کیا دی پر کوئی توجہ نہیں کرتا کہ جس وقت میں حضرت عثمان حسب تحریر سیرۃ المحمدیہ دو مہینے
بیس روز تک محصور رہے مطلق خیال نہ آیا کہ چلو خلیفۂ رسول کی امداد کریں اور بعد قتل یہ
جوش آیا کہ نفس رسول سے طالب قصاص ہو گیا اور لاکھ سے زیادہ بندگان خدا پر لوہا پھیر دیا
خیر آمدم برسر مطلب۔ اور اگر جناب امیرؑ قصاص لینے پر قادر تھے اور نہ لیا تو دو حال سے خالی
نہیں یا تو آپ راضی تھے قتل عثمان سے اور یا آپ کے نزدیک مجرم محقق نہ تھے پس پہلی صورت
میں تو حسب فرمودۂ رسول مقبول علیٌّ مع الحق والحقُّ مع علیٍّ عثمان صاحب کا قتل بجا تھا
پس طالبان قصاص سب ناحق پر ہوئے اور درصورت ثانی جملہ طالبان کو لازم تھا کہ امیر المومنین
کی عدالت میں دعوےٰ کرتے اور مجرموں کو ثابت کرتے خیر اگر خود اتنی بات نہ سوجھی تھی تو جس
وقت جناب امیرؑ نے فرمایا تھا کہ بلوے کا خون ہے بغیر اثبات کے قصاص کس سے لیا جاوے
عثمان کے بیٹوں کو بھیجدو وہ اپنے باپ کے قاتلوں کو شناخت کریں دیکھو کتاب روضۃ الاصفیا
صفحہ ۱۰۷ اسوقت ہی ذرا انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا ہوتا یعنی قاتلوں کا نشان دیکر امیر المومنین
کی عدالت سے انصاف کے خواہاں ہوئے ہوتے مگر چونکہ آتش کینہ ناانصافوں کے سینوں میں بھڑک
رہی تھی کسی ناحق شناس نے آپ کے فرمانے پر عمل نہ کیا اور قتل مومنین سے باز نہ آئے لہذا
اُن لوگوں کو دین سے بیگانہ کہنے میں کیا تامّل ہو سکتا ہے اُنکو کوئی استحقاق نہ تھا کہ جناب امیرؑ
سے مقابلہ کریں اور تصریح بالا کو انصاف سے دیکھکر کوئی ذی ہوش عائشہ و معاویہ وغیرہ کی خطائے
اجتہادی کو تسلیم نہ کریگا بلکہ صاف بول اُٹھے گا کہ جو کچھ کیا امیر المومنین کی عداوت سے کیا اور
دشمن آپ کا دشمن کردگار ہے اور ماویٰ اسکا دار البوار ہے اگر اُن حضرات کی یہ حرکات خطائے
اجتہادی پر محمول ہو کر قابل مواخذہ نہ ہوں تو بہت کم لوگ ایسے ملیں گے کہ قرار واقعی مجرم
قرار پائیں اسواسطے کہ بقول اہلجماعت جناب امیرؑ کا قاتلان عثمان کو سزا نہ دینا ان لوگوں کی دلوں

میں شک ڈال رہا تھا اس سبب سے نوبت جنگ جدل کی پہنچی پس اس شک کا دفعیہ آپنے اس فرمانے
سے بخوبی ہوگیا کہ عثمان کی اولاد کو بھیجو قاتلوں کو بتائیں بلوے کا خون ہی بغیر اثبات کے
کسکو سزا دوں پس جبکہ وہ لوگ اس پر بھی باز نہ آئے تو خطائے اجتہادی کہاں رہی یہ
تو کچھ اور خطا معلوم ہوتی ہے خیر جیسی خطا ہوگی اُسکا وبال اُنکی گردن پر ہے ہمکو تو صرف
یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ اگر محاربان نفس رسول باوجود ایسی ناشائستہ حرکات کی دائرہ
ایمان سے خارج نہ قرار دئے جائیں بلکہ مثل دیگر اکابر دین مخدوم مومنین سمجھے جائیں اور
اُن سے کم درجہ کے عاصیوں کو کافر واجب القتل قرار دیا جاوے تو بڑی ناانصافی اور
ہٹ دھرمی کی بات ہے جو گروہ منافقین کہ آنحضرتؐ کے عہد میں باوجود معائنہ ترقیٔ
اسلام وصداقت جناب خیر الانام راہ حق پر قائم نہ ہوا اسکا باعث وہ شک وشبہ ہی تو
تھا جو آنحضرتؐ کی جانب سے اُنکے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اور اُنکی خطائے اجتہادی نے اُنکے
آئینہ دل کو زنگ کفر سے صاف نہونے دیا اور قوم یہود ونصاریٰ اس امر کے تو قائل ہیں
کہ ایک نبی عظیم الشان کی خبر جناب موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے توریت وانجیل میں
دی ہے مگر اُنکی خطائے اجتہادی نے اس بات پر جما دیا کہ آنحضرتؐ وہ نبی موعود نہیں ہیں
بلکہ آئندہ کو ہونگے پھر کیا وجہ ہے کہ جناب باری نے اپنے حبیب خاص کو حکم فرمایا۔ جاہد
المنافقین والکفار الخ حالانکہ معاویہ وغیرہ کی حرکات ان لوگوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہیں
اسواسطے کہ اُن میں سے کسی نے آنحضرتؐ کی نسبت علانیہ زبان بدگوئی نہیں کھولی
اور معاویہ وغیرہ نے علانیہ ممبروں پر چڑھکر نفس رسول پر خطبوں میں تبرا کیا اور کرایا اور تقریباً
ساٹھ برس تک یہ رسم جاری رہی جیسا کہ اوپر مذکور ہے پس غور کرنا چاہئے کہ یہ کیسی خطائے
اجتہادی ہے کہ جو دل چاہے کریں اور اچھے خاصے دُھلے دھلائے مسلمان بنے رہیں بڑی
افسوس کا مقام ہے کہ مالک بن نویرہ صرف زکوٰۃ کے نہ دینے سے کافر قرار دے کر قتل کر
دیا گیا اور کسی نے خطائے اجتہادی کا خیال کر کے اتنا نہ پوچھا کہ تو کیوں مرتد ہوگیا اور جناب

امیرؑ نے بالتکرار معاندین سے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور بندگان خدا کا خون نہ بہاؤ اگر تم کو خون
عثمان کا دعویٰ ہے تو عثمان کی اولاد کو بھیجو کہ اپنے باپ کے قاتلوں کو ثابت کریں اس پر بھی
بغاوت سے باز نہ آئے اور پھر بھی خطائے اجتہادی کے ایسے مضبوط قلعہ میں پناہ گیر تھے کہ حملۂ
تکفیر و تفسیق کا مطلق اثر نہ ہوا کیے مسلمان بنے رہے بلکہ تمام مسلمانوں کے سردار ہو گئے
اللہ اکبر کیا جرات ہے اہلجماعت کی کہ معاویہ وغیرہ جناب امیرؑ پر علانیہ تبرا کریں اور اصحاب
رسول کو قتل کریں یہ حرکت کافرانہ تو خطائے اجتہادی پر محمول ہو کر سب معذور سمجھے جائیں
اور جنکے دلوں میں ہزاروں حرکات نازیبا خلفائے ثلثہ کی جاگیر ہو کر درجۂ حق الیقین تک
پہنچ گئی ہیں اگر وہ لوگ ستمدیدہ چند حروف مناسب کے ساتھ اپنے دل کا بخار نکالنا چاہیں
تو فوراً تکفیر کے فتاوے تیار ہو جائیں اور اسکا مطلق خیال نہیں ہوتا کہ حضرت امُ المومنین
اور معاویہ کو بفرض تسلیم اگر شک تھا تو صرف اتنا ہی کہ آپ قاتلان عثمان سے قصاص نہیں لیتے
سو اسکا بھی دفعتہً آپ نے فرما دیا تھا اور پیروان جناب امیرؑ کی پیش نظر تو ثلثہ کی ہزاروں
خوش اطواریاں نقش کالحجر ہیں از آنجملہ تخلف جیش اسامہ و منع دوات و کاغذ و خامہ عدم سماعت
دعوئ بنت رسول اور معزولی شوہر بتولؑ قصد یا فعل احراق خانۂ زہراؑ اور قتل مالک بن نویرہ
اور اعزاز افزائی ناکسان نامعقول اور توہین و تذلیل مقبولان رسول جابر انصاری پر بلا
طلب ثبوت دست فیاضی کھولنا اور بنت رسول سے یہ بے مغزی کہ سیدھے منھ سے نہ بولنا
کہیں گواہ طلب کرنا اور کہیں بلا ثبوت جعلی سند پیش کر کے فدک غصب کرنا وغیرہ وغیرہ ہیں
مگر کیا ممکن کہ کسی کے چھوٹے منھ سے یہ بات نکلے کہ دشمنان ثلثہ کی خطائے اجتہادی ہے جو ثلثہ
کو برا کہتے ہیں اور اگر خطائے اجتہادی بھی نہ قرار دیں تو بھی انصافاً اُن کو سزاوار نہیں کہ پیروان
اہلبیت سے معترض ہوں اسواسطے کہ تاریخ الخلفا اردو کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ جو غیر مستحقین پر لعنت
کرتا ہے تو وہ لعنت لوٹ کر اُسی پر آجاتی ہے پس بنابریں شیعوں کے ملعون اگر مستحق لعن
نہیں تو انکو کچھ مضرت نہیں بلکہ لعنت کرنے والوں ہی کا نقصان ہے اور اگر صرف اس

تصور سے صبر نہ آوے تو یہ غور کرنا چاہیے کہ معاویہ وغیرہ کے جو لعن جناب امیر پر کی تھی تو
حسب تحریر مذکورہ بالا وہ لعن لوٹ کر ضرور انکے اوپر آگئی اور وہ اپنے منہ آپ ملعون ہوگئے پس
اگر کوئی ملعون کو ملعون کہدے تو اس میں کیا گناہ ہے اندھے کو اندھا کہنا بجا ہے اور فاسق
کو فاسق بتانا روا ہی مگر شعر انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف نہیں ہی * دل صاف ہو کسطرح
کہ انصاف نہیں ہی خیر اور ہم کیا کہیں ان ناانصافوں کو خدا سمجھے کس قدر ہٹ دھرمی اور
ناانصافی ہے کہ خود رسول صلعم سے روایات نقل کرتے ہیں کہ دشمن علیؑ کا دشمن دین و ایمان ہے
اور پھر اُن کے دشمنون کو بھی اچھا کہتے ہیں اور اُنکی محبت کا دم بھرتے ہیں اگر ذرا سا بھی غور کیا جائے
تو صاف ظاہر ہے کہ عداوت اہلبیت کی بنیاد حضرات ثلثہ نے قائم کی اور پھر ہر کہ آمد براں مزید کرد
جس کور باطن نے جیسا موقع دیکھا ویسا ہی استیصال خاندان رسول میں اہتمام کیا اگر یہ لوگ فرمان
رسول مقبول صلعم من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ کو پس پشت نہ ڈالتے تو کیوں یہ نوبت آتی کہ نانی جیو
باوجود تاکید جناب باری وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ الخ یعنی اے ازواج رسول اپنے گھروں سے باہر قدم نہ رکھو
اور زمانۂ جاہلیت کی عورات کا سا بناؤ سنگار نکرو۔ جنگ جمل میں اونٹ پر چڑھکر جاتیں اور حواب میں
کتوں کے بھونکنے پر بھی بیدار نہ ہوئیں اور ہزاروں بیگناہوں کا خون بہا دیا اور کیون مروان طرید
رسول داماد عثمان بنکر بانی مبانی فتنہ و فساد ہوتا اور کیوں معاویہ کو یہ قدرت حاصل ہوتی کہ باوجود
ملعون رسول ہونے کے جیسا کہ اوپر مذکور ہے نفس رسول پر زباں درازی کی اور کرائی اور مومنین
کا خون بہایا اور کیوں یزید پلید دشمن رب مجید باوجود متجاہر الفسق ہونے کے خلیفۂ رسول کہلاتا اور
کیوں اس ملعون کی بے ایمانی تباہئ خاندان رسول کا باعث ہوتی ان سب بے ایمانیوں کی بانی مبانی
حضرات ثلثہ ہیں کہ اگر دفن رسول میں شریک ہوتے اور سقیفہ میں جا کر جوڑ توڑ لگا کر حق اہلبیت کو زائل
نہ کرتے تو کسی کو یہ حوصلہ نہوتا کہ بمقابلۂ اہلبیت دعویٰ خلافت کا کرسکے اور اُسکے ذریعہ سے اہل بیت
کو مجبور و مقہور کرے یہ ساری باتیں اس وجہ سے وقوع میں آئیں کہ بلا استحقاق ثلثہ نے مسند رسول پر
قدم رکھا سن ۱۱ھ اگر بلا استحقاق یہ لوگ خلیفہ بن بیٹھے تو جناب اسد اللہ الغالب انسے مغلوب ہوکر گو

ہرگز گوشہ نشین نہ ہوتے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو استحقاقِ خلافت حاصل تھا اور دوسرے
اس سے بھی ثلثہ کا مستحق ہونا پایا جاتا ہے کہ انکے زمانہ حکومت میں اسلام کو ترقی ہوئی (۱۳ج)
دشمن کو بنا بر کسی مصلحت کے اسکے حال پر چھوڑ دینا۔ اسکی حقیت کی دلیل قرار دینا عقل کے خلاف
ہے ورنہ اقرار کرنا پڑیگا کہ شیطان کی شیطنت برحق ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر بے مثل ہے اور شیطان
ایک ادنیٰ ترین مخلوق میں سے ہے اور اللہ کی موجودگی میں اسکی تمام مخلوق کو بہکاتا ہے اور جناب
رسولخدا تو جناب امیرؑ سے بدرجہا زائد القدرت تھے اور بہت سے مسلمان بھی مددگار تھے غار میں کیوں
پناہ گیر ہوئے اور حدیبیہ میں ایسی دب کر صلح کیوں کی کہ نامِ رسول بھی صلحنامہ سے چھیل ڈالا گیا اور یہ بھی
مان لیا کہ اگر کوئی مسلمان قریش میں جا کر پناہ گیر ہو تو وہ واپس نہ دیں اور اگر کوئی کافر مسلمانوں میں
پناہ گیر ہو تو قریش واپس لے آئیں اور امسال بے حج کئے واپس چلے جائیں (س ۱۳) اللہ تعالیٰ نے جو
شیطان کو مہلت دی وہ مصلحتہً ہے اور اسکا عاصی و سرکش ہونا سب کو جتلا دیا ہے اور اس پر
لعنت کی ہے اور آنحضرتؐ نے جو کچھ کیا وہ بھی مصلحتہً تھا اور کفار کا ناحق پر ہونا آپ نے بخوبی بیان فرما
دیا تھا (۱۴ج) جناب امیرؑ نے بھی اپنا حقدار ہونا بالتکرار فرمایا اور ہر زمانہ میں خلافت کے باب میں حجت
فرمائی اور شیخین کا کاذب و غادر و آثم و خائن ہونا ایسا بیان کیا کہ خود حضرت عمر صاحب کو تسلیم
ہے دیکھو صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۱ اور حسب تحقیق سواء السبیل بخاری جلد دہم صفحہ ۲۵ میں بھی مضمون
بالا مندرج ہے پس اگر اس حال میں ثلثہ سے جنگ نہ کی تو وہ بنا بر مصلحت کے نہ کی اور آپ کے
صبر و سکوت اختیار کرنے کی مصلحت ہم ابتدائے کتاب میں بہ ضمن ثبوت حدیث سفینہ لکھ چکے ہیں
اور علاوہ ازیں وجہ سکوت کے واسطے یہ تحریر مسلم جلد دوم صفحہ ۹۱ اور بخاری جلد ششم صفحہ ۲۸ کی کافی
ہے کہ آپ نے بعد چھ مہینے کے ابوبکر سے صلح کی جبکہ بعد انتقال رسول سب لوگوں کے رخ آپکی جانب
سے پھر گئے تھے پس آپ تنہا کیا کر سکتے تھے اہل انصاف کے نزدیک ابوبکر صاحب وغیرہ کا عدم استحقاق
اس سے بخوبی ثابت ہے کہ آپ نے چھ مہینے تک کنارہ کشی اختیار کی اور آپ کی شان میں یہ حدیث
متفق علیہ فریقین موجود ہے علیٌ مع الحق والحق مع علیٍ یعنی علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے

اسامہ پس آپ کا پھیسے تک ابوبکر سے علانیہ حرف رہا بر حق تھا اور آپ نزدیک ابوبکر کو ہرگز
استحقاقِ خلافت حاصل نہ تھا اور بعد اسکے جو آپنے صلح کی وہ مصلحت تھی اور اسد اللہ الغالب
جو آپ کا نام ہے اسکے یہ معنی نہیں کہ آپ یکہ و تنہا سب منکرینِ حق کو قتل کر ڈالیں بلکہ اس سے یہ
مراد ہے کہ آپ فرداً فرداً کسی مقابل سے زیر نہیں ہو سکتے تھے اور اسی طرح سے ہر مغلوب کرنے
والی شے پر آپ غالب تھے چنانچہ صبر جو نہایت سخت چیز ہے اس سے بڑے بڑے بہادر بھی مغلوب
ہو جاتے ہیں آپنے یہ بھی دکھا دیا اور علیٰ ہذا محض ترقیٔ اسلام بھی ثلاثہ کے زمانہ میں ہونا دلیل حقیت
نہیں ہو سکتی جبکہ بلا حصول سارٹیفکٹ ان لوگوں نے خلافت کے باب میں مداخلتِ بیجا کی ہو
اور انکا غیر مستحق ہونا آفتاب کی طرح سے روشن ہے جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا ہے پس اس صورت میں
انکی ترقیٔ اسلام ان احادیث کا مصداق ہے جنکو اکابر علمائے اہلجماعت نے لکھا ہے دیکھو صحیح بخاری
مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۳۳۰ میں ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ یعنی اللہ تعالیٰ اس
دین کی مدد ایک مرد فاجر کے ہاتھ سے کریگا اور احیاء العلوم میں لکھا ہے قال النبی صلعم الخ یعنی اس
دین کی تائید ایسی قومیں کرینگی جنکو دین سے بہرہ نہوگا اور شرح جامع الصغیر میں بھی یہ مضمون
مندرج ہے پس جبکہ بیدین لوگوں سے ترقیٔ اسلام ہوتی ہے تو ثلٰثہ کے واسطے کیا فخر کی بات ہے
تا وقتیکہ انکا ایمان حقیقی ثابت کر کے اقوام لاخلاق لھم سے خارج نہ کر لیا جاوے اللہ تعالیٰ نے جہاں
کہیں فضائلِ رفیعہ و مراتبِ منیعہ کا ذکر فرمایا ہے آمنو و عملو الصالحات بھی فرمایا ہے اور حضراتِ ثلٰثہ
وغیرہ کے ایمان و اعمالِ خیر کی کیفیت ہم ابھی مختصر طور پر آٹھ صفحوں میں بیان کر چکے ہیں اور جسکو
زیادہ تفصیل منظور ہو وہ کتاب تشئید المطاعن ملاحظہ کرے اور پھر غور کرے کہ ثلٰثہ کن لوگوں میں سے
ہیں آیا اس قابل ہیں کہ ہمراہیٔ غار اور کثرتِ فتوحات انکے زمانہ میں اور آنا حضرت شہربانو کا انکے
عہدِ حکومت میں کچھ فائدہ رساں ہو سکے جبکہ بلا حصول استحقاق خلافت خلیفۂ رسول بنکر غاصبِ
حقوق اہلبیت ہوئے ہیں اگر تین مرتبہ لاحول پڑھکر اور خدائے یگانہ کو حاضر و ناظر جان کر انصاف
کی نگاہ سے دیکھا جائے تو تمام عالم میں کسی متنفس کو ایسا نہ پائینگے کہ جنابِ امیر کے ہوتے رسول کا

سچا خلیفہ ہو سکے افسوس مدعیان صداقت ثلثہ کی چشم بصیرت کس درجہ بے نور ہو رہی ہے
مطلق سیاہ و سفید میں فرق نہیں محسوس ہوتا ثلثہ کو خلفائے رسول اور مخدومان اہل اسلام تو
بید ھڑک کہدیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ کون ایسا طیب و طاہر ہے کہ جسکی ولادت کعبہ کے اندر واقع
ہوئی اور کون ایسا اعجاز نما دلاور ہے کہ گہوارے میں اژدر کو دو ٹکڑے کر کے عالم کی راہ دکھائی ہو
پائی کعبہ میں ولادت مرتبہ ایسا تو ہو ✝ چیرے گہوارے میں اژدر حوصلہ ایسا تو ہو ✝ اور وہ کون عاشق
صادق رسول کا ہے کہ جس نے رونق افروز عالم ہو کر قبل از رسول مقبول صلعم کسی پر نظر نہ ڈالی ہو اور بجائے
گھٹی کے جناب افضل المرسلینؐ کا لعاب دہن پیا ہو اور مادر و پدر کی آغوش میں نہ گیا ہو جبتک کہ شرف آغوش
رسول سے مشرف نہوا ہو چنانچہ لفظ حیدر کے معنی اور وجہہ تسمیہ کتب لغت میں مذکور ہے کہ جسوقت
جناب ولایت مآب پیدا ہوئے تو انکی مادر گرامی نے چاہا کہ اپنی پستان مطہر آپکے دہن مبارک میں
دیں تو آپنے پنجہ مارا کہ جس سے پستان مبارک چھل گئیں اور پھر حضرت ابو طالب نے چاہا کہ حسب
دستور عرب زیب آغوش فرمائیں ایسا ہی ظہور میں آیا یعنی پنجہ شیرانہ بغرض ممانعت سبقت کھولا
بعدازاں جناب رسولخدا تشریف لائے اور منہ چومنے اور آغوش میں لینے کا قصد فرمایا تو مادر اسد اللہ
الغالب یعنی فاطمہ بنت اسد مانع آئیں اور کہا انہ حیدرہ - یعنی یہ لڑکا شیر درندہ ہے آپ اسکے پاس
نہ جائیں آنحضرت یہ سنکر متبسم ہوئے اور مبارکباد دے کر فرمایا کہ ابتک جو کچھ اسکی ذات سے ظہور میں
آیا اسکا باعث میرا انتظار ہی تھا یہ فرما کر آغوش میں لیا اور اپنا لعاب دہن آپکے دہن میں ڈالا اسی لعاب
کی یہ برکت تھی کہ آپ کو کمال معرفت و علوم حاصل تھا دیکھو شرح نصاب و صحاح و اساس و فائق
و صراح و حیوۃ الحیوان - اور اس وجہہ تسمیہ کی تائید کرتا ہے آپ کا رجز بڑھنا بروز جنگ خیبر بمقابلہ مرحب
کفر انا الذی سمتنی امی حیدرہ - یعنی میں وہ ہوں کہ میری مادر گرامی نے میرا نام حیدرہ یعنی شیر
درندہ رکھا ہے اور وہ کون برگزیدۂ خدا ہے کہ جسکا کبھی مثل ایام جاہلیت والوں کے بتوں کے آگے
سر نہیں جھکا چنانچہ کرم اللہ وجہہ آپکے نام کے ساتھ اسی وجہہ سے کہا جاتا ہے اور غیروں کا حال تو
کالشمس فی وسط النہار ظاہر و آشکار ہے کہ تیس تیس چالیس چالیس برس تک بتوں کے سامنے

سرنگوں رہ کر اسلام کی اطاعت میں آئے ہیں اے خدا و رسول پر ایمان لانے والو اور خدا کو عادل ماننے والو ذرا اپنے آئینۂ قلوب کو تعصب کے زنگ سے صاف کر کے انصاف کرو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص تو تمام عمر مطیع و فرمان بردار رہا ہو اور ایک شخص مدتوں بعد بغاوت سے باز آیا ہو اور دونو مساوی ہو جائیں ہاں ایک وجہ سے تو باغی تابع ہو کر مطیع دائمی سے مساوی ہو سکتا ہے بلکہ بڑھ سکتا ہے کہ اگر بعد ندامت اس سے کوئی ایسا امر عظیم نمایاں ہو کہ جو غیر سے ممکن نہوا ہو سو ثلاثہ نے بظاہر مسلمان ہونے کے بعد ایسی کونسی کارروائی کی کہ اُنکا پچھلا دھبہ دور ہو کر نفس رسول سے بڑھ گئے اُحد میں رسول خدا کو چھوڑ کر چاروں طرف حیران و پریشان پھرنا اور بزِ کوہی کی طرح پہاڑوں میں سر ٹکرانا یا خندق میں ایسی مُنھ کی کھانا کہ عمر ابن عبدود مبارز طلبی کر رہا ہے اور آنحضرت دیکھ رہے ہیں کہ کوئی اُٹھے مگر کیا ممکن کہ کسی کے کان پر جوں چلے یا خیبر میں مرحب کا سر کاٹ کے اور خندق کود رسے پاٹ کے سزاوار صدائے مرحبا ہونا یا دفن رسول میں شریک نہ ہونا یا جیش اُسامہ سے تخلف کرنا یا بوقت دوات و خامہ طلبی رسول حسبنا کتاب اللہ کہکر ٹالنا یا قصد احراق خانہ سوگواران رسول یا عدم سماعت استغاثۂ بتول وغیرہ وغیرہ تمہیں خدا کی قسم ان میں سے کونسا امر باعث عزت افزائی ثلاثہ ہوا اور صاحب معراج کے دوش مبارک پر کس کے پاؤں کو معراج ہوئی کیا خوب کہا ہے فیضی وزیر اکبر شاہ نے باوجود پیرو ثلاثہ ہونے کے ؎ زہے پائے حیدر کہ بر دوش احمد مقدم ز مُہر نبوت نشینند - اور کس نے سات برس تک یکہ و تنہا رسول کے ہمراہ نماز پڑھی ہے اور کفار کے ہاتھ سے انواع انواع کی مصائب اٹھائی مگر رسول کا ساتھ نہیں چھوڑا دیکھو کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۲۲ اور کبھی عمر بھر ذرہ برابر رسالت میں شک نہیں کیا اور غیروں کا حال تو صلح حدیبیہ سے ظاہر ہے اور وہ کون بزرگ ہے کہ جسکی اطاعت علامت ایمان ہو اور جسکی نافرمانی کفر و طغیان ہے دیکھو جامع الصغیر اور وہ کون بہادر من چلا ہے کہ شب ہجرت کو یکہ و تنہا بستر رسول پر سویا اور ہزاروں خونخواروں کا مطلق خوف وہراس نہ کیا حالانکہ یہ ایسا مقام ہے کہ بڑے بڑے بہادر بھی پایۂ استقلال سے گر جاتے ہیں تلوار کی آنچ بُری ہوتی ہے اور کس کی جانبازی کے صلہ میں جناب باری سے ومن یشتری نفسہ الخ

کا روشن تمغہ عنایت ہوا اور کسکو فاطمہ بنت رسول سی طیبہ طاہرہ بی بی ملی کہ جس کی عصمت و
طہارت پر آیہ تطہیر شاہد ہے اور جسکی درخواست اشراف قریش اور شیخین کر چکے تھے اور بسبب
ہم کفو نہ ہونے کے سب محروم رہے دیکھو حبیب السیر و روضۃ الصفا وغیرہ اور کسکے واسطے عرش سے
تلوار اُتری سو خدا نے تیغ دی احمد نے دختر علی کا مرتبہ اللہ اکبر ۔ اور کس کی ایسی عالی شان ہو
کہ جناب افضل الموجودات نے کسی معرکے اور کسی معاملے میں اُسکو کسی کا محکوم نہ کیا ہو بلکہ اوروں
کو بارہا اُسکا ماتحت کیا ہو اور وہ کون سخی برگزیدۂ خدا ہے کہ جس نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی
عطا کی ہو اور اس عطا سے خوش ہو کر جناب واہب العطایا نے ارشاد فرمایا ہو انما ولیکم اللہ و رسولہ
والذین امنوا و یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ یعنی سوائے اسکے نہیں کہ حاکم تمہارا خدا ہے اور اُسکا رسول اور
وہ کہ حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں اور وہ کون بہادر یکتا ہے کہ جس نے در خیبر کو ایک ہاتھ سے
اکھاڑ کر پھینک دیا اور حسب تحریر روضۃ الاصفیا ساٹھ جوانان جری نے اُسکو لوٹنا چاہا مگر نہ لوٹ سکی
اور وہ کون برگزیدۂ خدا ہے کہ بروز مباہلہ جناب رسول خدا اُسکو بجائے اپنے نفس کے ہمراہ لیگئے ہوں
اور وہ کون طیب و طاہر ہے کہ مسجد نبی میں جسکا دروازہ کھلا رہا باوجودیکہ سب کے دروازے حکماً بند
کردئے گئے دیکھو جذب القلوب مصنفہ شیخ عبد الحق دہلوی مطبوعہ مطبع نولکشور صفحہ ۹۶ اور کس کے
حق میں جناب رسول خدا نے یوں ارشاد فرمایا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دونگا کہ جو خدا و رسول کو دوست
رکھتا ہے اور خدا و رسول اُسکو دوست رکھتے ہیں اور فتح اُسکے ہاتھ سے ہوگی دیکھو روضۃ الاصفیا
صفحہ ۱۸۱ حالانکہ اس سے پہلے ایک مرتبہ ابوبکر اور دو مرتبہ ثانی صاحب میدان کی صورت دیکھ آئے
تھے جیسا کہ سابقاً مذکور ہے اور اس پر آنحضرت نے ایسا فرمایا پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقین
سے خدا و رسول راضی نہ تھے اور انکو بھی خدا و رسول سے سروکار نہ تھا ورنہ اب ایسا فرمانے کی کیا
ضرورت تھی جیسا کہ تین روز تک عمل درآمد ہوا تھا ایسا ہی چوتھے روز بھی ہوتا اس فرمانے سے
تو آنحضرت کا یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ نفس رسول کو نامعقول لوگ
چوتھے درجہ کا خلیفہ کہنے میں خوف خدا نہ کرینگے پس اُن کو نیچا دکھانے کی غرض سے اہل حق اس

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ... ۴

فرمان سے استدلال کر کے ثلثہ کی قلعی کھول دینگے اور کس کی شان میں آنحضرتؐ نے یوں ارشاد

فرمایا ہے انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا - اور کس کی شان میں فرمایا ہے یا علی حربک حربی و لحمک لحمی

اور کسکے مقدس چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے دیکھو ازالۃ الخفا صفحہ ۲۶۳ اور کس سے خطاب ہوا یا علی

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اور کسکے حق میں یہ فرمایا علیؑ مع الحق و الحق مع علیؑ دیکھو تاریخ الخلفا

عربی صفحہ ۱۷۲ اور اصحاب رسول میں کون ایسا بندۂ خدا ہے کہ جسکی اعجاز نمائیاں دیکھکر بندوں کو اسکے خدا ہونے

کا گمان ہو گیا ہو اور وہ کون عالی صفات ہے کہ قطع نظر خدا پرستوں کو دہریوں کو بھی جسکے ہوتے غیر کو حاکم

بنانا تعجب میں ڈالتا ہے دیکھو تاریخ مسٹر گبن اور وہ کون امیر المومنین ہے کہ بروز غدیر جسکو حضرت عمر نے

امارت مومنین کی مبارکباد دی ہے دیکھو مشکواۃ شریف صفحہ ۵۵۹ و صفحہ ۵۵۵ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ایسے برگزیدہ شخص

کے ہوتے جو لوگ مدعیان خلافت ہوں انکی حمایت میں واہیات تاویلیں کی جائیں اور بے اصل باتوں

سے انکا استحقاق ثابت کیا جائے صاحبان عقل و ہوش کو لازم ہے کہ فرمان رسول سے منحرف نہوں

آپ نے اپنی امت کی بہبودی پیش نظر فرما کر ہی ارشاد فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا

ہوں ایک قرآن اور دوسری اپنی عترت پس اگر فرمان رسول پر اطمینان ہے تو ہرگز غیر کی تقلید جائز

نہیں اور بتعمیل ارشاد خداوندی یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین راستبازوں کا

ساتھ نہ چھوڑنا چاہئے روز حساب ضرور آنے والا ہے اور مالک یوم الدین کی روبرو ضرور جانا ہوگا اور خدا

عادل ہے بیشک ہر برے بھلے عمل کی جزا و سزا دیگا (س ۱۹) قیامت کے کیا معنی اور کیا ثبوت ہے کہ قیامت

آئیگی (ج ۱۹) مراد قیامت سے یہ ہے کہ جملہ مخلوق اولین و آخرین کی روحیں ایک روز انکی اجسام اصلی

میں بحکم خداوند علام داخل کیجائینگی اسی کو معاد جسمانی کہتے ہیں اور بعد حساب سب بندگان مکلف

اپنے اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے قیامت کا اعتقاد ضروریات دین سے ہے اور اسکا منکر کافر ہے

اور قیامت کے آنے پر عقلی و نقلی بکثرت دلائل کتب مبسوطہ میں مذکور ہیں یہاں صرف ایک دلیل عقلی اور

چند دلائل نقلی تحریر کئے جاتے ہیں دلیل عقلی یہ ہے کہ اگر کوئی بادشاہ ذیجاہ اپنی رعایا کو کسی مقام میں بھیجے

اور انکو ایک قانون اپنی رضا و غضب کے اسباب سے بھرا ہوا مرتب کر کے حوالے کرے اور اس مقام میں

پہنچکر بعض رعایا تو باوجود وقوع موانع کثیرہ وعلل کبیرہ بدل وجان تعمیل قانون حاکم رفیع الشان بجا لائے اور بخوف عدم حصول مراتب عالیہ ومناصب نامیہ ہرگز وادی کفر وطغیان کی جانب قدم نہ اٹھائے اور بعض اشخاص اس مقام میں جا کر وہاں کے عجائب وغرائب ابلہ فریب اور اشیائے بظاہر کارآمدنی کی زیب وزینت کو بنگاہ سرسری معائنہ کر کے ایسے محو وغافل ہو جائیں کہ نہ اپنے نفع وضرر کا خیال ہو اور نہ اپنے حاکم فرلینندہ کی مخالفت کا خوف وملال اور باوصف ایسی حالت کے طریقۂ معاشرت سب کا یکساں نظر آئے یعنی عیش وآرام وتکالیف وآلام میں تابعین احکام اور سرتابان نافرجام باہم ممتاز نہوں اور دیکھنے والوں پر یہ نہ ظاہر ہو کہ جس نے اپنی خواہشہائے نفسانی کو چھوڑا اور مرغوبات دلی سے منھ موڑا مگر سلسلۂ تعمیل حکم حاکم نہ توڑا کیا انعام پایا اور جس نے باوجود امکان اسباب بالیق صریح مخالفت حاکم رحیم وشفیق اختیار کی کیا تدارک تمرد وسرکشی عمل میں آیا تو ایسے حاکم کی نسبت عدل وانصاف کا گمان کیا جائیگا یا ہر عاقل وذی ہوش بیداد گر وظلم کوش بتائیگا پس اب غور کرنا چاہیے کہ اس دار ناپائیدار میں مومنین دیندار اور کفار نابکار اور پرہیزگار وبدکار اور متقی وعاصی وتابع وباغی کا حسب حال باعتبار اقبال وادبار وجمعیت وانتشار وفقر وامارت وعزت وحقارت زشتی وجمال ونقص وکمال صحت وعلت وضعف وقوت وغیرہ کے یکساں ہی نظر آتا ہے بلکہ بعض اوقات تو معاملہ برعکس وقوع میں آتا ہے یعنی خداوند عالم کی اطاعت کرنے والے اور ہر آن اسی کا دم بھرنے والے بظاہر ضعیف وناچار اور حقیر وخوار معلوم ہوتے ہیں اور منکرین ومخالفین رب العالمین بااقتدار وذی اختیار دکھائی دیتے ہیں مقام غور ہے کہ فرزند ساقیٔ کوثر مہمان ہو کر تین روز تک ایک جرعۂ آب نپائے اور یزید پلید بیخوف وخطر شراب نوشی وقماربازی کرے خلیفۂ مالک ارض وسموات قبر کو محتاج اور نبیرۂ لعینہ صاحب تخت وتاج گوشوارۂ عرش الہی کے اہلحرم کے بازو میں رسن اور عورات بنی امیہ کے ہر قسم کا زیور زیب تن اولاد زیاد زریں کرسیوں پر جلوہ گر اور آل رسول خاک نشیں اور اپنی بیکسی پر آپ ہی نوحہ گر سوگواران امام کا کوئی تسکین دینے والا بھی نہیں اور یزید کی خوشنودی کے واسطے گلی کوچہ میں شادیانے بج رہے ہیں اہلحرم میلے کچیلے کپڑے وہ بھی نیزوں کی نوکوں سے مشبک پہنے ہوئے زمین پر استادہ اور اہل شام

خلعت ہای فاخرہ جسموں میں سج رہے ہیں غ بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا یس اگر بناہ بخدا جناب
باری دونوں فریق کو اسی طرح سے چھوڑ دے یعنی ظالم کو ظلم کی سزا اور مظلوم کو مظلومی کی جزا کچھ نہ دے تو
اس سے زیادہ کیا ناانصافی ہوگی اور جنابِ باری کی نسبت گمانِ ناانصافی کرنا عقل کے خلاف ہے
اور کوئی تدارک عمل میں آیا نہیں تو عقل سلیم حکم کرتی ہے کہ کوئی عالم اور ہے جس میں اللہ تعالی اپنی عدالت
کا جلوہ دکھائیگا اور سوائے اس دلیلِ عقلی کے قیامت کے آنے پر بکثرت آیات و حدیث وارد ہیں از انجملہ ایک
یہ ہے وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وھی رمیم الخ واضح ہو کہ بعض کج فہم ناقص العقل بہ اغوائے
ابلیس مثل اپنے نفسِ خسیس کے جناب باری کو اعادۂ معدوم سے عاجز و ناچار سمجھ کر کہتے تھے کہ بعد مرنے
کے اور اجزائے جسم معدوم ہونے کے پھر کوئی زندہ نہیں ہوسکتا لہذا خداوند جبار نے اس قوم اشرار
کے سینۂ شکوک گنجینہ سے زنگِ وسواس دور کرنے کے واسطے یوں ارشاد فرمایا۔ کہ بیان کرتا ہے ہمارے
واسطے مثل اور اپنی پیدائش اول کو دل سے بھلا دیا ہے اور کہتا ہے کہ کون زندہ کرسکتا ہے اُن ہڈیوں کو
جبکہ بوسیدہ اور کہنہ ہوگئی ہوں کہدے اے محمد اُس قائل کوتاہ نظر سے کہ جس نے اُنکو اوّل مرتبہ خلعتِ
ہستی پہنایا اور گوشۂ عدم سے عالم وجود میں لایا اُسکو دوبارہ زندہ کرنا کیا دشوار ہے وہ خلاقِ عالم عالمِ ہر
باطن و آشکار ہے اے غافلو چشمِ بصیرت کھول کر قادرِ مطلق کی قدرتِ باہرہ میں غور و تامّل کرو دیکھو کہ
درختِ سبز سے آتشِ پرنور کا ظہور ہے اور جس نے یہ بڑے بڑے آسمان و زمین پیدا کئے کیا منکرانِ معاد
کے اجسامِ ضعیفہ کا پیدا کرنا اُس سے دور ہے بلکہ لاریب فیہ اس پر تو بدرجۂ اولیٰ قادر و توانا ہے اور وہ
ہر شے سے واقف و دانا ہے اُسکے پیدا کرنے کا یہ حال ہے کہ جس وقت جس چیز کے ظاہر کرنے کا قصد فرماتا
ہے تو حکم کرتا ہے کُن یعنی ہوجا پس وہ چیز فوراً ہوجاتی ہے نہ اُسے مادہ کی حاجت ہے اور نہ علت کی
ضرورت پس اُسے کچھ دشوار نہیں کہ اجسامِ بوسیدہ و ازہم ریختہ اور استخوانِ شکستہ و گسیختہ کو دوبارہ
عالمِ حیات میں لائے اور خلعتِ ہستی پہنا کر اپنی قدرت کا جلوہ دکھائے اور پھر فرماتا ہے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
النَّشْأَةَ الْأُولٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ یعنی اے منکرین و مرتابین احیائے اموات بروزِ حساب جبکہ
پیدائش اوّل کا حال تمپر روشن مثل آفتاب ہے تو پھر پیدائش روزِ آخر کے باب میں تمکو کیوں پیچ و تاب ہے

وہو الذی الخ وہ صانع عالم ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ تمام مخلوق کو قیدِ ہستی سے نکال کر عالمِ ظہور
میں لایا اور پھر سب کو فنا کر کے دوبارہ زیورِ حیات عطا فرمائیگا پس اس دوبارہ پیدا کرنے میں تمہاری
عقل کیوں چکر میں آرہی ہے حالانکہ یہ امر اُس پر نہایت آسان ہے اور پھر فرماتا ہے اِنَّا خَلَقْنَاہُ
مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شَیْئًا یعنی غافل آدمی اتنا غور نہیں کرتا کہ ہم نے اُسکو پہلے مخلوق کیا ہے
جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا اور پھر فرماتا ہے افعیینا الخ یعنی آیا ہم ایک مرتبہ خلق کو خلق فرما کر عاجز و مجبور ہو
گئے اور پھر دوبارا پیدا نہ کر سکیں یہ شبہ کفار ناہنجار کا محض بہ تقلیدِ ابلیس غدار ہے ورنہ دوبارا پیدا
کرنا ہمارے نزدیک کیا دشوار ہے پس جبکہ عقلاً و نقلاً ثابت ہوا کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور
جناب باری عادل ہے ضرور حسبِ اعمال سب کو جزا و سزا دیگا تو مومنین خدا و رسول کو لازم ہے کہ
دیدۂ عبرت کشادہ کر کے معاملہ پیش آمدنی کا فکر کریں مقامِ غور ہے کہ اگر یہاں کسی سے کوئی کام بد
وقوع میں آتا ہے تو وہ اُسکے اظہار میں ابنائے جنس کی روبرو نہایت شرماتا ہے پس اُسوقت کی
ندامت و خجالت غور کرنا چاہئے کہ تمام خاص و عام کی موجودگی میں مالکِ یوم الدین کی حضور میں
ہمارا نامۂ اعمال پیش ہوگا اے غافل ہولِ قیامت کو ہر وقت پیش نظر رکھکر ارحم الراحمین سے اعانت کا
خواستگار ہو تاکہ اس روز کی ذلت و ندامت سے رستگار ہو اشعار روزِ محشر کی وہ سختی ہے کہ
خالق کی اماں + نفسی نفسی کی صدا ہووےگی ہر سو سے عیاں + باپ بیٹے سے پسر باپ سے غافل ہوگا
سمت زوجہ کی نہ شوہر کوئی مائل ہوگا + سوا نیزے کے قریں آئیگا خورشید منیر + تاب گرمی کی نہ
لائیگا کوئی پیر و صغیر + جو کہ دنیا میں ہیں سب عاشق صادق مشہور + شکل محبوب سے دشمن کیطرح ہونگے
نفور + قال اللہ تعالیٰ شانہ واذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت واذا الجبال سیرت الخ یعنی یاد کر تو اے محمد
اس روز کو کہ جس میں مہر تاباں اور ستارگانِ درخشاں بے نور و ضیا اور کوہ ہائے رفیع الشان
ریزہ ریزہ کر کے سر بہوا کر دئے جائیں گے اور انسان کی اس روز یہ صورت ہوگی کہ صور دوم
جس وقت پھونکا جائیگا تو صدمۂ آواز سے ہر شخص بہرا ہو جائیگا اور ترساں و ہراساں ہر طرف
سرگردان و پریشان پھرے گا اور کہیں گوشۂ امن و امان نظر نہ آئے گا اور ہر شخص اپنے حال میں

ایسا مشغول ہوگا کہ دوسرے کی کچھ خبر نہوگی بلکہ ایک دوسرے سے نفرت کریگا اور کان سب کے
بہرے ہو جائینگے چنانچہ ارشاد ہوا ہے فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ یعنی جس وقت کہ آئیگی کان پھوڑ
دینے والی یعنی قیامت کہ جس میں بسبب صور پھونکا جانے کے سب کے پردہ ہائے گوش پاش پاش
ہو جائینگے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ الخ یعنی وہ روز ایسا پر ہول ہوگا کہ آدمی اپنے برادر بجاں
برابر سے گریزاں ہوگا باوجودیکہ بھائی قوتِ بازو کہلاتا ہے اور بوقتِ مصیبت و پریشانی اس سے
حمایت و مہربانی کی امید کیجاتی ہے اور مادر مہربان و پدر قدردان سے بھی دوری اختیار کرے گا
حالانکہ اُنکی شفقت و محبت اپنے حال پر بخوبی دیکھ چکا ہے اور خوب معلوم ہے کہ میری ادنی سی تکلیف
اُنکے صبر و قرار کھو دینے کا باعث تھی اور جناب باری نے اپنی اطاعت کے بعد اُنکی فرماں برداری
کا حکم فرمایا ہے مگر اُس روز کی صعوبت کسی امر کا خیال نہ ہونے دیگی اور زوجۂ دلربا و مونس بے ریا جو
مدت العمر جاں نثار اور وقتِ مصائب غمگسار رہی ہے اُس روز مثلِ اغیار نظر آئیگی اور اُسکی صحبت
و قربت سے دُوری و نفرت پسند کیجائیگی اور علی ہذا پسر و دختر جو راحت جاں نورِ نظر و لختِ جگر ہیں دشمن
بدگہر معلوم ہونگے اور شفقتِ مادری و پدری مطلق اپنا جلوہ نہ دکھائیگی اور جناب امام محمد باقرؑ سے روایت
ہے کہ بروز جزا مالکِ ارض و سما کل بندگانِ مکلفین کو ایک جگہہ جمع فرمائیگا اس حال کے ساتھ کہ
سب کے جسم جامہ سے عاری اور پسینہ بدنوں سے جاری اور ہر شخص اپنی حال میں مشغول اور دوسرے
سے فراری اور مارے خوف و دہشت کے آوازیں سب کی پست ہو جائینگی اور جناب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین
سب کے آگے ہونگے حتّی کہ ایک حوض پر پہنچیں گے اور آدمیوں کو گزرنے کا حکم ہوگا پس بعض تو حوضِ کوثر پر
پہنچکر آبِ رحمت سے سیراب ہونگے اور بعض وہاں سے ہانکے جائینگے پس جسوقت جناب رحمۃ للعالمین اپنی امت کے بعض
گنہگاروں کو اس حال سے ملاحظہ فرمائینگے تو گریاں ہو کر درگاہِ باری میں عرض کرینگے بارخدایا میں دیکھتا ہوں
کہ میری علیؑ کے دوست نارِ جہنم کیجانب ہانکے جاتے ہیں پس اُسوقت ایک فرشتہ آئیگا اور فرمانِ ایزدی رسولِ
اکرم کو پہنچائیگا کہ اے ہمارے حبیب خاص اور محبوب ذی اختصاص ہمنے علیؑ کے دوستوں کا تجھکو اختیار
دیا جسے منظور ہو حوضِ کوثر سے سیراب اور نعیم جنت سے کامیاب کر اور علی بن ابراہیم قمیؒ نے اپنی تفسیر میں

بسندِ معتبر امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب مالکِ یوم الدین کو منظور ہوگا کہ اپنی مخلوق
کو مجتمع و محشور کرے اور حسبِ اعمال ہر شخص کو بطورِ مناسب معذّب و مثاب کر کے مقاماتِ لائقہ میں پہچائے تو
سب لوگ بحکمِ واجب الاذعان ایک چشم زدن میں ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور پھر ساتوں آسمان نیچے
اتارے جائیں گے کہ وہ سب حاضرین کو احاطہ کرینگے اور پھر ایک سحاب مع گروہ ملائکہ اتارا جائیگا
اُسوقت بحکمِ ایزدِ منّان ایک منادی ندا کریگا یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من
اقطار السموٰت والارض الخ خلاصۂ مضمون اس آیۂ عبرت مشحون کا یہ ہے کہ اے گروہِ جن و انسان
اگر تم میں کچھ تاب و تواں اس زمین و آسمان سے نکل جانے کی ہے تو نکل دیکھو پس جس وقت اس
ندائے غیب کے جواب سے سب عاجز ہونگے تو وہی منادی بحکمِ خدا گویا ہوگا کہ خارج از امکان ہے کہ بلا
اعانتِ خدائے رحمٰن اس احاطہ میں سے نکل سکو یہانتک امام علیہ السلام بیان فرما کر گریاں ہوئے
پھر راوی نے عرض کیا کہ پیروانِ رسولِ مختار اور موالیانِ حیدرِ کرّار کا کیا حال ہوگا فرمایا کہ اُنکا مقام
چند مقاماتِ رفیعہ و مواضعِ منیعہ پر ہوگا اور وہ خوشبوئے مُشک وغیرہ سے خوشبوتر ہیں اور اُس
روز سب لوگ محزون و ہراساں ہونگے مگر محبانِ علی شاداں و خنداں ہونگے اللہ اللہ کیا شانِ عالی ہے
جنابِ علی علیہ السلام کی کہ ایسے پُر آشوب وقت میں بھی اُنکے ہوا خواہوں کے اوپر رسول کی نظرِ الطاف
مبذول ہوگی اور اُنکی بدحالی دیکھنا گوارا نہ فرمائینگے اور گریاں ہو کر جنابِ احدیت سے ستگاری دلوائینگے
پس اے نفسِ غافل و سرکش بڑی افسوس کا مقام ہے کہ ایسے رحیم و شفیق کے بھی تو مدعیٔ ایمان ہو کر اپنے
اطوارِ ناپسندیدہ سے رنجیدہ کرے اصولِ کافی کے انتیسویں باب میں چھ حدیثیں اس مضموں کی مرقوم
ہیں کہ ہر روز جملہ ابرار و فجار کے اعمال آنحضرت کی حضور میں پیش ہوتے ہیں اور وہ جناب اپنے غلاموں
کے اعمالِ بد ملاحظہ فرما کر آزردہ خاطر ہوتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے
کہ تمکو کیا ہو گیا ہے کہ جناب رحمۃ للعالمین کو آزردہ کرتے ہیں یعنی جسوقت تم گناہ کرتے ہو تو وہ گناہ
انکو آزردہ کرتا ہے اور اسی باب کی چوتھی حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ جسطرح آنحضرت صلعم سب کے
اعمال دیکھتے تھے اسی طرح حضرات آئمہ معصومین بھی ملاحظہ فرماتے ہیں اور شیعوں کے اعمالِ بد سے

رنجیدہ ہوتے ہیں اور علاوہ اس رنجیدگی کے خیال کرنا چاہیئے کہ جب مالک یوم الدین کی عدالت میں
آپکے غلام مجرمانہ طور پر پیش ہونگے تو کسقدر رنج و ملال ان حضرات کو ہوگا کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ اگر
کسی صاحب عزت کا ملازم ناہموار ہو اور اُسکی بدعنوانی و سیاہ کاری کی رپورٹ حاکم وقت کی عدالت
میں اس آقا کی روبرو پیش ہو تو اُسکو کسقدر ندامت و خفت ہوتی ہوگی بخیال اس امر کے کہ ناظرین و سامعین
اپنے دلوں میں کہینگے کہ یہ کیسا قدردان اور وضعدار آقا ہے کہ جس نے ایسے ایسے ناہنجاروں کو اپنی
غلامی کے واسطے انتخاب کیا ہے پس وائے برحال اس غلام کے جو اپنی بداعمالی سے آقائے مہربان
کو نادم شرمندہ کرے پس غلامان رسول و محبان آل رسول کو لازم ہے کہ مہما امکن ایسے امور سے بچیں کہ
جن سے حضرات معصومین کو تکدر خاطر حاصل ہو ورنہ دعوئ محبت بلا دلیل ہوگا کیونکہ محب
کی ذات سے بعید ہے کہ جس بات سے اُسکا محبوب کبیدہ خاطر ہو اسی کو بڑے ذوق و شوق سے
کرے محبت کوئی پیرجی کا پیالہ نہیں ہے کہ اُسکے پیتے ہی مریدوں میں شامل اور بلا کھٹکے اپنے منہ میاں
مٹھو بنکر آشیانہ جنت میں داخل ہوگئے عقل کے خلاف ہے کہ کام تو کریں مخالفانہ اور کہلائیں دوست
اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی سردار اپنے ملازموں کی پرداخت اور نوازش بلالحاظ اطاعت
و کارگذاری یکساں طور پر کرتا ہے یا نالائق کو منصب عالی دیتا ہے تو عقلا کے نزدیک وہ ناقدردان
کہلاتا ہے اور سب کی نظروں میں حقیر ہوجاتا ہے جیساکہ رضیہ بیگم ایک غلام نافرجام کے امیرالامرا بنانے
کی وجہہ سے نہایت ذلت کے ساتھ راہی ملک عدم ہوئی اور محمد شاہ پر ڈوم ڈھاڑی کی عزت افزائی
کی وجہہ سے آفت نازل ہوئی چنانچہ بوقت ملاقات نادر شاہ محمد شاہ نے اپنے حسب حال ایک شعر
تصنیف کیا تھا شعر دیدۂ عبرت گشا قدرت حق را ببین * شامت اعمال ما صورت نادر گرفت
لہذا مدعیان حضرات معصومین کو لازم ہے کہ ان حضرات کے احکام کی تعمیل بجاآوری مین ہرگز
قصور نہ کریں اور تعمیل احکام اُسوقت ہی ہوسکتی ہے کہ یا تو خود عالم ہو یا عالم جامع الشرائط کیطرف
رجوع کرے اور اپنی رائے پر ہرگز معتمد نہ ہو غور کرنا چاہیئے کہ اگر تعمیل احکام بلا وسیلہ ممکن ہوتی تو حضرات
معصومین کے تعین کی کیا ضرورت تھی پس بلا تحصیل علم و عمل احکام مدعی ولائے معصومین ہونا دوسرا

شیطانی ہے اور حضراتِ معصومین کی کھُلی نافرمانی ہے کیونکہ شیطان بنی آدم کا دشمن دین و ایمان ہے
اور دشمن کو کبھی گوارا نہیں ہوتا کہ اپنے دشمنوں کو آزادانہ رہنے دے بلکہ حسب مِلاجِ عقول سے ایسا
معاملہ کرتا ہے کہ جس سے اپنا بول بالا رہے اور دشمنوں کا سر نیچا ہو مثلاً دشمن اگر زبردست و کم زور
ہوتا ہے تو اُسکو ڈرا دھمکا کر اور اپنی شان و شوکت دکھا کر مغلوب کرتا ہے اور اگر بزور قابو میں نہ آسکتا
ہو تو دوستی کے پیرائے میں اُسکو ذلیل و خوار بناتا ہے اور جو امور اُسکے حق میں سمِّ قاتل ہوں اُنکو مفید و
کارآمد بتلاتا ہے پس بنابریں ابلیس لعین کو کب گوارا ہو سکتا ہے کہ وہ تو ابدالآباد قعرِ جہنّم میں سر ٹکرائے
اور انسان اُسکا دشمن دار الخلد میں ہمیشہ مزے اڑائے اُس سے تو جہانتک ہو سکے گا کسی فرد بشر کی
اغوا میں کمی نہ کرے گا ضرور ہے کہ کسی کو بتوں کی پرستش موجب قربت سمجھا کر مشرک بنائے اور کسی
کو نبوّت کا غیر ضروری ہونا بتا کر جہنّم میں پہنچائے اور کسی کو امامت میں بہکا کر کفّار کا سہیم و شریک کرے
اور جو لوگ کسی طرح سے اُسکے دام فریب میں نہ آئیں اور پانچوں مرحلے اصولِ دین کے طے کر لیں تو
اُنکو یہ سبق پڑھائے کہ تم لوگوں کو حشر و نشر و جہنّم کا کیا خوف و خطر ہے جو چاہو کرو تمہارا حامی و ناصر
شفیع محشر ہے مگر جو لوگ کہ عقلِ خداداد کو غفلت کے تاریک گوشہ میں پڑا رہنا گوارا نہیں کرتے جسوقت
اُنکے قلوب میں خدا کی رحمت اور رسول کی شفاعت اور آئمہؑ کی محبّت کا مفید ہونا گذرتا ہے تو غور
کرتے ہیں کہ غیر مستحق پر رحم کرنا خلافِ عدالت ہے اور اللہ عادل ہے اور بلا کسی استحقاق کے مجرم کی
حمایت کرنا خود جرم ہے اور رسولخدا صلعم اور خلفائے معصومین قدردانی و استحقاق بینی
میں عدیم النظیر ہیں لہذا ضروری ہے کہ اوّل سرمایۂ استحقاق حاصل کریں اُسوقت رحمت
و شفاعت کا امیدوار ہونا صحیح و درست ہو سکتا ہے اور سرمایۂ استحقاق اُس
وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ہم جس سرکار سے امیدوارِ انعام ہیں اُسکے ارشادات کی تعمیل بصدق
دل بجا لائیں اب اگر اس حاکم کی بعض خدمات میں بسبب قصور فہم یا استیلائے خواہشہائے نفسانی
کے تقصیر ہو جائے تو گنجائش ہے کہ بمقتضائے فضل و کرم وہ اپنے حقوق سے درگذرے اور اُسکے مقربان
درگاہ کو بھی موقع شفاعت ہاتھ آسکتا ہے کہ اس حاکم کی فیاضی و رحمدلی کے اعتماد پر لب کشائی کریں

کہ یہ شخص ہمیشہ نیک نیتی سے تیرے احکام کی تعمیل کو مایۂ سعادتِ دارین سمجھتا تھا اور جس وقت
کوئی تیرا ملازم تیری شان وجلالت کا اسکی روبرو ذکر کرتا تھا ڈر کے مارے زرد ہو جاتا تھا اور اب
اپنی تقصیر پر نادم ہو کر تیرے لطف وکرم کا امیدوار ہے اور سوائے تیرے کوئی اسکا پناہ دہندہ
نہیں لیکن اس صورت میں بھی وہ حاکم اگر عادل ہے تو اُن ہی حقوق سے درگذر کر سکتا ہے کہ
جنکا سوائے اُسکے کوئی مدّعی نہو ورنہ ظالم پر رحم کرنا تو مظلوم پر عین ستم ہے پس جسوقت اہلِ
دانش یہ خیال کرینگے تو بلالحاظِ اعمال ہرگز عدالتِ حاکمِ حقیقی سے غافل نہونگے اور ضرور ایسے
اسباب بہم پہنچانے کی تدابیر کرینگے کہ جنکی وجہہ سے اُسکا رحم وکرم خلاف عدالت نہو اور اُس کے
مقربانِ درگاہ کو بھی شفاعت کرنے میں حمایت بیجا کے الزام کا خیال نہو پس محبانِ رسول و
آلِ رسول کو اس قسم کی احادیث سُنکر کہ جن میں انکے مراتب عالیہ کا ذکر ہے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ مراتب
بشرط اعمال وافعالِ خیر ہیں ع اگر خار کاری سمن ندروی شعر گندم از گندم بروید جو ز جو ۔ از مکافاتِ
عمل غافل مشو ۔ جناب باری قرآن میں فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ
یعنی جسکے اعمال خیر کا پلہ بھاری ہے وہ عیش برگزیدہ سے کامیاب ہوگا اور جو عصیان وطغیان
سے پُر اور حسنات سے خالی ہے وہ جہنم میں جائیگا شعر کرم کن کہ فردا کہ دیواں نہند ۔ منازل بمقدار
احساں دہند ۔ سائیں جھروکے بیٹھ کے سب کے درشن لے ۔ جیسی دیکھے چاکری ویسا ہی کچھ
دے ۔ پس اے نفس مبتلائے ہوائے دُنیا وغافل از زاد عقبےٰ اگر تجھکو اس بات کا یقین ہے کہ جناب
باری عادل ہے اور غیر مستحق پر ہرگز رحم نہیں کر سکتا تو ہرگز اپنے مستحق رحمت بنانے میں پہلو تہی نکر
اور اگر محبت حضراتِ معصومین کو ذریعۂ نجات جان کر مدعی ولائے چہاردہ معصومین ہے تو لابد ہے
کہ عمداً اُن امور کا مرتکب نہو کہ جن سے تیرے محبوبین آزردہ خاطر یا نادم ہوں اور اگر احیاناً زمانہ کا
رنگ ڈھنگ دیکھکر پایۂ اعتدال سے گرجائے تو فوراً توبہ وانابت سے اُسکا تدارک عمل میں لائے
اور مخالفتِ خدا ورسول پر مصر ہو کر چوری اور سینہ زوری کا مصداق نہو اس میں دو سزاؤں کا سزاوار
ہو جائیگا حدیث میں وارد ہے التائب کمن لا ذنب لہ یعنی جو شخص کہ اپنے اعمال تباہ وکردار سیاہ کے

عذاب وعقاب سے خائف وترساں ہوکر نادم وپشیمان اور آئندہ کو عازم عدم ارتکاب جرم وعصیان ہو
توخداوند غفور الرحیم اُسکے جملہ گناہان ماضیہ محو فرماتا ہے گویا اُس سے گناہ ہوا ہی نہیں بارگنہ سے ایسا
سبکدوش ہوجاتا ہے اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ اگر خانۂ گلی منہدم ہوجائے تو ممکن
ہے کہ بآمیزش آب پھر درستی پائے پس ایسا ہی انسان خاکی بنیان کا حال ہے کہ جسوقت سبب
ژالہ باری عصیان کے اُسکا خانۂ عفت خراب وتباہ ہوجائے تو اُسکا تدارک حسرت وندامت کیسے
ساتھ اشکوں کا پانی بہانے سے ہوسکتا ہے یعنی اگر بندۂ گنہگار اپنے بدکردار سے نادم وشرمسار
ہوکر درگاہ آمرزگار میں دست بدعا ہو تو مجیب الدعوات بمقتضائے ادعونی استجب لکم اور توبوا الی اللہ توبۃ
نصوحا یعنی میرے بندو اگر تم مجھ سے دعا مانگوگے تو میں قبول کرونگا اور اے ایمان والو اگر بہ نیت
صادق توبہ کروگے تو میں تمہارے گناہ بخش دونگا لاریب اپنے فضل وکرم سے داعی وتائب کیے
گناہوں کو بخش دیتا ہے شعر بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ✣ عذر بدرگاہ خدا آورد ✣ اور گناہ سے توبہ
کرنا واجب ہے اسواسطے کہ حاکم کی اطاعت سے انحراف موجب عتاب عقاب اور باعث ضرر
ہے اور ضرر سے اجتناب اور حذر واجب ہے اور توبہ حسب تصریح آیات واحادیث ذریعۂ دفعیہ ضرر
ہے پس توبہ واجب ہوئی اور ایسا ہی توبہ کرنے میں اہمال اور درنگ کرنا خلاف عقل ہے کیونکہ
حیات مستعار ہے موت ہر وقت سر پر سوار ہے۔ نمعلوم کہ فردا چہ حادثہ رونماید وشب آبستن چہ
زاید شعر جو خیر کرنا ہو اب کرلے اور کل پہ نہ چھوڑ۔ کہ حال زندگی مثل حباب ہوتا ہے۔ پس اس
امید میں کہ کل کو توبہ کرلیں گے زیر بار گناہ رہنا بیجا ہے کیا خبر ہے کہ کل بستر راحت پر بہرہ یاب
آرام ہونگے یا گوشۂ تاریک قبر میں مقام ہوگا اور اگر وقت مقصود تک زندہ بھی رہے تو کیا ممکن
نہیں کہ کسی ایسے شغل میں مصروف ہوجائیں کہ خیال توبہ دل سے فراموش ہوجائے اور علاوہ ازیں
یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ اگر کپڑے پر کچھ تھوڑا سا گرد وغبار پڑجائے اور صاحب جامہ اُس کی پروا
نہ کرے تو رفتہ رفتہ اُسکی صورت ایسی متغیر ہوجائیگی کہ چاہے پارہ پارہ کردیں تو بھی حالت اصلی پر
نہ آئیگا شعر آئینے راکہ مورچانہ خورد۔ نتواں برد از وبصیقل زنگ۔ پس ایسے ہی انسان کی صورت

وجوب توبہ

ہے کہ اگر وہ اپنے گناہ پر متنبہ نہ ہو اور بے پروائی سے خیال اجتناب اُسکے دل میں جگہہ نہ پائے تو رفتہ رفتہ ایسا شقی القلب ہو جائیگا کہ پھر راہ راست پر آنا دشوار ہوگا جناب امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے دل میں ایک نقطہ سفید ہوتا ہے پس اگر وہ ایک بار کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اُس میں کسی قدر سیاہی آجاتی ہے لیکن اگر پشیمان ہو کر بصدق دل تائب ہوا تو پھر بدستور سابق ہو جاتا ہے اور اگر خواب غفلت سے بیدار نہوا اور معاصی تبکرار و اصرار کرتا رہا تو وہ نقطہ نورانی مبتدل بہ تیرگی ہو جاتا ہے اور پھر اس سے توقع وقوع حسنات و رجوع الی الخیرات نہیں کی جاسکتی

نظم

حجاب غفلت اٹھاؤ دل سے کہ قرب رحلت کا دمبدم ہے
یہ وقت راحت میں مفت کھونا تمہارے حق میں مثال سم ہے

ہے کوس رحلت کا بجنے والا سفر کا توشہ بھی کچھ بہم ہے
سرائے فانی کے سونیوالو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

رہا نہ باقی جہاں میں کوئی ہوا عدم کو ہر ایک راہی
کمال کتنا ہی ہاتھ آوے مگر ہے آخر لگی تباہی

کہاں ہے دارا کی شان و شوکت کہاں سکندر کی پادشاہی
کہاں ہے کسریٰ کا طاق عالی کہاں بتاؤ تو جام جم ہے

ہے عیش دنیا کا چند روزہ بہت ہی جلدی ہے جانیوالا
ذرا تو آنکھوں کو دل کی کھولو پڑا ہے غفلت کا کیسا پردہ

عجب ہے اتنا نہیں سمجھتے بقا کی امید اُس سے رکھنا
کہ جسکے آخر فنا ہے لاحق اور اُسکے اول میں بھی عدم ہے

نہیں مناسب ہے عاقلوں کو کہ عیش دنیائے دوں پہ پھولیں
سرائے فانی میں دل لگائیں دیار باقی کی راہ بھولیں

خزاں گلوں کو ہے جس چمن کی کنارہ بہتر ہے ایک سو لیں
ہے ایسی دولت کا فکر لازم کہ جس میں خوف فنا عدم ہے

پس صاحبان عقل و ہوش کو ہرگز روا نہیں کہ اپنے اعمال میں غور و فکر نہ کریں اور ہمیشہ لاابالی میں اوقات کو رائگاں کریں بلکہ بمفحوائے شعر غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش ۔ شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود ۔ وقت موجود کو غنیمت جانکر گناہان گذشتہ کے تدارک سے غافل نہوں اور ہر آن و لحظہ اپنے خالق و معبود کی شکر گذاری واجب و لازم جانیں اور اپنی غفلت اور اُسکی عنایت کو پیش نظر کر کے دل میں شرمائیں اُسکی نظر الطاف و افضال کس قدر ہمارے حال پر مبذول ہے کہ ہم کو جوہر عقل عطا فرما کر اشرف المخلوقات کیا اور عقل کی حفاظت کے واسطے جناب سید المرسلین اور اُنکے خلفائے طاہرین کو مبعوث فرمایا اُن حضرات نے ہماری حفاظت کے واسطے وہ وہ صدمات شاقہ جھیلے

کہ حیطۂ امکان بشری سے باہر ہیں کسی نے دندان مبارک پر بت پرستوں کے ہاتھ سے سنگ جفا
کھایا مگر غواصان بحر شقاوت کی دست بُرد سے ہمارے گوہر ایمان کو بچایا اور کسی نے حالت سجدہ
میں اپنا خون بہا کر ہمکو درگاہ بے نیاز میں سرخروئی کا راستہ بتایا اور سیاہ روئی روز قیامت سے بچایا او
کسی نے سم قاتل نوش کر کے تلخکامی دارین سے محفوظ رکھا اور کسی نے ایک دوپہر میں اپنا بھرا ہوا گھر
تباہ کر دیا اور ہمارے سرمایۂ ایمان کو قطاع الطریقان بے ایمان کی دست برد سے تا قیامت اپنی
پناہ وحمایت میں رکھا اور علیٰ ہذا ہر معصوم نے اپنے اپنے زمانے میں جس طور سے ہماری بہتری دیکھی
بدل وجان مصروف رہے اور اب بھی ہمیشہ بوقت ضرورت اڑے وقت میں کام آتے ہیں اور
مشکل کشائی فرماتے ہیں اور کہانتک ہمارے حال پر شفقت کی نگاہ ہے کہ ایسی حالت بیکسی میں
بھی کام آتے ہیں کہ جب جسم وجان جو ایک مدت کے جلیس ہیں بے اختیار مفارقت پر آمادہ ہو
جاتے ہیں چنانچہ حدیث معتبر میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب بندۂ مومن کی
وفات کا وقت قریب ہوتا ہے تو دو فرشتے اُسکے نزدیک آتے ہیں ایک کا نام مُنسیہ اور دوسرے
کا نام مُسخیہ ہے مُنسیہ یاد اہل وعیال اور حبِّ دولت ومال اُسکے دل حق منزل سے بھلاتا ہے اور
مُسخیہ مرنے کا شوق دلاتا ہے اور جب قابض الارواح وفارق الاشباح تعمیل خدمت مامورہ کے
واسطے تشریف لاتے ہیں تو عجب مژدۂ روح افزا وغم فرسا سُناتے ہیں یعنی نہایت نرمی کے
ساتھ بطور شفیقانہ فرماتے ہیں کہ اے مومن دیندار تو مضطر وبیقرار نہو اور آنکھوں کو کھول کر رحمت
خدائے رحیم کا نظارہ کریں جب وہ دیکھتا ہے تو جناب سید البریہ مع اپنی آل طاہرہ ومرضیہ کے
نظر آتے ہیں اسوقت جناب ملک الموت کہتے ہیں کہ یہ معصومین ہیں تو ان کا رفیق ہوگا پس
مرد دیندار ان حضرات کو دیکھکر ایسا شاداں وفرحاں ہوتا ہے کہ اگر ہزار جانیں بھی ہوں تو قربان کرنے
میں دریغ نہ کرے اور اسوقت میں ایک منادی جانب خدا سے ندا کرتا ہے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ
ارْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي
ماحصل اس آیۂ وافی ہدایہ کا یہ ہے کہ اے نفس معتقد جناب ختم المرسلین وآئمہ طاہرین ارحم الراحمین

کیطرف رجوع کر حضرات معصومین کی دوستی کے ساتھ راضی ہونے والا اور خداوند رحیم کے عطیۂ ثواب سے راضی کیا گیا ہو کر پس تو میرے بندگان برگزیدہ یعنی محمدؐ اور انکی آلِ پسندیدہ میں شامل اور میری جنّت میں داخل ہو پس اُسوقت وہ بندۂ مومن باخدا بہایت رغبت و رضا کے ساتھ آمادۂ مرگ ہوجاتا ہے اور بحار میں مذکور ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے جناب ولایت مآب سے خطاب فرمایا کہ اے علیؑ تیرے موالیانِ نیک خصال تین مقام میں تیری ملاقات سے مسرور و خوشحال ہونگے ایک ہنگامِ مفارقتِ جسم و جاں دوسرے وقت سوال نکیرین ذیشان تیسرے روزِ حسابِ عالمیاں۔ یا معشر المومنین جن حضرات کی غلامی نے تمہارا یہ مرتبہ بڑھایا کہ خداوندِ عالم نے بکمال رحمت و شفقت کے ساتھ دخول جنّت کا مژدہ سنایا اور ملک الموت جنکو سوائے اسکے کہ عورتوں کو بیوہ اور مردوں کو رنڈوا اور بچوں کو یتیم کریں اور کچھ کام نہیں تمہارے ساتھ کسطرح نرمی اور دلاسا عمل میں لاتے ہیں اب اُن حضرات کی حالت غور کرو اور دیکھو کہ ایسے آقاؤں سے غلاموں کو کیا مناسبت ہے منقول ہے کہ شبِ ضربت جناب امیرؑ کی یہ حالت تھی کہ خوفِ خدا سے تمام بدن لرزتا تھا بیٹھے چین نہ کھڑے آرام تھا ہر دم نامِ خدا وردِ زبان تھا ✣ نظم

خوفِ خدا و رحلتِ پیمانِ (margin)

فرماتی ہیں کلثوم کہ میں نے کہا بابا ✣ کیوں آج سرِ شام سے بیچین ہیں آقا ✣ یہ خوف ہے کسکا کہ لرزتے ہیں سب اعضا ✣ شہ نے کہا دو راتوں کا مہمان ہوں بیٹا ✣ رعشہ مرے اعضا میں ہے اور دل بھی حزیں ہے ✣ تحفہ کوئی خالق کے لئے پاس نہیں ہے ✣ رونے پہ رکھا روزہ یداللہ نے تو کیا ✣ مقبولِ خدا ہو تو بجا ورنہ ہے بیجا ✣ سجدہ سے ورم گو کہ جبیں پر ہوا پیدا ✣ بے فائدہ ہے سب جو نہیں حق کو پذیرا ✣ دوزخ بھی ہے جنّت بھی ہے سرکارِ خدا میں ✣ دیکھوں مجھے کیا ملتا ہے طاعت کی جزا میں ✣ درپیش ہے ادنیٰ کو اب اعلیٰ سے ملاقات ✣ اور خالی ہر اک شے سے ہیں اسوقت مرے ہاتھ ہے فکر کہ ہدیہ اُسے کیا دونگا میں ہیہات ✣ نہ عذر کی طاقت نہ سفارش کو کوئی ساتھ ✣ مرقد کے تصوّر میں مرے ہوش گئے ہیں ✣ مسکن بھی نیا اور مصاحب بھی نئے ہیں ✣ مقام تعجّب ہے کہ حضرات معصومین کی تو یہ حالت اور ہماری باوجود گرانباریٔ معاصی یہ غفلت کہ کبھی بھولے

سے بھی اپنی بیکسی اور پُر وحشت مکان کے قیام کا خیال نہ آئے بلکہ مقتضائے عقل یہ ہے کہ پردۂ غفلت و سہل انکاری دل سے اٹھا کر حتی المقدور اپنے مہربان مخدومین کی سُنّت و سیرت کو ترک نہ کریں اور دیدۂ عبرت کشادہ کر کے نیرنگیٔ روزگار ملاحظہ کریں اور ہمیشہ موت کو ضرور پیش آملنی جان کر اپنے نامۂ اعمال کی پڑتال کرتے رہیں اور جہاں کہیں اس میں نقص اور بے عنوانی پائیں اُسکی اصلاح کریں تاکہ بوقتِ پیشی احکم الحاکمین کی روبرو ذلّت و خواری سے محفوظ رہیں اور اُس کے انعامات سے محظوظ ہوں قاعدۂ عام ہے کہ ملازمانِ ہوشیار بخیال زمانۂ پنشن نہایت احتیاط کے ساتھ کارروائی کیا کرتے ہیں خصوصاً جبکہ ہم منصبوں کو دیکھ لیتے ہیں کہ بعض تو بسبب اپنی غفلت و زیاں کاری کی بدنامی کے سخت مصیبت میں گرفتار ہو کر عتابِ حاکم میں ماخوذ ہو گئے ہیں اور بعض کارگذار پروانۂ خوشنودی حاصل کر کے مختار بین الاقران ہو گئے پس مقتضائے عقل یہ ہے کہ ہم بھی دیدۂ عبرت کھول کر غور کریں کہ ہزاروں لاکھوں ہمارے بھائی جو ولادت و معاشرت میں مثل ہمارے تھے طعمۂ ممات ہو کر راہیٔ ملکِ فنا ہو گئے اور برابر یہی سلسلہ جاری ہے اسی طرح ضرور ہے کہ ہم بھی مثل اُنکے بیکسی و مجبوری کی حالت میں گرفتار ہو کر اُن سے جا ملیں اور بجز نیک و بد اعمال کے اور کچھ ساتھ نہ لیجائیں پس بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس پر بھی اپنے روزنامچہ کارگذاری کی پڑتال نہ کریں اور اس امر کی کوشش کا خیال نہو کہ ہمارا زمانۂ ملازمت یعنی ایّام حیات ختم ہونے کے بعد اپنے حاکم کی خوشنودیٔ مزاج کا پروانہ لیکر دائمی پنشن نعیم جنّت کی پاتے رہیں آہ آہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص بحکمِ حاکمِ وقت کچھ مدّت معیّنہ کے لئے محبوس ہو جاتا ہے تو کیا کیا افواج ہموم و غموم کا نزول اُسکے قلب رنجور و ملول پر ہوتا ہے کبھی اپنی آزادی کا دھیان کر کے اشکوں کا مینھ برساتا ہے کبھی گھر کی بربادی کا تصوّر جان کھاتا ہے ادھر احبّا و اقربا کی فرقت اُدھر اپنی بیکسی کی بے پناہ مصیبت جسطرف نظر اٹھاتا ہے کسی کو اپنا حامی و ناصر نہیں پاتا اب اُن محبوسانِ بلا میعاد کی حالت غور طلب ہے کہ جو دفعتہً مجبور و ناچار کر کے جملہ مرغوبات سے علیحدہ کر دئے گئے اور ایسے محبس میں بند کئے گئے ہیں کہ جسکے قُرب میں بھی جانا کوئی بخوشی منظور نہیں کرتا بھلا وہاں رہنے کا تو کیا

ذکر ہے نظم جا شہر خموشاں ہیں کہ عبرت کی وہ جا ہے + تمیز تو کر کون غنی کون گدا ہے +
گو قبریں ہیں سب بند یہ حال اُن کا کھلا ہے + پڑھ فاعتبروا یا اولی الابصار لکھا ہے +
جو مر گئے مٹی ہیں جو زندہ ہیں مریں گے + تجھ کو بھی ترے بعد یونہیں یاد کریں گے +
قبر کی ہول و وحشت سے بے پروا ہونا اور اُس سے مخلصی کی تدبیر نہ کرنا بڑی غفلت ہے اور
وہ تدبیر اعمال خیر کا بجالانا ہے مروی ہے کہ جب مرد مومن قبر میں گھبراتا ہے تو ارحم الراحمین اپنے
فضل و کرم سے اُسکے اعمال خیر کو بصورت انسان بدیع الجمال متشکل فرماکر حکم دیتا ہے کہ اُسکی
وحشت کو دور کرے اور وہ تا دخول جنت اُسکے ساتھ رہیگا + مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات
الٰہی دے مجھے توفیق خیرات + کہ خالی نیکیوں سے ہیں مرے ہاتھ + نہیں توشہ عمل کا میرے ہمراہ
سفر درپیش ہے بے حد و جانکاہ + نہ جسمیں دوست ہی نے آشنا ہے + ہر اک سو بیکسی کا سامنا ہے
ہے منزل گاہ ایسی تیرہ و تار + نہیں دخل ہوا بھی جس میں زنہار + لحد میں رکھتے ہی سب مونس و یار
پھر ینگے گھر کو اپنے مثل اغیار + الٰہی کیسا وقت بے کسی ہے + کہ جس میں ہر طرف سے بے بسی ہے
زن و فرزند یا کوئی ہو پیارا + نہیں دیسکتا ہے واں کچھ سہارا + وہ مادر جس نے رکھا ہے شکم میں
جدا ہو جائیگی بس ایک دم میں + خبر کچھ باپ بھی لیگا نہ آکر + رہا حامی جو ہر دم زندگی بھر
الٰہی حال دل کس سے کہوں گا + سہارے سے بھلا کس کے رہونگا + الٰہی قبر میں امداد کیجو
مجھے اس تنگ گھر میں شاد کیجو + الٰہی نام ہے رحمٰن تیرا + الٰہی عام ہے احسان تیرا
مجھے رحمت سے اپنی بہرور کر + مرے اعمال بد سے درگزر کر + خداوندا عدالت تو نے گر کی
جہنم سے نہیں صورت مفر کی + الٰہی سب خطائیں عفو کر دے + مرے نامہ کو تو نیکی سے بھر دے
رہے شیطان مجھ سے دور یارب + ہدایت کا عطا ہو نور یارب + ہمیشہ تیری طاعت میں ہوں میں
قدم ثابت عبادت میں رہوں میں + ہے باقی عمر جو میری الٰہی + نہ بھولے سے پھروں گرد مناہی
نہیں ایسے اگرچہ میرے اعمال + کہ ہووے تیری رحمت شامل حال + ولے اعظم ہے تیری سب سے قدرت
زمیں کو چاہے دے گردوں پہ رفعت + گدا کو چاہے تو سلطاں ہو جائے + جو چاہے قطرے کو عماں ہو جائے

اگر ہو موج زن دریائے رحمت + گناہوں کی مری کیا ہی حقیقت + خداوندا اگر ہو تجھ کو منظور
بنے ظلمات دم میں چشمۂ نور + الٰہی کر مری توبہ کو مقبول + گروہ تائبیں میں رکھنا مشمول
الٰہی گرچہ ہوں از حد گنہگار + مگر تجھکو بھی تو کہتے ہیں غفّار + گناہوں کو مرے یارب چھپانا
اور اپنے رحم کا جلوہ دکھانا + الٰہی دے مجھے دنیا سے نفرت + رہے دل کو ہمیشہ دیں کی رغبت
الٰہی کر عطا صبر و قناعت + ہوا سے اور ہوس سے دے فراغت + الٰہی کر مرے امراض کو دور
برائے عابد بیمار و رنجور + ہے تجھپہ خوب روشن بار الٰہا + نہیں کر سکتا ہوں میں کچھ مدارا
نہیں تاب و تواں رنج و عنا کی + شتابی سے دکھا صورت شفا کی + نہیں زر جو اطبّا کو بلاؤں
نہیں مہلت جو اُنکے پاس جاؤں + تلاشِ روزی میں ایسا ہوں مربوط + کہ حالت ہو رہی ہے مثلِ مخبوط
نہیں یہ بھی مجھے حاشا گوارا + کسی بندے کا ڈھونڈوں جو سہارا + تری در سے اگر میں کچھ نپاؤں
کسی بندے کے در پر تب میں جاؤں + ہر اک بندہ ترے در کا گدا ہے + وہ کیا دیگا کہ خود ہی بے نوا ہے
بلا احسانِ غیرے دے مجھے تو + نہ کر شرمندہ بندوں سے مجھے تو + کسی کا لینا سر پر بارِ احسان
بلا وہ ہے نہیں ہے جسکا درماں + ہے بہتر موت ایسی زندگی سے + کہ جس میں ہو بسر شرمندگی سے
اگر ہی گاڑھا مجھے دیجو بعزّت + نہو وے مخمل و دیبا کی رغبت + نتنجن خشک روٹی سے ہے بدتر
مذلّت سے اگر ہو وے میسّر + رہوں اُس شغل سے دُنیا میں محروم + نظر میں جو خلائق کی ہو مذموم
مجھے روزی ملے اس طور دائم + کہ نیّت جس میں ہو بالخیر قائم + نہیں ہے جاہ و حشمت کی تمنّا
مذلّت سے مگر محفوظ رکھنا +

تمّت

الحمد للّٰہ و المنّۃ کہ دریں ایّام میمنت فرجام رسالہ عجالہ متضمّن بمضامین راہ یقین المسمّی بہ افادات المومنیر
من تصنیفات جناب فاضلِ جلیل و عالم نبیل مقبولِ بارگاہ ربّ دارین مولوی سیّد عابد حسین صاحب
قبلہ بیشمازر باہتمام کارپردازان مطبع یوسفی دہلی حسب فرمائش جناب منشی سیّد محمد حنیف صاحب
اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ جنگی ریواڑی سنہ ۱۹۰۱ء میں چھپکر مطبوع طبائع شیعیانِ حیدرِ کرّار ہوا۔

مختصر فہرست کتب موجودہ کتب خانہ مطبع یوسفی کشمیری دروازہ دہلی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
کلیات وفائے فارسی	۸ر	توقیعات حضرت قائمؑ	۴ر	شمس الضحےٰ	عہ ۱۲ر
مراثی جودی فارسی	۸ر	رسالہ جبر وتفویض	۰۶ر	انوار الہدےٰ	عہ
سیر الآئمہ (تاریخ) فارسی	عہ	استبصار ہر دو جلد	صہ	مجموعہ مخمسات کاغذ بے رنگ	۱۲ر
حزن المتقین (مصائب)	۱۵ر	من لایحضرہ الفقیہہ ہر دو جلد	صہ	؍؍ کاغذ سفید	۱۰ر
حمائل تعویذی	۶ر	تاریخ اعثم کوفی اردو کامل	عـ	دفع المغالطہ	۸ر
خواص الآیات	۱۵ر	تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین	لعہ	تحفۃ العارفین خلاصہ حدیقہ سلطانیہ	۱روپہ
مصباح کفعمی صغیر (اعمال)	۱۲ر	کاغذ ولائتی ہر دو جلد		استقصار الافحام ہر دو جلد	ـعـ
مفتاح الجنان	عہ	؍؍ کاغذ خانی ہر دو جلد	ے	مطبوعہ مطبع لودھیانہ	
نان وحلوا	۲ر	تاریخ الانبیا ہر سہ جلد	جہ	معیار الہدیٰ رد اظہار الہدیٰ	۱۲ر
نان وسرکہ	۳ر	حیات القلوب اردو کامل	ہعہ	منتہی الارب مطبوعہ مطبع سرکاری	ـعـ
ناسخ التواریخ جلد ششم	ئے	تفسیر عمدۃ البیان اردو	ـعـ	تاریخ جلسۂ قیصری مع	ـعـ
طوفان البکا جوہری	للعہ	اخبار ماتم (مصائب)	ہعہ	تصاویر فوٹو	
مراثی بیدل فارسی	للعہ	نجوم السماء	عـہ	مراثی سلیس جلد اول	عہ
فائدۃ البیان (احادیث)	صہ	منابر الاسلام ہر دو جلد	عـہ	ریاض شمیم (مراثی)	۱۲ر
مقتل ابی مخنف مع لہوف	۸ر	دیوان اجناس الجناس	عہ	رمی الجمرات ہر سہ جلد	للعہ
مجتنیٰ سید ابن طاؤس ادعیہ	۶ر	الملقب بہ صنع از مفتی صاحب		گلدستۂ ثمر اسلام ردیف وار	۱۲ر
مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی	۰۲ر	دیوان رطب العرب	۱۲ر	ریحان غم ہر دو جلد (مراثی)	ـعـ ۸ر
صحیفہ حسینیہ	۹ر	مثنوی گل باغ ارم	عہ ۱۲ر	دفتر ماتم ۲۰ جلد از مرزا دبیر مرحوم	ـعـ
صحیفہ ثانیہ امام رابع	۸ر	نجم الہدےٰ	عہ	زاد الزائرین	۵ر

کتاب	قیمت
مناظرۂ بنجر و سنی	۲ر
ذو الفقار حیدر	۱۲ر
تحفہ گجرات	ار
ہدیہ حسینیہ جواب تحفہ عزیزیہ	۸ر
آئینہ حق نما	ار
براہین بینہ	۴ر
استقصار الافحام ہر دو جلد م چھاپہ قدیم	عہ
تنزیہ الامامت	۲ر
منابر الاسلام ہر دو جلد	عا
حدیث ولایت جلد سوم از م عبقات الانوار	للعہ
حدیث نور جلد ششم عبقات الانوار	صہ
حدیث تشبیہ جلد ششم عبقات الانوار	صہ
حدیث نور از عبقات الانوار	صہ
حدیث طیر از عبقات الانوار	صہ
حدیث طیر	صہ
طعن الرماح مطبوعہ مطبع شاہی	ہے
مصباح الاسرار تردید مذہب عیسوی از مولانا سید محمد قبلہ گوہر شاہوار	

مناقب و فضائل

کتاب	قیمت
فضائل مرتضوی	عہ
اربعین فی فضائل امیر المومنین	عہ
مظہر الغرائب	۶ر
ذخیرۂ مناقب	۵ر
مناقب مشکلکشا	۲ر
مناقب اہلبیت	ار
ینبوع المعجزات	۴ر
قصیدۂ علویہ	ار
شمس المشرقین	۰۲ر
کحل الناظرین	۸ر
قصیدۂ نبویہ	۱۰ر
بوئے خلد (زیر طبع)	۲ر
در العبقریہ	۲ر
روضہ رضوان	۔ر
حدیقہ رضوان	۔ر
مثنوی مظہر العجائب	۶ر
مولود سرور کائنات از سلیس	۲ر
بیوت الجنان الملقب بہ م فرادیس الجنان	۱ر
فضائل مرتضوی خورد	۸ر

کتاب	قیمت
باغ ارم فارسی	۸ر
دیوان ابیات الجنان فی م مدح سید الانس والجان	۴ر
ہفت بند مشتاق	۱۰ر
نزل الابرار مناقب اہلبیت اطہار	۹ر
حقائق اسرار فی ترجمہ م بحار الانوار جلد ۱۷	۱۲ر
معراج المضامین	عہ
جواہر زواہر	۹ر
شرح ہفت بند کاشی	۱ر
کنز المعرفۃ	عہ
فرائد البہیہ فی شرح قصائد علویہ	۴ر

کتب فقہ و اصول

کتاب	قیمت
عناقید الجیب فی ترجمہ مفاتیح الغیب	۰۲ر
مخزن الفرائض	۳ر
عقد المتعاقدین	ار
تجہیز الموتیٰ	ار
صراط النجاۃ	۶ر
علم میراث کا نیا رسالہ	۔ر
ہدایۃ الصلوٰۃ	۲ر

تنقیح المسائل	۰۲ر	مطبوعہ بمبئی رر	۵ر	کفایت السائلین	۷ر
تنبیہ الاطفال	ار	رسالہ اعتقادیہ	۲ر	ارشاد المواریث	۳ر
کھری بات	ار	رسالۂ نخبہ اردو	۳ر	بنیاد اعتقاد	۲ر
انذار الناذرین	۱۰ر	منہج الوصول	۳ر	مختصر زینۃ العبّاد و ذخیرۃ العباد	۲ر
تحفۃ الصائدین	۰ر	تحفۃ الاحباب	۱۰ر	خزینۃ المسائل ہر دو حصّہ	عہ ۶ر
جادۂ حیدری	۰۴ر	بعد حمد ہندی	ار	من تصنیف مجتہد العصر	
رسالۂ احکام النساء	۰۲ر	رسالہ حدود فارسی	۸ر	رونق الصلوٰۃ	ار
جامع عبّاسی بست بابی		مسالک الافہام ہر پنج جلد قلمی	۵	عید کا چاند	۶ر
اردو کاغذ ولائتی	عہ ۴ر	ذخیرۂ رستگاری و ذریعۂ	۴ر	صیغ النکاح	۱۰ر
تحفۃ العوام مطبع یوسفی	اار	کامگاری		اصلاح الرسوم بکلام المعصوم	عہ ۴ر
مراۃ العرفان	۳ر	خطاب فاصل فارسی	ـر	مفتاح الشفاعۃ	عہ
ارشاد العوام	۴ر	ہادی الایمان	ـر	مفاتیح الجنان	۵ر
رسالہ استخارہ فارسی از ملّا	۲ر	زینۃ العبّاد	ار	تقویم شرعی	ار
محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ		ترجمۃ الصلوٰۃ اردو	۲ر	مفید العوام	۴ر
احکام الآئمّہ	۴ر	ذخیرۂ آخرت	۰ر	زین المتّقین	عر
حلیۃ العرائس	۳ر	تحفۃ المومنین	۴ر	تعلیم الاطفال	۲ر
حلیۃ المتّقین	۱۲ر	تحفۃ العارفین اردو خلاصۂ	۵ر ۶ر	تبصرۃ الاطفال	ار
اسرار حکمت	ار	حدیقہ سلطانیہ		نخبہ فارسی	۸ر
خلاصۃ الطاعات (خطب	۴ر	تحفۃ الاخیار فی نجاست کفّار	۲ر	زاد المعاد	ملے
عیدین و جمعہ		ریاض العبّاد	ار	کتاب الصوم	۸ر
حسن اعتقاد	۲ر	ہدایت المومنین	ـر	نجاۃ العبّاد	۱۵ر

افادات المؤمنین

یہ رسالہ تصنیفات سے جناب فاضل جلیل و عالم نبیل حضرت مولٰنا و مقتدانا مولوی السیّد عابد حسین قبلہ کا ہے اس رسالہ میں جناب مولانا ممدوح نے عقائد مذہب شیعہ اثنا عشری کو بطریق سوال و جواب رقم فرمایا ہے جو جناب موصوف سے وقتاً فوقتاً فرقہ مخالفین نے کیے تھے چونکہ یہ رسالہ مشتمل محض بر عقائد شیعہ ہی بناءً علیہ خدمت میں حضرات اہل الجماعۃ کے التماس ہے کہ براہ مہربانی حضرات موصوفین نہ تو اس رسالہ کو خرید فرمائیں اور نہ ملاحظہ فرمانے کی تکلیف اٹھائیں۔ یہ رسالہ صرف بغرض تعلیم اطفال مومنین محض انکی درستی عقائد کیلئے لکھا گیا ہے کسی سے بحث و مناظرہ تو تو میں میں منظور نہیں اور یہ رسالہ حسب فرمایش جناب منشی سید محمد حنیف صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سررشتہ جنگی ریواڑی کے چھپا ہے

سنہ ۱۹۰۱ ع

بمطبع یوسفی دہلی رونق طبع پذیرفت

مختصر فہرست کتب موجودہ کتب خانہ مطبع یوسفی کشمیری دروازہ دہلی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
مناظرہ		عین الیقین	۰ر	تنبیہ المسائل	۴ر
آیات محکمات رد آیات بیّنات	۶ر	سیف مسلول از مولانا شیخ احمد صاحب	عہ ر	ملۃ الاخبار فی ردّ طہارۃ کفار	۲ر
مودۃ الاسلام	۸ر	شمشیر امامت (زبان پنجابی)	۳ر	دلیل الوصل جواب قول مع الفصل	۲ر
بشارت احمدی کاغذ سفید	۸ر	عین حق نما	۰ر	بشارت محمدی	۶ر
" کاغذ حنائی	۷ر	ارشاد النعیم لدفع اللئیم	لـر	سفینۃ النجاۃ فارسی	۸ر
تنبیہ المنکرین ومخزن الفرائض	۳ر	غم محرم (جواز تعزیہ)	۰ر	صفاح العقیان سے فی مع تبیان تحریف القرآن	۲ر
سراج الایمان	۱ـر	رسالہ خیر خیر پوری	۱۰ر	مثنوی شعلہ کلام	ار
حسنیہ اردو کاغذ سفید	۵ر	نزہۃ اثنا عشریہ جلد اوّل	۸ر	تنبیہ مشفقانہ	۰ر
" قسم اعلیٰ	۷ر	زواہر جواہر	۲ر	حدیقۃ الاسلام	۵ر
جز و مظاہر الحق	۳ر	آیۂ تطہیر	۴ر	فضیحۃ المنکرین	۳ر
تحفۃ الاشعریہ	سلے	نار ذات لہب	۲ر	نور ایمان	۱۲ر
یا علی مدد	ار	استفسار فارسی	ـر	احسن الدلائل	۵ر
نصر المومنین	۰ر	دافع الشبہات	ار	بنیان الایمان	۸ر
سیف صارم	۱۲ر	رسالہ رجعت فارسی و اردو	۳ر	رسالہ مبصرا	۸ر
ہات الغدیر	۲ر	آیۂ اخریٰ بجواب آیات بیّنات	۱۲ر	قامع الباطل	۱۰ر
تنبیہ الخوارج (ثبوت تعزیہ)	ـر	سیف حسینی مع صولت حیدریہ	۶ر	آفتاب عالم افروز ہر دو حصہ	۱۱ر
دلیل الحسنات	۳ر	ضرب المبین جواب ظفر المبین	۸ر	[illegible]	[illegible]
تنقید جدید	ـر	صبغۃ اللہ در رد اصطباغ	ار	[illegible]	[illegible]
تکمیل الوضو [illegible]	ار	قول مختصم فی عقائد [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]